والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتاناً واثماً مبیناً

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

از نسیم سحری بوی کسے می آید — باش خرسند کہ فریاد رسی می آید

الحمد للہ کہ رسالہ نافعہ مشتمل بر حالات حاضرہ

موسومہ

تنبیہ المفترین

مرقومہ

غلام غلامان آل و اصحاب نبی محمد عاصم قیس کاکوری

لکھنؤ میں چھپ کر شایع ہوا ۱۹۳۵ء

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ العلی العظیم رب العالمین ولی المومنین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم خاتم المرسلین رحمۃ للعالمین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین الہادین المہدیین وخلفائہ الراشدین المرشدین الشاہدین العادلین واصحابہ السابقین السابقین المقربین والمقتدین بالمہتدین المتاخرین ہم عمائد الاسلام وقلائد المتین ومساکن الاسلام ومشاہد الیقین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ واہل طاعتہ اجمعین۔

امابعد

صد جان فدای سازم یک جام انگبین را | بر تخت دل نشانم یعسوب مومنیں را
یک مجت بکعبہ زادہ غارت گر صوامع | خاک رہش برہمن قشقہ کنم جبیں را
نام ونگین من شد آن خاتم الولایۃ | برنام او ببازم ہم نام وہم نگیں را
چشم برشک ازدل دز رشک دل بمشکل | باچشم کے سپارم آن روی دلنشیں را
طغرای امتیازم داغ غلامی او | صد آفتاب تابان شرمندہ این جبیں را
خاک نجف کہ باشد ذرات او جواہر | کردہ است گنج مکنون ہر خطۂ زمیں را

اے قیس با تو لاکہ رنگ شو بمولا
چون عین نسبت لیلی بگزار آن واین را

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔

ان کانت الرفض حب آل محمد | فلیشہد الثقلان انی رافض

اگر آل محمد کی محبت کا نام رفض ہے | تو دونوں جہاں گواہ ہو جائیں کہ میں رافضی ہوں

حضرت مخدوم شیخ سعد خیرآبادی فرماتے ہیں۔

اگر پرسند سعد از عشق او حاصل چہا داری ملامت ہائے گوناگوں جراحتہائے بے مرہم

حضرت غوث ملت شاہ تراب علی قلندر کاکوروی کا ارشاد ہے۔

ملامت عشق بازی کی اُٹھائے کون شیخ ہیں تراب اس کام کو تو ہی کہ ٹھہرے دہر میں مرے

حب اور ولا کا تقاضا ہے کہ اہل دنیا محب پر بے جا ملامت اور بیجا طعن و تشنیع کریں۔ جو ملامت نہ اُٹھائے سچّا محب نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حب الٰہی میں تبلیغ امر حق کے فریضہ کو انجام دیا۔ کیا کچھ ملامت نہیں اُٹھائی۔ پتھر کھائے۔ فاقے کئے مضحکے اڑوائے۔ گھر بار چھوڑا۔ عزیز و اقارب سے مخالفت ہوئی۔ دندان مبارک شہید ہوئے کیا کچھ نہیں ہوا۔ بقول حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہٗ "افسر ملامتیان رسول ما بود صلی اللہ علیہ وسلم" خلفاء راشدین و صحابہ اکرمین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آنحضرت کے ساتھ زمانہ کی کیا کیا جفائیں نہیں برداشت کیں۔ اور کیا کیا تلخیان بطیب خاطر نہیں چکھیں۔ اہل بیت کرام علیہم السلام نے کیا کیا مصائب نہیں اٹھائے۔ پس ان حضرات کے محب کو اگر اس کی حب و ولا کے صلہ میں بمقتضائے وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ ملامت نصیب ہو تو جائے شکایت نہیں بلکہ مایۂ صد ہزار شکر و امتنان ہے۔ اور اس کی علامت کہ محبوب کی بارگاہ عالی میں اس محب کی حب کو درجۂ مقبولیت عطا ہوا۔ حب علیؓ و اہل بیت میں جن اصحابؓ نے ان حضرات کیساتھ جانیں دیں اُن پر قیاس کرنے کو رہنے دیجئے۔ امام شافعیؒ نے کیا کچھ طعن و تشنیع نہیں سہے۔ امام ابو حنیفہ پر کیا کچھ اتہامات نہیں لگے۔ امام نسائی پر کیا کچھ نہیں گذری۔ مگر کیا اس طعن و تشنیع اور جفا و جور سے ڈر کر ان کی حب میں کوئی فرق آگیا؟ تو بہ کیجئے۔ یہی مصائب ان کی حب و خلوص کی مقبولیت کی علامت تھے۔ اور یہی اپنے نفوس کی صداقت آزمائی کا صحیح معیار

؎ اسکا پتہ کسی سے نہ پوچھو بڑھے چلو — فتنہ کسی گلی میں تو ہوگا اٹھا ہوا
(شاہ عبد العلیم آسی جونپوری قدس سرہٗ)

مبارک ہو حضرت مولانا حافظ شاہ محمد علی حیدر قلندر مدظلہ العالی (صاحب حسن الانتخاب) کو کہ ان کی کتاب بارگاہ مرتضوی و مصطفوی میں مقبول ہوئی - اور انھیں اسی قسم کا صلہ عطا ہوا تھا - اور ان پر متبعین بنی امیہ کا ہر طرف سے ویساہی زرغہ ہوا جیسا کہ ان متقدمین پر ہوا تھا - وہ صاحب حال و صاحب دل و صاحب مقام ہیں - اس شراب کی لذّت سے پہلے ہی سے آشنا ہیں - جو دار و گیر ہم کو بلا کی شکل میں نظر آتی ہے - ان کو نعمت محسوس ہو رہی ہے - اس کے اندفاع کو اُن کا دل کیوں چاہے گا - انکی نظر خلق پر نہیں بلکہ خالق پر ہے - مخالفین کا ہر حملہ ان کو شاہد حقیقی کے غمزہ سے غیر کیوں معلوم ہوگا - لوگ رفض کی تہمت دیتے ہیں - انھیں حسرت ہی کہ کوئی (خاکم بدہن) کافر کیوں نہیں کہتا - لوگ پر فریب استفتا تیار کرکے کیّادی کے ساتھ بعض علماء کو دھوکہ دیکر اور بعض کو بخیال بنا کر بعض پر قرابت وغیرہ کا دباؤ ڈال کر اور بعض سے غلط بیانی کرکے اُنکے فسق کا فتویٰ لیتے ہیں - خدّام کوئی رنجیدہ اور کوئی غصّہ میں مگر انکو مسرت بھی ہے - اور افسوس بھی - امتناں بھی ہے اور شکائت بھی - مسرت و امتناں اس کا کہ ملامت تو نصیب ہوئی - شکائت و افسوس اسکا کہ یہ فتویٰ (خاکم بدہن) کفر کا فتویٰ کیوں نہ ہوا - اور ملامت ناقص کیوں رہی - کسی نے خوب کہا ہے - ؎

تردامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیے — دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

جناب ریاض خیر آبادی کا شعر ہے - ؎

جہاں ہم خشت خم رکھدیں بنا کعبہ پڑی ہے — جہاں ساغر پٹک دیں چشمۂ زمزم نکلتا ہے

(راقم الحروف) ؎ جام جم کیا ہی ترے جام کے آگے ساقی — سیکڑوں اسمیں خرابات نظر آتے ہیں

مخالفین کو معلوم ہو کہ یہ زمانہ سلاطین بنی امیہ کا نہیں کہ کسی اہلسنّت کا حضرت علیؓ کی منقبت میں قلم اُٹھانا خودکشی کے مرادف ہو۔ یہ زمانہ اگرچہ لامذہبی وتاریکی کا ہے۔ مگر ابھی قوانین مروجہ کی رو سے اتنی مذہبی آزادی ہر اہل قلم کو حاصل ہے۔ کہ ایک سنی حنفی بھی منقبت علیؓ میں امر حق کو علی الاعلان بیان کر سکتا ہے۔ متبعین بنی امیہ اسکی زیادہ سے زیادہ دار وگیر اتنی ہی کر سکتے ہیں جتنی صاحب احسن الانتخاب کی دار وگیر اسوقت ہو رہی ہے۔ جو خالی ڈھول پیٹنے سے زائد وقیع نہیں۔ یہی نہ کہ کوئی مولوی عبد الماجد دریابادی ایسی سنجیدہ مگر زود مشتعل شمع کی لو تیز کر دیگا۔ کوئی "پردہ نشین" پردہ ہی پردہ میں رہ کر فصل الخطاب کی شکل میں اندھیری رات کی طرح فرش ظلمانی بچھائیگا کوئی جناب مولوی عبد الشکور صاحب کی طرح مناظرہ بازی یا روافض کے بہانہ سے حضرت علیؓ کی تنقیص کرکے اپنے دل کے جلے پھپھولے پھوڑیگا۔ کوئی جناب مولوی مصباح الحسن صاحب پھپھوندوی کو مغالطہ آمیز جوش دلاکر مناظرہ کا چیلنج دلوائیگا۔ کوئی نونہال وطن انھیں سے (یعنی صاحب احسن الانتخاب سے) صفوۃ المصادر وغیرہ (فارسی) کی ابتدائی تعلیم حاصل کریگا اور جب اُنکی دعا کی برکت سے ایم۔ اے۔ ہو جائیگا اور اس کی جانفشانیاں اور محنتیں ٹھکانے لگ جائیں گی۔ تب محکمہ کے تعلقات کا پاس کرکے ایک "پردہ نشین" کی جانبداری میں اپنے ابتدائی اُستاذ کے منہ آئیگا اور ؎ کس نیاموخت علم تیراز من کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد۔ کا مصداق بنیگا۔ کچھ لوگ احمق پھپھوندوی سے بیہودہ ہزل لکھوا کر اخبار سیاست میں چھپوائینگے اور اسکی نقلیں گھروں میں آویزاں کرکے چھوٹے چھوٹے بچوں کو یاد کرائیں گے۔ بعینہ ویسے ہی۔ جیسے کہ (بلاتشبیہ) روافض حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر تبرّا کہنا اپنے چھوٹے بچوں یا اپنے طوطوں کو سکھاتے ہیں۔ اور ان سب کی علیم دار وہ ذات والاصفات ہوگی جو رشک بنی الاعمامی کی پشت وپناہ ہے۔ تو حصب کی قبلہ گاہ

ہے ۔ ہر مقصدانہ پروپیگنڈے کی خود ساختہ نقیب ہے ۔ ہر فیلسوف کانفرنس کی چیرمین
ہے ۔ صداقت اور راست بازی کی دشمن ہے اور ان نونہالان وطن کی باغبان ہے
جو حضرت علیؓ کی منقبت سننا برداشت نہیں کر سکتے اور محفل سماع میں اگر کوئی قوال
حضرت شمسؒ تبریزی یا مولانا جامیؒ کا کلام منقبت میں سناتا ہے تو اتنے دیر کے لئے
وہ باہر ٹہل آتے ہیں ۔ الغرض جو کچھ بھی تکلیفیں آپ لوگ بہم پہونچائیں گے وہ اسی
قسم کی ہونگی ۔ جن کے نمونے اب تک ظاہر ہو چکے ۔ سو بحمد اللہ ان سب کی جوابی ضیافت
کیلئے بھی خدا کے بندے انہیں سنی حنفیوں میں موجود ہیں ۔ ؎

ما ہمہ بسیار ازیں خواب پریشاں دیدہ ایم ۔ جس شمع کی لَو غلط طریقہ پر تیز ہوگی
قدرتی گلگیر اس کی اصلاح کریگا ۔ جو شبخون مارنے کیلئے تاریکی پھیلائیگا ۔ وہ اپنے
ہی ہاتھوں مارا جائیگا ۔ جو حضرت علیؓ کی تنقیص کریگا ۔ اپنے ایمان سے ہاتھ دھوئیگا
جو ترک موالات کریگا اپنے گھر خوش رہے گا ۔ جو اُستاذ کے منہ آئیگا منہ کی کھائے گا
البتہ ہزل گو کا جواب بیہودہ ہزل میں دینا اہل علم کا شعار نہیں اس کے لئے کوئی جاہل
درکار ہے ۔ اور سچ پوچھئے تو اس کا جواب یا قانون سے ہے یا لاٹھی سے ۔ مگر صاحب
احسن الانتخاب ؎ "او خیوع انداخت بر روئے علی" ۔ والی مثال پر عامل ہیں اور
انکا حلم ان کے غلاموں کو مجبور کئے ہوئے ہے ۔

انشاء اللہ صاحب احسن الانتخاب کو اگلی جلدوں کی اشاعت کی طرف سے توجہ
ہٹا کر ادھر مبذول کرنے کی ضرورت نہ ہوگی اور انکی مصروفیت اس شعر کے مصداق
رہیگی ۔ ؎ (امیر خسرو)

زاں سوی جور دشمناں زیں سوئے سنگ دستاں
خلقے بطعن و گفتگو عاشق بکار خویشتن

اس کے بعد ناظرین غیر مناظرین اور محبین صادقین سے التماس ہے کہ

احسن الانتخاب کے خلاف اب تک جتنا لٹریچر شایع ہوا ہے اُن تمام اعتراضات کے مختصر یکجائی جوابات حسب ذیل سرخیوں ہی تحت میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) مسئلہ تفضیل شیخین (۲) متعلقہ امیر معاویہؓ وغیرہ (۳) اپنے بزرگوں کے خلاف بے راہروی (۴) سقم عبارت وسہو کتابت۔

(۱) مسئلہ تفضیل شیخین

اس مسئلہ کو حضرت مولف نے شرح وبسط سے السیرۃ العلویۃ کی دوسری جلد نفائس اللنن فی فضائل ابی الحسن کے دیباچہ میں لکھا ہے جو اب نظر افروز ناظرین ہوگئی ہے اور اسمیں یہ بھی ظاہر کردیا گیا ہے کہ ان فضائل کو متعارفہ تفضیل شیخینؓ سے کوئی تعارض نہیں۔ احسن الانتخاب میں اس پر کوئی خاص بحث نہیں کی گئی تاہم بعض عبارتوں سے مخالفین نے غلط معانی نکال کر یہ زہر افشانی کی ہے کہ جناب موصوف مسئلہ تفضیل شیخین کے منکر ہیں۔ اس مسئلہ کو اہمیت زیادہ تر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے دی ہے۔ متقدمین کی کتابوں ہیں کہیں اس مسئلہ کی شکل ایک مستقل مسئلہ کی نہیں ہے۔ اور صاحب احسن الانتخاب کے جناب والد صاحب قدس سرہ کے مولفہ شہادت نامہ (مطبوعہ اول) کی عبارت صفحہ ۱۳ "تمام صحابہ حتیٰ کہ خود جناب امیرؑ افضلیت شیخینؓ کے قائل ہوگئے۔ اور اس پر اجماع ہوگیا"۔ جو اعتراض میں نقل کیگئی ہے۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی عبارت کا ترجمہ (مع حوالہ ماخذ کے) ہے۔ اس بارہ میں جناب مولف کے بزرگ حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ نے روض الازھر مطبوعہ صفحہ ۳۴۲ پر اس افضلیت کی خود انھیں شاہ ولی اللہ قدس سرہ کی کتاب حسن العقیدہ سے اخذ کرکے تشریح فرمائی ہے کہ "یہ فضیلت من وجہ ہے نہ من جمیع الوجوہ"۔ (کہ جسے خود مخالفین اپنی سند میں پیش کرتے ہیں) اگرچہ حضرت شاہ ولی اللہؒ اور حضرت قاضی ثناء اللہؒ کی ان عبارتوں سے مختلف رائیں بھی انکے معاصرین ومتقدمین علماء کی کتابوں میں موجود ہیں مگر صاحب احسن الانتخاب اس متعارفہ

فضیلت شیخینؓ سے ہرگز منحرف نہیں ہیں جیسا کہ ان کے بزرگان خاندانی ہرگز منحرف نہ تھے
اور انھوں نے منقبت علی کرم اللہ وجہہ میں السیرۃ العلویہ کی جملہ مجلدات میں جو کچھ بھی لکھا
ہے اُس کو شیخینؓ کی اس فضیلت متعارفہ سے کوئی تعارض نہیں ہے۔ کیونکہ شیخینؓ
کی وہ فضیلتیں دیگر وجوہ سے ہیں۔ اور حضرت علیؓ کے یہ فضائل دیگر وجوہ سے۔ اب یہ
کہ حضرت علیؓ کی ہر ہر فضیلت کے ساتھ وہ اس کا دفع دخل کرتے اور ہر موقع پر تفضیل
شیخین کو درمیان میں لاکر حضرت علیؓ کی ہر فضیلت کی تنقیص بھی کرتے جاتے تو یہ تو
نہ کسی سیرت نگار نے کیا ہے نہ اُن سے ہو سکتا تھا۔ ان کے بزرگان خاندانی کی
تحریرات کے حوالہ سے جو لوگ ان پر معترض ہیں وہ کتاب محولہ کو اپنے سر ہو آگے چند ورق قبل سے چند ورق
بعد تک اگر غیر مناظرانہ نیت سے پڑھیں گے تو ان کے اعتراضات خود ہی دفع ہو جائینگے
فضیلت بیان کرنے کا یہ کون طریقہ ہے کہ جس حدیث کو کسی کی فضیلت میں بیان
کرے اسی کے ساتھ ہی اسکی تنقیص بھی ٹھونس ٹھانس کے ساتھ کرتا جائے نہ تبلیغ مذہب
اہلسنت کا یہ صحیح طریقہ ہے جو مولوی عبدالشکور صاحب نزیل لکھنؤ نے اختیار کیا ہے
(یعنی تنقیص حضرت علیؓ) بلکہ میرے نزدیک صحیح تبلیغ محض صحیح طرز عمل کا نام ہے اور
وہ یہی ہے کہ حقانیت خلافت خلفاء ثلثہ کے ثابت ہو چکنے کے بعد (کہ جو تمام تر ثابت
ہی ہے) فرقہ شیعہ کو یہ دکھایا جائے کہ اپنے مذہب کے جس اصول یعنی حب علیؓ و اہلبیت
پر تم فخر کرتے ہو وہ ہم کو تم سے زیادہ حاصل ہے۔ اور تم کو جو براہین و دلائل پہونچے ہیں
وہ ہمارے ہی ذریعہ سے پہونچے ہیں۔ بلکہ فضائل و حب اہلبیتؓ کے جو حقائق ہیں اُنکے
حامل حضرات صوفیہ ہی ہیں۔ جو اہلسنت والجماعۃ سے ہیں۔ تم اس کے قریب بھی
نہیں پھٹکے ہو۔ اور ظاہر ہے کہ یہ منشا محض خلوص نیت و صحت روایت و حب خالص
کے ساتھ بیان فضائل و مناقب حضرت علیؓ کے ذریعہ سے ہی پورا ہو سکتا ہے نہ کہ
ایسی کریہہ مناظرہ بازی سے کہ جس میں تنقیص حضرت علیؓ کے پہلو ہی دکھانے کی تمام تر

کوششیں کیجاتی ہوں۔ کہ جو پرائے شگون اپنی ناک کٹوانے کے سوا اور کچھ نہیں۔
ضروریات دینی و دنیوی مقتضی اتحاد حقیقی و عملی بین المسلمین کی ہیں مگر افسوس زمانہ کا یہ
حال ہو گیا ہے کہ لوگ دوسروں کی آنکھوں کی پھلی نکالنے دوڑتے ہیں اور اپنی آنکھ کا شہتیر
نہیں دیکھتے۔ مذہب اہلسنت کی تبلیغ اور شیعوں سے مناظرہ کرنے چلے ہیں مگر اپنے قلوب
سے غافل ہیں جو حب حضرت علیؓ سے یہاں تک خالی ہیں کہ کوئی متفق علیہ فریقین حدیث
تک سننے کے روادار نہیں۔ محض اس لئے کہ اس سے بعض شیعہ روایات کی تائید
ہوتی ہے۔ اپنے اکابر کی متفقہ احادیث فضائل حضرت علیؓ کی حقانیت سے بلا خوف و
خطر انکار کرتے ہیں۔ صحابہ کی تفسیر کی ہوئی آیات قرآنی کی صحابہ کے خلاف تاویلات
کر کے یہ دکھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ آیات حضرت علیؓ و اہلبیتؑ سے متعلق
نہیں ہیں۔ (یہی مولف فصل الخطاب نے کیا ہے) ظاہر ہے کہ ایسی باتوں سے نہ
صرف سنی و شیعہ کے مابین خلیج نفاق بڑھتی جائیگی۔ بلکہ سنیوں میں سے کثیر تعداد کا
گمراہ و ناصبی و خارجی ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اللھم احفظنا من ہذہ البلیات۔

مخالفین احسن الانتخاب فضیلت شیخینؓ کے اثبات کے بارہ میں تو وہ عبارت
حضرت مقتدای جہاں شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ کی نقل کرتے ہیں جس سے بزعم خود سمجھتے
ہیں کہ احسن الانتخاب کی تردید کرلے جائینگے مگر جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا۔ بجائے تردید
کے اسکی توثیق کرتے ہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے القاب میں جو الفاظ
حضرت مقتدای جہاں قدس سرہ نے روض الازھر مطبوعہ صفحہ ۹۳ و ۹۴ پر لکھے ہیں
ان کو نظر انداز ہی کئے دیتے ہیں۔ اگرچہ احسن الانتخاب میں جو القاب ہیں انکی گرفت
کرتے ہیں۔ ذیل میں اُن القاب میں سے منتخب فقرات نقل کئے جاتے ہیں اگر یہی
الفاظ احسن الانتخاب میں ہوتے تو معترضین کیا بغیر اعتراض کے چھوڑ دیتے ؟
پھر یہ کہتے ہیں کہ احسن الانتخاب اپنی مولف کی خاندانی روش سے مختلف ہے

ملاحظہ ہو۔ "فصل اول در ذکر ختم الاولیاء .... منبع عیون مشاہدہ۔ فاتحہ کتاب ولایت۔ خاتمہ مصحف وصایت۔ عنوان صحیفہ عنایت۔ دیباچہ رسالہ ہدایت۔ قاضی محکمہ قضا و قدر۔ صاحب راز حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم۔ آئینۂ اسماء و صفات الٰہی لائق مرتبہ خلافت و شاہی۔ منصوص بنص من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ مخصوص بنص ما انتجیتہ و لکن اللہ انتجاہ۔"

اسی طرح اکابرین سے جس کی کتاب اُٹھا کر دیکھئے القاب میں ایسے الفاظ ضرور ملینگے جنمیں ایک تفضیل شیخین کیا بہت سے امور ظاہری کا لحاظ نہیں کیا گیا ہوگا۔ کہیں القاب اور فضائل میں کوئی اہل قلم ہر ہر فقرہ کے ساتھ جزئیات مسائل مختلف فیہا کا ورع دخل کرتا جاتا ہے۔ اعجیر اضافہ یہ احسن الانتخاب کے ساتھ خاص عناد نہیں تو اور کیا ہیں؟

صاحب فصل الخطاب دور نہ جائیں اپنے اور ہمارے عم معظم جناب مولوی نور الحسن صاحب نیر کاکوروی ابقاء اللہ کی مشہور نظم "خورشید بدر" ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں۔

صدیقؓ باکمال و رضا جوی ذوالجلال ۔۔۔ وہ ہر اشرف کہ باپ صحابی صحابی آل
جن کے کرم کے بندۂ آزاد بھی بلالؓ ۔۔۔ راہِ خدا میں وقف کئے دین جان و مال

القیٰ دیا خطاب شہ ذوالجلال نے
صدیق کر دیا اُسے صدق مقال نے

فاروقؓ رازدار و رفیق شہ انام ۔۔۔ روح سیاست مدن و جوہر نظام
صبح بہار۔ رونق ایران و مصر و شام ۔۔۔ ہے کشور عراق کے سکہ میں جسکا نام

ہر بات اُسکی باب شرف میں قبول ہے
ایمان اُسکا از دعائے رسول ہے

عثمانؓ تاجدار غنی النفس الغنی ۔۔۔ پا سلسبیل رحمت حق منبع صفا
ضرب المثل ہے جو دہیں وہ صاحب عطا ۔۔۔ اُس سے زمین سے کے بڑھا خانہ خدا

نذری ہوئی نحل نہ شرف میں قدر ہیں
حاضر نہ تھا ۔ شمار ہوا اہل بدر میں

مشکل کشا علی ۔ پدر بنت مصطفیٰ
ہارون مثال نصر طریقت شہ ہدیٰ

شرح شریعت و در اسرار باصفا
جس سے صدا بہار ہے گلزار اولیا

فیض نبی سے فاتح خیبر خطاب ہے
جو بات ہے ۔ خدا کی قسم ۔ لاجواب ہے

مجھکو اس نظم کی شاعرانہ حیثیت سے کوئی تنقید نہیں کرنا ہے ۔ نہ اردو زبان اور محاورات کی حیثیت سے کچھ لکھنا ہے ۔ کیونکہ یہ کام ماہرین زبان و ماہرین فن کا ہے مجھے تو ہر چہار بند کے مضامین کی تحسین کے ساتھ صاحب فصل الخطاب اور انکے ہمنواؤں کو یہ دکھانا ہے کہ احسن الانتخاب میں تو کہیں پر حضرت علیؓ اور خلفاء ثلثہؓ کا موازنہ نہیں کیا گیا ہے ۔ نہ کہیں پر کسی ایک کے مقابل میں لا کر فضیلت دیگئی ہے ۔ لیکن عام خطبات (نماز جمعہ و عیدین) علماء اہلسنت والجماعتہ کی طرح ہمارے عم مکرم مدظلہ نے خورشید بدر میں حسب فضائل حاضرہ علی الترتیب سب کے مناقب لکھے ہیں اور جمیع علماء کے دستور کے مطابق فضائل ترتیبی کو صرف ترتیب اشعار سے نباہا ہے ۔ لیکن انفرادی فضائل میں اس کا کہیں پر لحاظ نہیں فرمایا ہے کہ کسی خلیفہ کے فضائل انکے سابق خلیفہ سے کسی طرح بڑھنے نہ پائیں (اور ایسا وہ کیوں کرتے ۔ کیونکہ یہ مشرب ہی اہلسنت والجماعتہ کا نہیں ہے) یہاں تک کہ حضرت علیؓ کے فضائل و مناقب حضرت ملا نظام الدین قدس سرہ کے مشہور خطبہ جمعہ کی طرح سب سے زیادہ وزنی لکھے ہیں ۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ ۔ کیونکہ انھوں نے تو حضرت صدیقؓ کی منقبت میں ایک جامع فقرہ "افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق" ایسا لکھدیا ہے کہ اس نہج میں اس وزن کا اور فقرہ کسی اور خلیفہ مابعد کی منقبت میں نہیں لکھ سکے ہیں ۔ مگر ہمارے

عم مکرم مدظلہ نے اس کی پابندی بھی نہیں فرمائی ہے۔ بلکہ روافض کی طرح اور آپ کے ساتھ معتقد
مناقب میں سے جو جو مناقب جن جن خلیفہ کے یاد آئے نظم فرما دیئے۔ عام اس سے کہ
معنوی حیثیت سے الفاظ کسی کے لئے بھی وزنی ہو جائیں۔ اور یہی صحیح طریقہ حفظ مراتب
بین الخلفاء الراشدین کا ہے نہ یہ کہ اور جس صحابی یا جس ولی یا جس انسان کی مداحی
میں جو چاہیے لکھیے۔ کچھ مضائقہ نہیں۔ لیکن حضرت علیؓ کی منقبت جہاں لکھنے بیٹھے تو پہلے
یہ تخفیف اپنے دل میں لیکر بیٹھے کہ حضرت علیؓ کی شخصیت معاذ اللہ منہا خلفاء ثلثہ کے فضائل
کی راہ میں گویا کہ ایک کانٹا ہے لہذا کوئی فقرہ خلفاء ثلثہ کے متعارف اور مشہور فضائل
سے زیادہ وزنی نہ ہونے پائے۔ چاہے آپ کو اس مقام پر خلفاء ثلثہ کا تذکرہ کرنے کی
بھی ضرورت نہ ہو اور نہ ذکر کیا ہو۔ ورنہ آپ خلفاء ثلثہ کے حضور میں باغی ٹھیر جائیں گے۔
اس ذہنیت سے جہاں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے دل میں حضرت علیؓ کی تنقیص و استخفاف
کس قدر ہے وہاں یہ بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خود خلفاء ثلثہ کے فضائل کے بارہ
میں آپ لوگوں کی ذہنیت نہایت محدود ہے کہ ذری سے بات میں آپ کے نزدیک
ان کی تنقیص لازم آنے لگتی ہے۔ ارے صاحب! جن حضرات کے فضائل لاتعد
ولاتحصیٰ ہوا کرتے ہیں۔ ان کے بارہ میں کہیں کسی کو یہ اندیشہ ہوا کرتا ہے کہ اگر ان کے
سوا کسی کے فضائل زیادہ بیان ہوں گے تو ان کے فضائل میں کمی آجائیگی۔ یہیں
پر سے آپ لوگوں کی بلند پروازی کی حقیقت کھل گئی کہ جن کے لئے آپ حضرت علیؓ کے
منقبت نگار سے بلکہ بالفاظ دیگر خود حضرت علیؓ سے بے وجہ بے سبب لڑ رہے ہیں
آپ کی نظر میں خود انکی ہی وہ وقعت وعظمت نہیں ہے جو ہونی چاہئے۔

بہت ممکن ہے کہ مخالفین ملا نظام الدین فرنگی محلی قدس سرہ کے خطبہ کو ٹھکرا دیں
(کیونکہ غالباً بدھن علماء نجد کے سامنے انکی حقیقت ہی کیا ہے) اور بہت ممکن ہے کہ جناب
عم معظم کو مجبور کرکے ان سے اس مسدس میں اگلی اشاعت میں ترمیم کرا دیں۔ لہذا میں

کنز العمال سے منجملہ اس مضمون کی بہت سی حدیثوں کے دو تین حدیثیں نقل کئے دیتا ہوں اگر مخالفین ان حدیثوں کو بھی نعوذ باللہ منہا ٹھکرا دیں گے تو بھی مجھے یہ یقین ہے کہ ناظر غیر مناظر پر امر حق واضح ہو جائیگا۔

(۱) جناب مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب پھلواروی شمس المعارف حصہ دوم مکتوب سی و یکم میں صفحہ ۹۶ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکرؓ نظیر ابراہیمؑ و عمرؓ نظیر موسیٰؑ و عثمانؓ نظیر ہارونؑ و علیؓ بن ابی طالب نظیری - من سرہ ان ینظر الی عیسیٰؑ بن مریمؑ فلینظر الی ابی ذر الغفاریؓ (کنز العمال جلد ۶ - صفحہ ۱۹۳) ترجمہ یہ ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ابراہیم علیہ السلام کی نظیر ہیں اور عمر رضی اللہ عنہ موسیٰ علیہ السلام کی نظیر ہیں اور عثمان رضی اللہ عنہ ہارون علیہ السلام کی نظیر ہیں اور علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ میری نظیر ہیں - جس کی خوشی یہ ہو کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے تو اسے چاہئے کہ ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ کو دیکھے -

(۲) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ابوبکر و عمر منی کبمنی فی راسی و عثمان بن عفان منی کلسانی فی فمی و علی ابن ابی طالب منی کروحی فی جسدی اخرجہ ابن النجار (کنز العمال جلد ۶ کتاب الفضائل صفحہ ۱۵۹) ترجمہ - ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما مجھ سے ہیں جیسے میرے سر میں میری دونوں آنکھیں - اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں جیسے میرے منہ میں میری زبان اور علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ مجھ سے ہیں جیسے میرے جسم میں میری روح نکالا اسکو ابن النجار نے -

(۳) براءؓ ابن عازب سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی منی بمنزلۃ الراس من جسدی - اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی منی بمنزلۃ راسی من بدنی ۔ یعنی علیؓ میرے لئے ایسے
ہیں جیسے میرے جسد یا بدن کیلئے سر ہے ۔ قربان جایئے مخبر صادق کے کہ پہلی دونوں
حدیثیں ہمارے مضمون ما فی البحث کے علاوہ اس امر کو بھی صاف بتا رہی ہیں کہ ہمارے
سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کو خدائے تعالیٰ نے ان سب باتوں کا علم دیدیا تھا
جو کہ آپ کے وقت وفات سے لیکر آج تک ہونیوالا تھا اور ہوا اور آئندہ ہوگا۔ ہمارے
مخالفین جو در اصل بوجہ اپنے مذہب کے علم غیب رسول کے بھی منکر ہیں ان تینوں حدیثوں
کو غور سے پڑھیں اور اپنے اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں ۔
ملاحظہ ہو کہ پہلی دونوں حدیثوں میں آنحضرت نے ترتیب خلافت کو جس کی کہ بنا م
آنحضرت نے اپنی کسی وصیت پر نہ رکھی تھی بلکہ اجماع امت پر رکھی تھی اور جس کا یوں
ظہور پذیر ہونا آنحضرت کے علم میں محض خدا کی طرف سے تھا اسی طرح سے محض
ترتیب عبارت سے نبا ہا تھا جیسے کہ آج ہمارے علماء خطبات جمعہ وعیدین میں
نباہتے ہیں ۔ اس کے بعد ذاتی فضائل ہر ایک کے ایسے بیان فرمائے ہیں جس کے
لئے مجھے مزید تشریح کی ضرورت ہی نہیں ۔ صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ پہلی
حدیث صاف یہ بات بتا رہی ہے کہ ان خلفاء اربعہ بلکہ صحابہ خمسہ میں تفضیل و
تفاضل اسی طرح ہے جس طرح ان انبیاء علیہم السلام میں کہ جن کے اسماء گرامی
اس حدیث شریف میں واقع ہیں ۔ کہ جس کی مجمل بلا تشریح خبر خدائے قدیر نے
تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض الخ فرما کر دی ہے (یعنی یہ پیغمبران ہیں کہ انمیں سے
بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی ہے)۔ اگر کہا جائے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ
مجھے حضرت موسیٰ پر تفضیل نہ دو (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۲۷) اور اسی طرح اور انبیاء
علیہم السلام کے نام لے کر ان پر تفضیل دینے کی ممانعت فرمائی ۔ تو میں آمنا وصدقنا
کہکر یہ عرض کردوں گا کہ اسی کے ساتھ آنحضرت نے یہ بھی تو فرمایا ہے کہ میں سید الانبیا

ہوں سید البشر ہوں۔ سید اولاد آدم ہوں اور اس پہ مجھے فخر نہیں (جلد ۶ صفحہ ۱۰۱ کنز العمال)
پس جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سید الانبیاء و سید البشر و سید اولاد آدم ماننا داخل ایمان
ہے اور اس سے حضرت ابراھیم علیہ السلام و حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت ہارون علیہ السلام
کی کوئی تنقیص نہیں ہوتی۔ ویسے ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی نظیر سید الانبیاء نظیر
سید اولاد آدم و نظیر سید البشر سمجھنا یعنی سید البشر بعد الانبیاء سمجھنا داخل ایمان ہے اور اس سے
افضل البشر بعد الانبیاء نظیر حضرت ابراھیم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے افضل البشر
بعد الانبیاء ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سید الانبیاء
و سید البشر و سید اولاد آدم ہونے سے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم
علیہ السلام کی فضیلت ابوت وغیرہ میں کوئی فرق نہیں آیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون
علیہ السلام کی سابقیت زمانی پر کوئی اثر نہیں پڑا۔

دوسری حدیث اس سے بھی زیادہ صاف ہے۔ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما
کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھیں قرار دیا ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
کو اپنی زبان اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنی روح۔ ظاہر ہے کہ آنکھیں اور زبان
بڑی بڑی نعمتیں ہیں۔ اور کارخانہ حیات کیلئے انکی موجودگی نہایت ضروری ہے اور آنکھوں
کو زبان پر من حیث بلندی مقام فضیلت بھی ہے۔ اسی لئے حضرات شیخین کے زمانہ میں
فتوحات اسلامی زیادہ ہوئے یعنی آنکھوں کی نظریں جہاں تک پہونچیں وہ مقام مفتوح
ہوگیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے قرآن شریف کی اشاعت ہوئی۔ لیکن
روح ان سب سے جداگانہ شے ہے اور ایسی جداگانہ کہ یہ بحث ہی پیدا کرنا ایک لایعنی بات
ہے کہ آیا آنکھوں اور زبان کو فضیلت ہے یا روح کو۔ نیز آنکھوں اور زبان کے فنا
ہوجانے سے روح کا فنا ہوجانا یا بیکار ہوجانا لازم نہیں آتا۔ لیکن روح کے معدوم ہوجانے
سے آنکھیں اور زبان قطعی بیکار و معطل ہوجاتی ہیں۔ چنانچہ روح رسول یعنی حضرت علی

کرم اللہ وجہہ اس تمام مدت میں آنکھوں اور زبان یعنی حضرات خلفاء ثلثہ کے ساتھ رہے تب کام چلا۔

تیسری حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلا موازنہ کسی اور صحابی کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے سر مبارک سے تشبیہ دی ہے۔ اس حدیث کو اگر دوسری حدیث سے ملاکر دیکھئے تو سمجھ میں آتا ہے کہ آنکھیں اور زبان سر کے اجزاء ہیں اور ایسے اجزاء جن کے بغیر سر ناقص رہتا ہے۔ لیکن اگر سر معدوم ہو جائے تو آنکھیں اور زبان معدوم ہو جائینگی۔ چنانچہ اسی مقام سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ لولا علی لہلک عمر (یعنی اگر علی کرم اللہ وجہہ نہوں تو عمر رضی اللہ عنہ ہلاک ہو جائیں) مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔ ؎

رافضی انگشت در دندان بماند ہم علیؓ و ہم عمرؓ آمیختند

احسن الانتخاب میں بھی صفحہ ۳۰، ۳۱ پر اس طرح کی احادیث کے ترجمے نقل کئے گئے ہیں جن سے صاحب احسن الانتخاب کی بے لوثی صاف نمایاں ہے۔ فرماتے ہیں "آنحضرتؐ نے ان خلفاء راشدین کے ایسے اوصاف بیان فرمائے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہی خلافت حقیقی کے مستحق تھے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری امت میں سب سے زیادہ رحمدل ابوبکرؓ اور خدا کے بارہ میں سب سے زیادہ بولنے والے عمرؓ اور سب سے زیادہ حیا دار عثمانؓ اور سب سے بڑے قاضی علیؓ بن ابی طالب ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر تم ابوبکرؓ کو امیر بناؤگے تو انکو امین۔ دنیا کو حقیر سمجھنے والے اور آخرت کے شائق پاؤگے اور اگر عمرؓ کو امیر بناؤگے تو ان کو قوی و امین پاؤگے جو خدا کے بارہ میں ملامت کا خوف نہ کریں گے اور اگر علیؓ کو امیر بناؤگے۔ میرا خیال ہے کہ تم ایسا کروگے اگر کروگے تو ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ پاؤگے حضرت ابوبکرؓ کے متعلق فرمایا کہ تم پہلے شخص ہوگے جو میری امت میں سے جنت میں داخل ہوگا تم حوض کوثر پر میرے رفیق ہوگے۔ غار میں بھی میرے رفیق تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے

متعلق ارشاد ہے کہ گذشتہ امتوں میں محدثین تھے اگر میری امت میں محدث ہوگا تو وہ عمرؓ ہوں گے۔ حضرت عثمانؓ کے متعلق ارشاد ہوا کہ جس سے فرشتے شرماتے ہیں کیا میں اس سے نہ شرماؤں اور پیغمبر کے رفیق ہوتے ہیں۔ میرے رفیق جنت میں عثمانؓ ہوں گے جناب امیر کرم اللہ وجہہ کے متعلق فرمایا کیا تمکو یہ پسند نہیں کہ تمکو میرے ساتھ وہی نسبت ہو جو ہارونؑ کو موسیٰ سے تھی۔ کل میں ایسے شخص کو علم دوں گا کہ جو اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ اور رسول اُسے محبوب رکھتے ہیں۔ ان اوصاف کیساتھ منصب نبوت سے جو کام تعلق رکھتے تھے۔ آنحضرت نے اپنی حیات میں ان حضرات سے وہ کام لئے۔ مثلاً حضرت ابوبکرؓ کو امیر الحج مقرر فرمایا اور اپنی جگہ امام بنایا حضرت عمرؓ کو بعض غزوات میں امیر بنایا۔ اور صدقات مدینہ کا عامل مقرر فرمایا۔ مسلمانوں کے معاملہ میں ہمیشہ شیخین سے مشورے کئے۔ حضرت عثمانؓ سے صلح حدیبیہ کے زمانہ میں سفارت کا کام لیا اور جناب امیرؓ کو یمن کا قاضی مقرر فرمایا اور تبلیغ سورہ برات کرائی۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت سے جو وعدے فرمائے تھے وہ ان حضرات کے زمانہ میں پورے ہوئے مثلاً اقامت صلوٰۃ ایتاء زکوٰۃ امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور تمکین وتقویت سے۔ وہ وعدے پورے ہوئے۔"

المختصر تفضیل شیخین رضی اللہ عنہما اور فضائل حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا جہاں پر احادیث میں اور بزرگوں کے کلام میں مقابلہ وموازنہ کیساتھ تذکرہ ہے وہ مشتے نمونہ از خروارے بیان کیا گیا۔ باقی اس سے کوئی اہلسنت انکار نہیں کرسکتا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے اوپر شیخین رضی اللہ عنہما کو فضیلت دی ہے اور شیخین رضی اللہ عنہما نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو۔ نہ احسن الانتخاب میں اس سے انکار کیا گیا ہے۔ نہ کہیں شیخین رضی اللہ عنہما سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اس طرح کا موازنہ کیا گیا ہے کہ بالموازنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہر وجہ فائق ثابت ہوں نہ کہیں پر تفضیل شیخین من وجہ یا تفضیل خلفاء ثلاثہ نہ بر بناء ترتیب خلافت سے انکار کیا گیا ہے۔ اس کے مولف صاحب پر اس قسم کے اعتراضات محض تہمت ہی

تہمت اور افترا ہی افترا ہیں اور اس کی دلیل کہ اعتراض کرنے والوں کے دلوں میں یا تو حضرت علی کے فضائل سن کر خواہ مخواہ کی ہوک اٹھتی ہے یا مولف کتاب سے ذاتی پرخاش ہے۔ جناب موصوف نے تو یہاں تک احتیاط کی ہے کہ جو حدیثیں راقم الحروف نے موازنہ خلفاء اربعہ کے بارہ میں ابھی کنز العمال سے نقل کیں ہیں وہ انھوں نے نہیں نقل کیں کیونکہ انمیں بالموازنہ حضرت علیؓ کی گونہ تفضیل نکلتی تھی اور بقیہ نقل کیں (جن کا ترجمہ اوپر پیش کیا گیا) جنمیں ہر ایک خلیفہ رشید کے فضائل جداگانہ ہیں اور کسی ایک کی دوسرے پر فضیلت نہیں پائی جاتی۔

عرصہ پچیس تیس سال کا ہوا مولوی سمیع علی صاحب مرحوم کاکوروی نے ایک کتاب نفحات التسنیم مخدوم زادگان کاکوروی کے نسب کے بیان میں لکھی تھی۔ حال میں مولوی حاجی امیر احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر پنشنر نے اُسے دوبارہ مع ان اختلافات کے شایع کیا ہے جو طبع اول کے بعد سے ۲۰ شوال ۱۳۵۲ھ تک نشوونمار خاندانی کی وجہ سے لابدی قرار پائے ہیں۔ جناب موصوف اس تازہ اڈیشن کے صفحہ ۱۰۸ میں تحریر فرماتے ہیں۔ "مولوی مصطفیٰ حسن علم و فضل میں اپنے سب اخوان و بنی اعمام سے فائق ہوئے انھوں نے دارالعلوم دیوبند ضلع سہارن پور سے درسیات کی تکمیل کرکے سند فضیلت حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کی ڈگری پائی۔ اور فارسی میں اعزازی نمبر حاصل کئے۔ وہیں سے انگریزی میں بی۔ اے۔ کا امتحان پاس کیا اب لکھنؤ یونیورسٹی سے ایم۔ اے کا امتحان دینے والے ہیں اور اس امتحان کے ابتدائی درجہ میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ انھوں نے ملّا کا امتحان بھی الٰہ آباد سے پاس کیا ہے۔ وہ لکھنؤ یونیورسٹی میں ملازم ہیں۔ شاعری سے بھی ذوق ہے۔ فریاد تخلص کرتے ہیں۔ اللہ چشم زخم سے محفوظ رکھے" آمین ثم آمین۔ (ص ۱۰۸)

"کوئی دوسرا شخص اس جامعیت کا قصبہ کاکوری میں موجود نہیں ہے" اللہ اس جامعیت میں روز بروز ترقی دے۔ (ص ۱۰۸)

مولوی مصطفیٰ حسن غالباً وہی نونہال وطن ہیں جن کی طرف ان کے ہمخیال و ہمنوا فصل الخطاب کو منسوب کرتے ہیں اور جنھوں نے فصل الخطاب کے لوح میں بجائے اپنا نام لکھنے کے "محب النبی و آلہ الامجاد" لکھدیا ہے تب سے ان کے ہمنوا بھی بجائے انکا نام لینے اور لکھنے کے انکو "مولوی محب النبی" کہتے اور لکھتے ہیں۔ اور بعض ہمنواؤں کے نزدیک فصل الخطاب کی تصنیف بھی ان کی مذکورۂ بالا جامعیت میں ایک خاص اضافہ ہے۔

راقم کے نزدیک بھی مذکورۂ بالا خوبیوں کے اجتماع میں ان کو نہ صرف عام برادران وطن میں طرۂ امتیاز حاصل ہے بلکہ ماشاء اللہ چشم بددور اپنے اب وعم اور آباؤ اجداد پر بھی فضیلت ہے کیونکہ دارالعلوم دیوبند کی سند فضیلت۔ پنجاب یونیورسٹی کے منشی فاضل کی ڈگری (فارسی میں اعزازی نمبروں کے ساتھ) انگریزی میں۔ بی۔ اے اور ایم۔ اے کی ڈگریاں اب تک انہیں سے بھی کسی میں جمع نہیں ہوئی تھیں۔ اسپر صرف جناب ڈپٹی صاحب نہیں بلکہ تمام عوام قصبہ جس قدر فخر کریں بجا ہے اور راقم الحروف ان عوام میں شامل ہے چشم ما روشن و دل ناشاد۔

مگر اسی فخر و مباہات میں جناب ڈپٹی صاحب کی ہمنوائی کرتے ہوئے مجھے مولوی مصطفیٰ حسن صاحب سے یہ عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جناب ڈپٹی صاحب تو دنیائے اردو کے مشہور اہل قلم ہیں۔ ذرا ان سے پوچھئے تو کہ اس فقرہ زیر خط سے آپ کے اب وعم کی شان بزرگی اور آپ کے آباؤ اجداد کی فضیلت اُبوّت و فضائل ذاتی کی آپکے مقابلہ میں کوئی تنقیص تو نہیں ہوتی؟ غالباً وہ جواب میں یہی فرمائیں گے اور بجا فرمائیں گے کہ "نہیں"۔ تب میں آپ سے تخاطب جاری رکھنے کے بجائے ناظرین سے مخاطب ہوکر انصاف طلب ہوں گا کہ پھر (بلاتشبیہ) احسن الانتخاب کے اس فقرہ سے حضرت علیؓ کے معاصرین و سابقین میں سے کسی شخصیت کی بھی کیا تنقیص ہوتی۔

"حق یہ ہے کہ ابوالبشر کی اولاد میں ایسے صفات حسنہ مجتمعہ کا انسان پیدا ہی نہیں ہوا

کہ جو ایک طرف سراپا خاک بنا ہوا ہو اور دوسری طرف نور پاک۔ جس کو زبان نبوت کبھی قم یا ابا تراب کے لقب سے مخاطب کرے اور کبھی انا و علی من نور واحد کے شرف سے سرفراز فرمائے'' (احسن الانتخاب صفحہ ۴)

''یوں تو تمام صحابہ کو افضل ترین خلق بعد الانبیاء اور ان میں عشرہ مبشرہ کو بہترین صحابہ اور ان میں خلفاء اربعہ کو بہترین عشرہ سمجھتا ہوں مگر اُن میں جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ کو من حیث جامعیت فضائل منفرد الذات اور سب سے بہتر سمجھتا رہا''۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ معترضین نے من حیث جامعیت فضائل اور من حیث صفات حسنہ مجتمعہ کے مفہوم کو فضیلت من کل الوجوہ کا مرادف کیونکر قرار دیا ہے۔ کیا ایک فاضل کو من حیث جامعیت فضائل اور من حیث صفات حسنہ مجتمعہ سب سے بہتر سمجھنے سے دوسرے فاضلین کی مخصوصہ فضائل کی کوئی تنقیص لازم آسکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ اگر آسکتی ہے تو جناب ڈپٹی صاحب کے فقرہ ''کوئی دوسرا شخص اس جامعیت کا قصبہ کاکوری میں نہیں ہے'' سے بھی عموماً تمام عمائدین قصبہ کی اور خصوصاً مولوی مصطفیٰ حسن صاحب کے ابِ عم کی تنقیص لازم آتی ہے۔ جیسے کہ جناب ڈپٹی صاحب کے فقرہ میں ''اس جامعیت'' کی تشریح و تقیید مولوی مصطفیٰ حسن صاحب کے امتحانات اور اسناد سے کی گئی ہے اسی طرح فقرات محولہ میں ''صفات حسنہ مجتمعہ'' کی تقیید اس کے بعد والے فقرات سے اور منفرد الذات اور سب سے بہتر کا دفع دخل ''من حیث جامعیت فضائل'' کے الفاظ سے ہوتا ہے۔ اگر ہٹ دھرمی چھوڑ دی جائے تو ان فقرات میں کوئی اعتراض کی بات ہی نہیں ہے

اس کے بعد صفحہ ۴۲ سطر ۱۰ احسن الانتخاب لفظ خلافت سے لیکر صفحہ ۴۴ سطر ۱۲ لفظ خصوصاً تک جس کا دل چاہے پڑھکر دیکھے۔ وہاں پر خلفاء ثلثہ کے فضائل و مناقب کا اگرچہ کوئی محل نہ تھا مگر اسی ترتیب سے ہر چہار خلفاء کے فضائل اور کارناموں کا مولف محترم نے ذکر کیا ہے۔ کیا یہ مضامین کوئی شیعہ عقائد والا شخص لکھتا جس کی تہمت ان پر

دیجاتی ہے صفحہ ۷،۵۴ سطر ۱ سے صفحہ ۵۴،۳ سطر ۹ تک بھی ملاحظہ طلب ہے۔

(۲) متعلقہ امیر معاویہؓ وغیرھمؓ:۔ صاحب احسن الانتخاب مدظلہ مشاجرات صحابہؓ لکھنے کے ہرگز مشتاق نہیں مگر ظاہر ہے کہ اس امر سے مجبوری تھی کہ احسن الانتخاب میں حضرت علیؓ کے حالات و واقعات زندگی لکھنا تھے۔ حالات زندگی جنگ جمل اور جنگ صفین کا ذکر کئے بغیر ناقص رہتے۔ جنگ صفین کا حال بغیر امیر معاویہؓ کے ذکر کے ممکن ہی نہ تھا۔ لامحالہ اُن کا اور اُنکے شرکا کا ذکر کئے بغیر چارہ نہوا۔ ذکر وہ اس کے سوا اور کہاں سے لاتے جو کتب معتبرہ میں لکھا ہوا ہے۔ اس کے سلسلہ میں ان پر جو الزامات دیئے گئے ہیں انکا خلاصہ یہ ہے۔ سبّ و شتم نام بغیر الفاظ تعظیمی کے لکھنا۔ ان پر الزامات تراشنا۔ انکی خطاء کو خطاء منکر قرار دینا۔

سبّ و شتم کے الزامات سے بحمد اللہ وہ ویسے ہی بری ہیں جیسی کہ حضرت علیؓ نے خون حضرت عثمانؓ سے اپنی برارت ظاہر فرمائی۔ اس الزام کے لئے جو فقرات احسن الانتخاب سے منتخب کر کے استفتاء میں لکھے گئے ہیں وہ کوئی سبّ و شتم کی تعریف میں نہیں آتے اور وہ فقرات بھی دوسری کتابوں کے ہیں جن کے اکثر حوالے دیئے ہوئے ہیں نہ اُنکے ذاتی الفاظ۔ (اور جہاں حوالہ رہ گیا یا غلط ہو گیا ہے وہ سہو کتابت ہے) تفصیلی جواب بعد میں عرض کرونگا یہاں پر صرف تفریح الاذکیا مطبوعہ صفحہ ۱۵۲ سطر ۱۳ کا حوالہ دینا کافی ہے جہاں پر سبّ و شتم کی حسب ذیل تشریح لکھی ہوئی ہے۔

> "اور اگر مراد سبّ و لعن سے اسی قدر ہے کہ اُنکی حرکات کو برا کہنا اور برا جاننا۔ پس بلاشبہ اہل تحقیق کے نزدیک یہ امر واقع ہے اور اگر سبّ سے لعن و شتم مراد ہے۔ تو معاذ اللہ کوئی اہل سنت اسکا قائل نہیں۔ کیونکہ فاسق اور مرتکب کبیرہ کے واسطے استغفار ہے۔ پس لعن حرام ہے۔ خاصتہً وہ صحابی تھے۔ شفاعت حضرت رسول مقبول و عفو حضرت امیر المومنین ان کے حق میں اور فاستغفر لهن

سے زیادہ تر موضع ومرجوح ہے۔ کذا قال استاذ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ فی الجواب الخامس من الاسولۃ العشر"۔

اس کے بعد بھی صاحب تفریح الاذکیا کی اولاد میں سے کوئی صاحب یہ فرمانے کو تیار ہیں۔ کہ احسن الانتخاب کے فلاں صفحہ میں "لعن" یا "سب وشتم" کی اس تعریف میں آجانیوالے الفاظ موجود ہیں جو صورت ثانیہ میں مترتب ہوتی ہے۔

نام[۲] بغیر الفاظ تعظیمی لکھنے پر اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جن عبارتوں میں نام آیا ہے وہ عبارتیں جن جن کتابوں سے ماخوذ ہیں انمیں اکثران کا نام اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ دور کیوں جایئے بخاری شریف مطبوعہ ہی کے صفحہ ۱۲۱ پارہ ۱۴ جلد ۳ کو ملاحظہ فرمایئے۔ سُرخی پر حضرت "ذکر معاویہ رضؓ بن ابی سفیان" لکھا ہے کوئی الفاظ تعظیمی نہیں لکھے حالانکہ اور اصحاب کے ذکر کے سرخیوں میں الفاظ تعظیمی بھی لکھے ہیں۔ صحابہ کبار کے حالات کی سرخیوں میں "مناقب" کا لفظ لکھا ہے۔ بخلاف اس کے یہاں پر "ذکر" کے لفظ پر اکتفا کی ہے۔ اسی طرح حضرت شیخ عبدالحق رحؒ دہلوی اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحؒ دہلوی اور حضرت ملا نظام رحؒ الدین فرنگی محلی اور حضرت امام نسائی وغیرھم کی کتابیں جسکا دل چاہے دیکھ لے۔

۱۰ الزامات[۳] تراشنے کا جو الزام ہے اُس کا حال بھی یہی ہے کہ اُنھوں نے جو کچھ لکھا ہے نقل سے لکھا ہے اور حوالہ برابر دیتے گئے ہیں جن لوگوں کو الزامات تراشنے کا الزام دینا ہو وہ ان اکابر پر دیں جن کے حوالہ سے وہ الزامات منقول ہیں۔ غلط تاویل اور غلط معانی نکالنے کے متعلق جو انفرادی اعتراضات ہیں ان کے انفرادی جوابات کیلئے رفع الحجاب ملاحظہ ہو۔

خطاء[۴] اجتہادی اور خطاء منکر خطاء کی دو قسمیں ہیں اور صحابہ سے ان دو میں سے کسی کا سرزد ہونا ممتنع نہیں۔ منکر کا سرزد ہونا ممنوع صرف عشرہ مبشرہ سے ہے۔ محفوظیت کا پروانہ اس سے اگر وسیع تر ہوا ہے تو وہ بھی صرف بدریین کے لئے۔ اور

ان سے بھی ارتکاب کا ممتنع ہونا نہیں ثابت ہے بلکہ جو کچھ سرزد ہوا ہو اس کا معاف ہو جانا ثابت ہوتا ہے۔ بلکہ گناہ کا بلاارادہ وعلم سرزد ہوسکنا تو شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۰۲ میں ملا سعدالدین تفتازانی نے انبیاء علیہم السلام سے بھی ممکن الوقوع لکھا ہے جس کا معاف ہو جانا یقینی ہے۔ اگر خطاء منکر کا ارتکاب عامہ صحابہ سے ممتنع قرار دیدیا جائے تو بعض صحابہ سے جو سرقہ یا زنا یا گناہ واقع ہوئے اور ان پر حد شرعی جاری کی گئی اور وہی حدود شرعی اسوقت قانون تعزیرات شرعی میں بمنزلہ عدالت عالیہ کی نظائر کے ہیں اور انھیں پر افتاء کا مدار ہے یا بعض صحابہ نے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی یا جنکے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعہ شہادت میں دراصل شرکت کی (اور انکی داڑھی نوچی اگر بالفرض یہ روایت صحیح ہو تو) ان سب خطاؤں کو کیا ناظرین خطاء اجتہادی قرار دینے پر اکتفا کرینگے۔ یا ان صحابہ کو دائرہ صحابیت سے خارج کہیں گے۔ اگر اجتہادی خطائیں تھیں تو وہ مستحق سزا کیوں ہوئے۔ لامحالہ یہ مسلم الثبوت ہے کہ خطاء منکر کا صحابہ سے ارتکاب ممتنع نہیں۔ اور اس کے قائل بھی وہ اپنی رائے سے نہیں بلکہ ملا جامیؒ اور شاہ عبدالعزیز دہلوی اور حضرت ملا نظام الدین فرنگی محلی اور حضرت ملا عبدالقدوس فرنگی محلی اور امام نسائی بلکہ کثیر علماء متقدمین و متاخرین کی رائے کے مطابق ہیں

محاکمہ

انّ فی اصحابی منافقون

میرے اصحاب میں منافقین بھی ہیں

یہ حدیث چاہے کسی پایہ کی ہو مجھے اسکی تنقید نہیں کرنا ہے بلکہ یہاں پر منافقین کے متعلق کچھ لکھنا ہے۔ منافق اسم فاعل ہے نفاق کا اور اصطلاحاً منافق اُسے کہتے ہیں جو ظاہر میں اسلام لایا مگر دراصل مسلمان نہ تھا۔ قرآن شریف ناطق ہے کہ ایسے اشخاص زمان رسالت میں موجود تھے۔ یہ حدیث بھی اُنھیں کیطرف اشارہ کرتی ہے۔

بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بچشم ظاہر تین قسم کے لوگوں نے
کی ہے۔ صحابہ۔ منافقین۔ کفار۔ صحابہ کا طبقہ مسلمین کے سب طبقات سے افضل و اعلیٰ
ہے۔ بلکہ انبیاء علیہم السلام کے بعد عند اللہ و عند الرسول اسی طبقہ کا مرتبہ ہے۔ منافقین و
کفار از روئے آیات قرآنی و احادیث صحیحہ ناری ہیں۔ اور جن کفار و منافقین نے آنحضرت
کی زیارت کی اور زبان مبارک سے دعوت اسلام سنی اور ایمان نہیں لائے وہ ان کفار و
منافقین سے زیادہ شقی و بدبخت تھے جو آنحضرت کے بعد پیدا ہوئے۔ اب دیکھنا یہ ہے
کہ اس وقت کی موجودہ ہستیوں میں سے از روی نقل صحیح کون کون ہستی انہیں سے کس کس
طبقہ میں شمار ہوتی ہے۔ اس کا آسان طریقہ ہمارے سلف صالحین نے یہ اختیار کیا ہے
کہ صحابۂ کرام علیہم السلام کی فہرستیں اور حالات کی کتابیں مدون کرلی ہیں اور اسی ضمن میں
خاص خاص منافقین کا تذکرہ اُن کے نفاق کی تشریح کے ساتھ لکھ دیا ہے۔ اور حق و باطل
میں تمیز کرنے کیلئے اتنا ہی کافی بھی تھا۔ کفار کی فہرست بنانے کی کوئی ضرورت نہ تھی نہ صحابہ
کو کفار سے متمیز کرنا کچھ مشکل تھا۔ البتہ بہت دشواریاں جس کام میں پیش آئی ہونگی وہ منافقین
و صحابہ میں امتیاز کرنے کا تھا اور فی الواقع تھا بھی یہ بہت بڑا نازک کام۔ زیادہ اہمیت کی
وجہ یہ تھی کہ اگر معاذ اللہ منہا صحابہ میں سے کسی کو غلطی سے منافق کہہ دیا جائے تو من ابغضہم فببغضی
ابغضہم (یعنی جس نے ان سے بغض کیا اس نے مجھ سے بغض کیا) کی وعید سامنے ہے اور اگر
کسی منافق کو صحابی کی تعریف میں لایا جاتا ہے تو بھی باطل کی حمایت اور ضلالت کو فروغ ہوا
جاتا ہے۔ مگر مقتضائے احتیاط یہی تھا اور ہونا چاہئے تھا کہ کسی منافق کو حسن ظن سے یا غلطی
سے با ایمان سمجھ کر صحابی کی تعریف میں تسلیم کرلینا اس سے بہتر ہے کہ کوئی صحابی منافقین کے
زمرہ میں شمار ہو جائے۔ چنانچہ منافقین کی فہرست میں آنحضرت کے معاصرین میں سے اگر
کسی کو داخل سمجھا جاتا ہے تو وہ بہت غور و خوض اور بہت تلاش و تفحص کے بعد۔ اسی لئے
منافقین کی فہرستیں نہیں دکھائی کوئی مدون علیحدہ فہرست اسوقت موجود نہیں ہے بلکہ

مقصد یہ ہے کہ اگر لکھی جائے تو اول وہ اشخاص ہیں جن کا نفاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظاہر ہوگیا اور آنحضرت نے خود ان کو منافق قرار دیدیا۔ ان کے نفاق میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں باقی ہے بقیہ مسلمین جن سے نفاق آنحضرت کے سامنے نہیں ظاہر ہوا اُن میں سے اولوالعزم صحابہ کرام مثل اصحاب بدر اور عشرہ مبشرہ اور بہت سے صحابہ کے متعلق (کہ جنمیں خلفاء راشدین و اہلبیت اطہار بھی شامل ہیں) ایسے آیات و احادیث وارد ہوگئے کہ جس سے انکے ایمان اور حسن خاتمت پر مہر تصدیق ثبت ہوگئی اور یہ طے ہوگیا کہ انکا شمار کبھی منافقین میں نہ ہوسکے گا۔ ان سے جو بچے انکا نفاق اگر بعد میں ظاہر ہوا تو وہ منافق سمجھے گئے اور اگر نہیں ظاہر ہوا تو انکا شمار اب تک صحابۂ کرام میں ہے۔

روایات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے آخری درجہ کے صحابہ کرام میں سے بعض بعض سے گناہ اور فسق کے افعال بھی سرزد ہوئے ہیں اور ان میں سے اکثر نے اس کی حدود شرعی برداشت کی ہیں اور بعد میں توبہ کی ہے۔ اور توبہ کرنے کی روایت ہم تک نہیں بھی پہنچی ہو تو بھی اہلسنت کے عقیدہ میں یہ ہے کہ ہم کو یہی حسن ظن رکھنا چاہئے کہ توبہ کرلی ہوگی۔ دوسری طرف جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے صحابہ کے مناقب میں احادیث ارشاد فرمائے۔ وہاں خلافت راشدہ کے بعد یہ بھی ہوا کہ لوگوں نے بہت سے احادیث تصنیف کرلئے۔ چنانچہ بنی امیہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت میں اور روافض نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی منقبت اور خلفاء ثلثہ کی منقصت میں احادیث وضع کئے۔ اسی لئے اہلسنت کے یہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی منقبت میں صرف وہی احادیث مقبول ہیں جو اہلسنت کی کتابوں میں اہلسنت سے مروی ہیں (اور وہ بھی بہت کثیر ہیں) اور امیر معاویہ کی منقبت میں جیسا کہ آگے چل کر ذکر ہوگا اکابر علماء کے نزدیک دراصل کوئی حدیث پایہ صحت کو نہیں پہونچی۔ آنحضرت کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اکثر اشخاص سے نفاق وارتداد ظاہر ہوا اور ان سے آپ نے جنگ کی اور اُن میں سے اکثر قتل ہوئے چنانچہ

انھیں میں سے وہ کاتب وحی بھی تھا جس نے مرتد ہو کر خود رسالت کا دعویٰ کیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں کے نفاق کا انکشاف اس وجہ سے روایات میں کم ہے کہ بیشتر ہستیاں غزوات و فتوحات میں مصروف رہیں اور جہاد اور تمدن کے جوش نے ان کو نفاق کی فرصت نہیں دی۔ نیز صولت فاروقیؓ اور جان کے خوف نے دم نہیں لینے دیا۔ اور دل کی دل ہی میں رہی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے ان کا ظہور کچھ ہونا شروع ہوا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں کھلم کھلا یہ لوگ میدان میں آگئے۔ ان میں سے نہروانیوں کا منافقین سے ہونا تو جمہور کا متفق علیہ ہی ہے۔ نہروانیوں میں بھی چند اشخاص ایسے تھے جنھوں نے آنحضرت کی زیارت کی تھی اور نمازیں اور عبادات تو ان کی مشہور ہی ہیں باایںہمہ وہ منافقین سے تھے منافق نہ ہو جاتے تو عامہ صحابہ میں شمار ہوتے۔ اہل صفین میں دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک وہ جن کے ذہن نشین یہ کرایا گیا تھا کہ جنگ صفین سے مقصد بجز قاتلین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے انتقام لینے کے اور کچھ نہیں۔ یہ لوگ خطاء اجتہادی پر تھے۔ دوسرے وہ اشخاص جو ظاہر میں خود اپنے کو قاتلین حضرت عثمان کا منتقم کہتے بھی تھے اور اپنے ساتھیوں کے ذہن نشین کرتے بھی یہی تھے۔ مگر ان کا مقصد اصلی یہ نہ تھا بلکہ دنیا طلبی اور خلیفہ وقت سے منہ موڑنا تھا یہ لوگ بالاتفاق علماء کے نزدیک خطاء منکر پر تھے۔ انہیں بھی دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک وہ جو صرف دنیا طلب ہی تھے۔ دوسرے وہ جو علاوہ دنیا طلبی کے خاندان رسالت اور اہلبیت سے بغض و عناد بھی رکھتے تھے۔ اُن کا بغض و عناد ان کو منافقین کی تعریف میں لاتا ہے کہ من ابغضہم فببغضی ابغضہم (یعنی جس نے ان سے بغض رکھا اُس نے مجھسے بغض رکھا یعنی شارع علیہ السلام سے) مگر ان میں سے حضرت امیر معاویہؓ حضرت عمرؓ بن عاص اور حضرت مغیرہ بن شعبہ اور ادر اُن اشخاص کے بارہ میں کہ جن کے نام شہرت صحابہ میں ہیں یہ لفظ استعمال کرنے سے اسلئے احتیاط کی جاتی ہے کہ یہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کے زمانہ سے زمرۂ عامۂ صحابہ میں شمار ہوتے آئے تھے اور بہت سے جہادات میں شریک ہوئے تھے اور بڑے بڑے کارہائے نمایاں کر چکے تھے اور غالباً اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ان کو منافقین کے زمرہ میں شمار نہیں کیا اور ان کے اخیر وقت میں شرمندہ ہونے اور توبہ کرنے کے بھی روایات (خصوصاً حضرت عمروؓ بن عاص) کے موجود ہیں۔ نیز متاخرین نے اس وجہ سے اور بھی احتیاط کی ہے کہ متقدمین تو بوجہ حکومت کی طرف سے زبان ہندی کے کچھ لکھ نہ سکے۔ اب گو امیر معاویہ کی مناقب میں جو احادیث مشہور ہیں وہ موضوع ہیں لیکن العلم عند اللہ۔ اگر ان میں سے کوئی حدیث موضوع نہ ہو بلکہ آنحضرت نے ایسا فرمایا ہی ہو تو یہی رائے قائم کرنے والے سے ایک صحابی کو منافق سمجھنے کا ارتکاب واقع ہو جائیگا جو بہت بڑی لغزش ہے۔ ان سب احتیاطوں کی وجہ سے بیشتر علماء اسی طرف گئے ہیں کہ وہ منافق تو بیشک نہیں ہو گئے تھے صحابی ہی تھے۔ لیکن ان سے یہ خطا یا منکر بمقتضائے بشریت واقع ہوئے۔ جنھیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جن کے مقابل میں کہ وہ امور سرزد ہوئے تھے امید ہے کہ معاف فرما دیا ہوگا۔ اور کسی ایک یا دو عام صحابی سے کسی گناہ کا سرزد ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت یزکیہم[1] کا ہرگز منافی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اول تو اس آیت میں بھی زیادہ تر اصحاب بدر اور اُن کے مساوی پایہ کے اصحاب مراد ہیں دوسرے[2] ہر چیز میں مستثنات ہوا کرتے ہیں تیسرے[3] وہ لوگ بھی تو آخر آنحضرتؐ کی زیارت کرنے والے ہی تھے جو آنحضرتؐ کے سامنے ایمان لائے۔ پھر منافق ہو گئے اور ان کی نماز جنازہ پڑھنے کی آنحضرتؐ کو قرآن شریف میں ممانعت نازل ہوئی۔ ان کا تزکیہ نفس آنحضرت نہ کر سکے لیکن آنحضرت کی صفت یزکیہم میں کوئی فرق نہیں آیا۔ تو جب عامہ صحابہ نفاق سے محفوظ ہے لیکن بمقتضائے بشریت کسی فسق یا گناہ کا وقوع ہو گیا تو اس سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت یزکیہم میں کیا فرق آ سکتا ہے۔ یہی کیا کم تزکیہ ان کا ہوا کہ وہ ببرکت زیارت آنحضرتؐ کافر سے مسلم ہو گئے۔ منافق سے با ایمان ہو گئے اور بہت سی برائیوں سے بچے۔ غیر صحابی سے بہر صورت افضل و فائق شمار ہوئے۔

[1] ترجمہ آنحضرت ان صحابہ کا تزکیہ یعنی صفائی نفس کرتے ہو،

چوتھے اگر منافی ہو تو اس تقدیر پر ابوجہل اور ابولہب بلکہ جملہ کفار کا ناری ہونا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی صفت وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین کے منافی ہو جائے۔ اب یہ کہ بعض علماء نے
اس سے بھی زائد احتیاط کی ہے اور ان خطاؤں کو اجتہادی کہا ہے۔ تو ہم پر لازم نہیں کہ ہم
انھیں کا اتباع کریں۔ کیونکہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے نزدیک انکا قول مرجوح ہے۔ اور اگر مرجوح
نہ بھی ہوتا تو بھی جیسا اوپر ثابت کیا جا چکا ہے عامہ صحابہ میں سے کسی سے جب گناہ کا سرزد
ہونا انھیں دائرہ صحابیت سے خارج نہیں کرتا تو ظاہر ہے کہ خطاء منکر کو خطاء اجتہادی ثابت
کرنے کا فائدہ ہی کیا مترتب ہوگا یہ بحث ہی ایک بے اصول اور لایعنی بحث ہے انکے اعمال
وافعال کی تنقید کرنا اور جو فعل جیسا ہے اسے ویسا سمجھنا اور کہنا ہرگز داخل طعن و تعریض یا شامل
سب و شتم نہیں ہو سکتا۔ البتہ لعن و شتم کے الفاظ انکی شان میں ہرگز نہیں استعمال کرنا چاہیے
جیسا کہ قبل ازیں تفریح الاذکیاء سے نقل ہوا۔ یہ ہے امیر معاویہ رض کے بارہ میں تمام بحث ومباحثہ
کا خلاصہ اور اسی کی تائید آگے چل کر مولوی عبدالقدوس فرنگی محلی کی تحریر سے بھی ہوگی
اور صاحب احسن الانتخاب نے اس سے کہیں بھی ایک حرف زائد نہیں لکھا ہے نہ ایسے
الفاظ لکھے جو لعن و شتم و سب کی تعریف میں آتے ہوں۔ اور جب تک تحریر کا یہ طریقہ عمل میں
نہ آئیگا آپ غیر مذہب والوں پر اپنے مذہب کے ہر پہلو کو روشن کبھی نہ ثابت کر سکیں گے۔
چنانچہ امام نسائی رح اور شاہ عبدالحق رح اور شاہ عبدالعزیز رح ایسے مبلغین مذہب نے یہی کیا ہے۔

"فصل الخطاب اینڈ کو" کو بڑا غلو اس روایت کے بارہ میں ہے جو احسن الانتخاب
صفحہ ۹۲ میں مسند امام احمد رح کے حوالہ سے لکھی گئی ہے۔ اس روایت کی جو تنقید اور تاویل
فصل الخطاب میں کیگئی ہے اس کا پورا پورا جواب صاحب رفع الحجاب نے دیا ہے اور علمی
حیثیت سے اس کے بارہ میں اب اور کچھ لکھنے کی ضرورت باقی نہیں ہے۔ "مگر فصل الخطاب
اینڈ کو" کی ذہنیت دکھانے کے لئے ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ یہاں پر میں اس روایت کا
اس روایت سے موازنہ نہ کروں جو اسی طرح کے مضمون کی حضرت علی رض کی طرف منسوب ہے۔ اور ان

دونوں روایتوں کو مع انکی حیثیتوں کے یکجا پیش کرکے یہ دکھاؤں کہ صحیح الخیال اہلسنت کو ان دو میں سے کس پر زیادہ جوش آنا چاہیئے تھا اور فصل الخطاب پارٹی کو کس پر آیا۔

وھو ھذا!

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک مخالف نے محض بربنار مخالفت مشہور کردیا کہ شراب حرام ہونے سے قبل حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ مجمع میں شراب پی کر نماز پڑھائی اور سورۂ کافروں میں کچھ کا کچھ پڑھ گئے جس پر آیت حرمت شراب نازل ہوئی۔ متاخرین میں مولوی شبلی نعمانی مرحوم نے بھی سیرۃ النبی جلد دوم میں حرمت شراب کی سند میں اس غیر محقق واقعہ کو لکھا ہے جس کی ان کے شاگرد رشید مولوی معین الدین ندوی نے خلفار راشدین صفحہ ۲۰۷ میں مخالفت بھی کی ہے۔ اگرچہ حرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے شراب پینا گناہ نہیں سمجھا جاتا تھا لیکن کمال تقویٰ کے خلاف ضرور تھا۔ حالات و واقعات سے کسی طرح یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دہن مبارک کبھی اس سے آلودہ ہوا ہوگا اس روایت کی پوری تحقیق سیرۃ العلویہ کی دوسری جلد نفائس المنن صفحہ ۱۲۵ لغایۃ ۱۲۷ پر فرمائی گئی ہے یہاں اُس کے دھرانے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی جن صاحب کو دلچسپی ہو اُسی میں ملاحظہ فرمالیں حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق روایت یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن بریدہ کہتے ہیں کہ میں اور میرے والد امیر معاویہؓ کے یہاں گئے فرش پر بیٹھے پھر ہم لوگوں کے لئے کھانا آیا ہمنے کھایا۔ پھر شراب آئی معاویہؓ نے پی میرے والد کو دی۔ میرے والد نے کہا جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو حرام کیا میں نے نہیں پی معاویہؓ کہنے لگے۔ میں جوانان قریش میں بہت خوبصورت تھا اس سے زیادہ کسی چیز میں لذت نہیں پایا سوائے دودھ اور خوش تقریر شخص کے۔ (تنقیدی اور جوابی مباحث کے لئے رفع الحجاب صفحہ ۲۷۰ لغایۃ ۲۹۱ ملاحظہ ہو)۔

مجھے اس مضمون پر جو کچھ لکھنا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق جو غیر محقق

روایت مولانا شبلی مرحوم اردو زبان میں لے آئے اس پر ہمارے علوی بھائیوں یا علمار فرنگی محل میں سے کسی کی نظر نہ گئی نہ علمار اہلسنت میں سے کسی صاحب نے اسکی تنقید کی۔ مولوی معین الدین ندوی نے "خلفار راشدین" میں اسکی مخالفت اور تاویل تب کی جب "نگار" میں ایک شیعہ اہل قلم صدائے احتجاج بلند کرچکا بلکہ امام احمد رحمتہ اللہ علیہ پر حملہ کرچکا۔ مولوی شبلی مرحوم کوئی ایسے شخص نہ تھے جن سے غلطی ہونا غیر ممکن الوقوع ہو نہ ایسے شخص تھے کہ وہ خود یا اُن کے کوئی شاگرد اپنی تحریر کی تنقید گوارا نہ کرسکتے ہوں چنانچہ بالآخر مولوی معین الدین ندوی ہی نے اُس مضمون کو صاف کیا۔ پھر نگار میں صدائے احتجاج بلند ہونے سے پہلے ہمارے وہ علمار کہاں چلے گئے تھے جو حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق اُسی طرح کی روایت سُننا گوارا نہیں کرسکتے ہیں۔ "فصل الخطاب" میں جو لغوی اور اصطلاحی تاویل لفظ شراب کی کیگئی ہے یہ وہی ہے جو اُن شیعہ اہل قلم کے جواب میں نیاز فتحپوری نے "نگار" کے کسی پرچہ میں کی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب فصل الخطاب اور اُن کے ہم قلم اُس سارے قصہ سے واقف ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ نیاز فتحپوری کی شخصیت علمار کے نزدیک جو کچھ ہے ظاہر ہے اور قطع نظر اس سے کہ اُس واقعہ پر وہ تاویلیں چسپاں ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو لیکن اس واقعہ کے متعلق "رفع الحجاب" کے صفحات مجولہ [illegible] تاویل کا لغو ہونا ثابت ہوچکا ہے میں تو اپنے ہموطن علوی زادوں پر آفریں کہتا ہوں کہ جن کو حضرت امیر معاویہؓ پر الزام شراب نوشی گوارا نہیں مگر حضرت علیؓ پر گوارا ہو گیا۔ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت علیؓ پر الزام قبل حرمت خمر شراب نوشی کا دیا گیا تھا مگر ان پر بعد حرمت کا ہے۔ لیکن کیا اُس الزام کو گوارا کر لینے سے علمار اہلسنت کا یہ دعویٰ قائم رہجاتا ہے کہ خلفار راشدین نے ایام جاہلیت میں بھی شراب نہیں پی۔ اور کیا اس قصہ پر چراغ پا ہونے سے امیر معاویہؓ کے وہ حالات داخل حقانیت ہوتے جاتے ہیں جو اس سے بھی زیادہ سخت تھے یعنی بغض اہلبیت و سب حضرت علیؓ۔ کیا ہمارے علوی بھائی بزعم خود اس کو کوئی افتخار نفس سمجھتے ہیں کہ اپنے حضرت علیؓ ایسے جد اعلیٰ پر ایسا لایعنی الزام گوارا کرلیں۔ اور اُن کے مخالفین کے

سر سے چھوٹے چھوٹے الزامات دفع کرنیکی غیر ضروری کوشش کریں۔ کہ جن کے قائم رہنے سے انکی صحابیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

(۳) اپنے بزرگوں کے خلاف بے راہروی۔ تفضیل شیخین کے متعلق صاحب احسن الانتخاب کے بزرگوں کا جو مسلک مخالفین نے روض الازہر صفحہ ۴۴۳ کے حوالہ سے ظاہر کیا ہے اُس سے اُنہیں احسن الانتخاب میں کہیں انحراف نہیں۔ اب حضرت مولفؒ روض الازہر کے دوسرے ارشاد "اولی دریں مباحث سکوت است" کی شرح میں یہ لکھنا باقی ہے کہ اس سے ان کا یہ مفہوم نہیں کہ وہ ان امور میں کوئی واضح عقیدہ نہ رکھنے کو اولی سمجھتے تھے کہ جو لا ادریوں کا طریقہ ہے بلکہ مفہوم یہ ہے کہ عقیدہ تو یہی طے شدہ ہے۔ کہ "تفضیل شیخین من وجہ ہے نہ من جمیع الوجوہ" لیکن اس کے بیان میں غلو کرنے کے بجائے سکوت اولی ہے اس سے دونوں مفہوم صاف ہیں۔ یعنی تفضیل میں غلو بھی مناسب نہیں اور انحصار تفضیل میں غلو بھی مناسب نہیں لہذا سکوت اولی ہے۔ چنانچہ احسن الانتخاب میں اس کی خلاف ورزی کہیں نہیں واقع ہوئی ہے۔ امیر معاویہؓ کے بارہ میں جو مآخذ صاحب روض الازہر کے ہیں بیشتر وہی صاحب احسن الانتخاب کے بھی ہیں۔ جب ایک مولف سے ایک مضمون حضرت مقدم الذکر نے اُنکے علم اور صدق کے اعتبار پہ لیا ہے تو کیا وجہ ہے کہ حضرت موخر الذکر ان مولف کو بقیہ امور میں پایہ اعتبار سے گرادیں۔ چنانچہ ملا جامیؒ اور ملا نظام الدینؒ وغیرہم کی جو عبارتیں اُنھوں نے منتخب کر کے نقل فرمائی ہیں انھوں نے پوری پوری اخذ کی ہیں۔ انتخاب کرنے سے حضرت مقدم الذکر کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہو سکتا کہ بقیہ مضمون غلط ہے۔ اس میں ان کے ارشاد سکوت اولی ہے کا منشا صرف یہی ہے کہ جس جگہ پہ اُسے لکھنا مناسب ہے وہیں پر رہنے دینا چاہیئے۔ ڈھول لیکر ہر طرف ڈھنڈھورہ نہیں پیٹتے پھرنا چاہیئے اور اگر یہ منشا نہ ہوتا تو خود جناب موصوف اس قدر کیوں لکھتے جتنا کہ تحریر فرمایا ہے۔ یہ مفہوم نہیں ہے کہ وہ خطا منکر کے قائل نہ تھے۔ اگر قائل نہ ہوتے تو ان مآخذ کو

اس بارہ میں قابل اعتبار سمجھکر انکی عبارتیں نقل نہ کرتے یا اگر نقل کی تھیں تو اتنا ہی لکھ دیتے یا تحریر فرما دیتے کہ "اس کے بعد انھوں نے اسے خلا منکر لکھا ہے اور مجھے اس سے اختلاف ہے" ۔ ہما صاحب احسن الانتخاب نے ان مضامین کو وہیں پر لکھا ہے جو ان کا مقام ہے ۔ اور بحیثیت ایک مورخ کے لکھا ہے ۔ مخالفین اس کو ڈھول لے کر پیٹتے پھر رہے ہیں پس اولی در ہیں مباحث سکوت است" کی خلاف ورزی مخالفین[ع] کر رہے ہیں نہ کہ وہ ۔ وہ تو ایکبار مستند کتابوں سے نقل کر دینے کے بعد سے ساکت ہیں ۔

یہ بات بھی دیکھنے اور سمجھنے کی ہے کہ صاحب روض الازھر کا مقصد اصلی حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہٗ کا ملفوظ لکھنا تھا حضرت علیؓ اور ان مباحث کا تذکرہ اس میں ضمناً اور محض بر طبق عقائد آیا ہے ۔ احسن الانتخاب خاص حضرت علیؓ کی سیرت میں لکھی گئی ہے اور اس کو عقائد سے اتنا تعلق نہیں بجز ایسے مواقع کے کہ جہاں پر صراحۃً عقائد کا ذکر کیا گیا ہو ۔ اس کے مولف سے کوئی یہ مطالبہ کیوں کر کر سکتا ہے کہ روض الازھر کے کسی ماخذ سے اخذ کرنے میں انھوں نے روض الازھر کی اخذ کردہ عبارت سے سر مو تجاوز کیوں کیا ۔ جناب موصوف کے جناب والد ماجد صاحب قدس سرہٗ کا طرز تحریر جداگانہ تھا ۔ جس کا دل چاہے شہادت نامہ لیکر استخلاف یزید کا بیان پڑھ لے اور بتائے کہ انھوں نے اس معاملہ میں امیر معاویہؓ کے بارہ میں کسی امر واقعہ کو ظاہر کرنے میں کہیں پر قلم دبایا ہے ؟ صرف یہ ضرور کیا ہے کہ جا بجا ان کے نام کیساتھ رضی اللہ عنہ لکھتے گئے ہیں اور بجائے "کہا" کے "فرمایا" استعمال کیا ہے وہ بھی سب جگہ نہیں ۔

فٹ نوٹ

ع اس مفہوم کے عملی ثبوت میں ایک تازہ مثال لکھتا ہوں ۔ یہ واقعہ چاہے غلط ہی کیوں نہ ہو اور نام تو میں نے عمداً فرضی لکھے ہی ہیں لیکن ناظرین کو اندازہ ہو جائیگا کہ ایسے ایسے کتنے واقعات روزمرہ شب و روز جہلا کے گھروں میں پیش آتے ہونگے جنکی ذمہ داری فقط امیر معاویہؓ کی اعلاء شان میں ان غلو کرنے والوں کے سر ہے ۔ وہ واقعہ بیان ہے

اور صرف امیر معاویہؓ کے نام کے ساتھ۔ کیوں کہ ان کو امارت حضرت امام حسن علیہ السلام

فٹ نوٹ بسلسلہ صفحہ سابقہ

یہ آتا ہے کہ فصل الخطاب پارٹی کے کسی بزرگ نے ابکی (۱۳۵۲ھ کی) نماز عید الفطر کے قبل یا بعد کاکوری کی عیدگاہ میں وعظ کہا۔ جس میں فضائل ومناقب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کو بالائے طاق رکھکر مناقب امیر معاویہؓ بیان کئے۔ سامعین بسمع قبول سنتے رہے۔ وہاں سے پڑھے لکھے لوگ تو دو طرح کے خیال لیکر اُٹھے۔ یعنی جو فصل الخطاب پارٹی کے ہمنوا ہیں وہ نہایت محظوظ تھے اور جو انکے علاوہ ہیں وہ نہ محظوظ تھے نہ مکدر مگر جاہل طبقات کے لوگ اکثر متعجب اور متحیر تھے۔ کہ یہ امیر معاویہؓ کون بزرگ تھے۔ راستہ میں خدا معلوم کتنوں نے کس کس سے کیا کیا پوچھا ہوگا مگر ہم تک فقط شیخ نتھو کی روایت پہونچی ہے جو مولوی بڈا سے پوچھ رہے تھے کہ "کاہے ہو۔ یہ امیر معاویہؓ (ہمیں نے نام صحیح صحیح لکھا ہے مگر شیخ نتھو نے اپنی دیہاتی عادت کے موافق بگاڑ کر نام لیا تھا جسے دہرانے سے ہم قاصر ہیں) کا چار یار کے کوئی بھیّا تھے"۔ مولوی بڈا بولے کہ "چار یار کے بھائی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچویں یار تھے"۔ شیخ نتھو نے کہا کہ "ہم تو رسول اللہ کا جانت ہیں۔ چار یار اور پنجتن کا جانت ہیں اور مسککٹا کا جانت ہیں۔ اور حسنؑ حسینؑ کا جانت ہیں (گویا کہ یہ حضرات پنجتن پاک کے علاوہ ہیں) پانچویں یار کا تو ہم جانت ناہیں نہ آجتک کوئی مولبی ہمکا بتائس (نہ آجتک کسی مولوی نے ہمکو بتایا) بھلا بتاؤ تو یہ امام حسینؑ کے کون تھے"۔ مولوی بڈا بھلا اپنا علم وکمال اسوقت کیوں چھپاتے۔ فوراً انھوں نے فرمایا کہ "امام حسینؑ کے تو کوئی نہیں تھے مگر یزید کے والد تھے"۔ اس کے بعد وہ کچھ اور تفصیل کرنا چاہتے تھے مگر اب شیخ نتھو کے منہ پر لگام کون دے سکتا تھا انھوں نے برجستہ اسکے جواب میں جو کچھ امیر معاویہؓ کی شان میں بے ادبی کے الفاظ کہے وہ خدا [illegible] یزید کے حق میں بھی نہ کہلوائے تو بہتر ہے کیونکہ ان کے ذہن میں یزید کے والد کے اوپر کا خیال ہی کہاں سے آسکتا تھا مولوی بڈا بیچارے نے فوراً انکی زبان روکنے کی کوشش کی۔ مگر انکی بات سننے پر شیخ نتھو تیار اس وقت ہوئے جب اپنے ملفوظات کی بیٹری خالی کر چکے۔ ناظرین فیصلہ کریں کہ اس موقع پر [illegible] امیر معاویہؓ کا ذکر آنے اور شیخ نتھو کے صلواتیں سنانے اور مولوی بڈا

نے عطا فرمائی تھی لیکن عمرو بن عاصؓ مغیرہ بن شعبہؓ اور ابو سفیانؓ کے نام کیساتھ انھوں نے بھی اتنے حصہ میں کوئی لفظ تعظیمی نہیں لکھا ہے - اکابر مورخین کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ان چاروں حضرات کی خطار کا بیان جہاں پر لکھتے ہیں وہاں ان کے نام کیساتھ الفاظ تعظیمی نہیں لکھتے - اور جہاں پر انکے غزوات یا فتوحات اسلامی یا اور فتوحات کا ذکر کرتے ہیں - وہاں پر الفاظ تعظیمی لکھتے ہیں ابو سفیان کے نام کیساتھ تو کم کسی نے کوئی لفظ تعظیمی لکھا ہوگا کیونکہ انکی عمر کا بہت بڑا حصہ کفر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے میں گزرا اور کتابوں میں زیادہ تر اُن کا ذکر

فٹ نوٹ بسلسلۂ سابقہ

کے پہلے اظہار قابلیت کرنے اور پھر کلیجہ پکڑ کر رہجانے کا ان عیدگاہ کے واعظ صاحب کے سوا کوئی اور ذمہ دار عبداللہ دار رسول ہو سکتا ہے ؟ انکو سمجھنا چاہئے تھا کہ ایک ایسے صحابی کا جن کے نام سے جہال آشنا نہیں مگر ان کے بیٹے کے نام سے ایسے آشنا ہیں کہ اس پر بے تکلف لعنت بھیجتے اور بھیج سکتے ہیں - ان عوام کالانعام کے سامنے ذکر ہی کرنے کی کیا ضرورت تھی ان کو یہ سمجھنا چاہئے تھا کہ اگر احسن الانتخاب میں ان کے قول کے مطابق امر حق کے خلاف بھی لکھا گیا ہوتا تو بھی احسن الانتخاب کی قیمت تین روپئے ہے اور یہ جاہل لوگ ایک پیسہ کی کتاب بھی خرید کر اور پڑھوا کر نہ سنتے ہوں گے اور آج تک انھوں نے نہ امیر معاویہ کا نام سنا ہوگا نہ احسن الانتخاب کا - ان کے سامنے ایسے صحابی کا ذکر ہی کیوں کیا جائے جن کے حالات اور حیثیت میں اتنی نزاکت ہے کہ جاہل کیا پڑھے لکھوں کے انکی شان میں بد کلامی کرنیکا آسانی سے امکان ہو سکتا ہے اسی لئے صاحب روض الازہر قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ " اس قسم کے مباحث میں سکوت اولیٰ ہے " آپ ہی فرمایئے کہ واعظ صاحب نے ان کے مناقب بیان کرکے ان کی روح پر فتوح کو نادان شیخ نتھو کی زبان سے فاتحہ خوانی کا کیا ثواب پہونچوایا - یہ واقعہ اگر غلط بھی ہو تب بھی ظاہر ہے کہ کس قدر ممکن الوقوع اور منقبت امیر معاویہؓ کی یہ شق کس قدر قابل احتیاط ہے -

فاعتبروا یا اولی الابصار -

اُسی زمانہ کے واقعات کے سلسلہ میں آیا ہے جب تک وہ اسلام نہ لائے تھے لہذا اُس
حیثیت میں ان کے نام کے ساتھ کوئی کیا لفظ ان کی تعظیم کیلئے لکھتا ۔ امیر معاویہؓ کے نام کیساتھ
امیر کا لفظ عموماً خلع خلافت کے بعد کے واقعات کے ساتھ لکھا جاتا ہے کیونکہ اس وقت سے انکی
امارت مسلمہ و مفوضہ حضرت امام حسن علیہ السلام ہے ۔ بغاوت والی جنگ میں چونکہ وہ امیر نہ تھے
بلکہ امیر المومنین سے برسر جنگ تھے اور امیر المومنین کا حکم ان کے حق میں امارت شام سے
معزولی کا بھی صادر ہو چکا تھا لہذا اس تذکرہ کے سلسلہ میں انکے نام کے ساتھ امیر کا لفظ
نہیں لکھا جاتا ہے ۔ چنانچہ اس کی تائید میں رفع الحجاب صفحہ ۲۲۲ میں حضرت شیخ عبد الحق رح
محدث دہلوی کا مقولہ بھی باسناد مرقوم ہے ۔ یہ وجہ شہادت نامہ میں لفظ امیر لکھنے اور
احسن الانتخاب میں نہ لکھنے کی ہے ۔ ان سب سے بڑھکر نظیر ہمارے پاس اُن کے محترم
بزرگ حضرت ابو الحسن مولوی حسن بخش قدس سرہ کی تفریح الاذکیا ہے ۔ اسمیں نہ صرف الفاظ
تعظیمی ہی نہیں لکھے گئے ہیں بلکہ ان سب کے لئے ضمیر واحد اور صیغہ واحد استعمال کیا گیا ہے
جو اردو زبان میں صریحاً توہین ہے ۔ مگر وہ اسے نہ صرف جائز بلکہ ضروری سمجھتے تھے ۔ الفاظ
بہت سخت استعمال کئے ہیں اور ساتھ ہی (جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا) یہ بھی لکھا اور ثابت کیا ہے
کہ یہ سب دشنام نہیں ہے ۔ اگر جُرم کے ترک کا الزام کارپردازان مطبع پر دیدیا جائے جیسا کہ
احسن الانتخاب کے بعض مخالفین کے نزدیک ممکن الوقوع ہے ۔ تو ضمیر واحد اور دوسرے
سخت الفاظ میں کارپردازوں کو کیا مداخلت تھی ۔ مخالفین کی یہ ندرت طبع بھی قابل داد ہے
کہ تفریح الاذکیا کے تو اندرونی مضامین کی ذمہ داری کارپردازان مطبع پر عائد کیجا سکتی ہے لیکن
احسن الانتخاب میں کاتبوں کے سہو کتابت کی ذمہ داری بھی مولف ہی کے سر ہے ۔ بہر
حال جو صاحب احسن الانتخاب کا موازنہ تفریح الاذکیا سے کرینگے ان پر ثابت ہو جائیگا
کہ احسن الانتخاب میں بالکل میانہ روی اختیار کی گئی ہے ۔ ضرورت تھی کہ یہاں پر کچھ نمونے
تفریح الاذکیا کی عبارت کے دیدیئے جاتے ۔ مگر صاحب احسن الانتخاب چونکہ اسکی زبان

سے پرہیز کیا ہے لہذا میں بھی اپنے متن میں اس سے پرہیز کرنا اولی سمجھتا ہوں۔ اگر ضرورت ہوئی تو اس کے اوراق علیحدہ ایک مستقل انتخاب کی حیثیت سے شایع کردیے جاینگے۔
۴۔ سقم عبارت وسہو کتابت۔ احسن الانتخاب میں جوجا بجا یہ لکھا گیا ہے کہ "میں نے اس کتاب کو تحقیق سے لکھا"۔ اس کے مفہوم کو مخالفین نے دعوای تحقیق اور دعوای ہمہ دانی سے تعبیر کیا ہے۔ حالانکہ یہ مفہوم صرف مخالفین کی اپنی پاور ہوا "ہمہ دانی" نے مخالفین کے ذہن نشین کرایا ہے۔ صاحب احسن الانتخاب اگرچہ نہ صرف عند الخلائق بلکہ عند اللہ والرسول محقق ثابت ہوئے ہیں۔ لیکن بفضلہ وہ محقق ہونے کے مدعی نہیں۔ جہاں پر بھی اُنھوں نے ایسے الفاظ لکھے ہیں وہاں سواد عبارت سے یہ صاف ظاہر ہے کہ انکا مفہوم صرف یہ ہے کہ انھوں نے اپنے علم ویقین کی حد تک امکانی تحقیق کا کوئی دقیقہ اپنی طرف سے فروگزاشت نہیں کیا ہے۔ باقی سقم وسہو سے پاک وبری ہونے کا مدعی نہ کوئی سمجھدار آدمی ہوسکتا ہے نہ ان کو قرار دیسکتا ہے۔ مخالفین نے عربی کی صرفی ونحوی غلطیوں کی بھی نہ صرف احسن الانتخاب میں بلکہ مولف احسن الانتخاب کی منتشر نظموں میں گرفت کی ہے۔ جو دلیل صریحی مخالفین کے دیرینہ کینہ کی ہے۔ ظاہر ہے کہ (۱) نظموں میں شعراء عرب ہمیشہ ایسی قیود سے بڑی حد تک مستثنی رہے ہیں اور (۲) ذوق تعلی میں بعض اوقات بڑے بڑے ادیبوں سے ان قیود کی فروگذاشت ہوجاتی ہے اور (۳) قوانین مدونہ نحو میر وغیرہ کی کتاب اللہ پابند نہیں ہے نہ اہل زبان شعرا یا اہل ذوق پابند ہیں بلکہ یہ قوانین تو مبتدیوں کے لئے زیادہ کارآمد ہیں۔ اگرچہ علم نحو کی تدوین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے شروع ہوئی ہے اور یہ علم خود تاحد امکان کتاب اللہ واحادیث کی زبان یعنی اُسوقت کی مروجہ زبان کے پابند کیے گئے ہیں۔ لیکن نحو میر کے معینہ اصولوں سے تو بکثرت مستثنیات موجود ہیں۔ اور (۴) بعض جگہ ردیں فروگذاشت یا سہو کتابت بھی ہوا ہے اور ان میں سے کوئی بات بھی قابل گرفت یا قابل الزام نہیں۔ انکی مختصر تصریح صاحب رفع الحجاب نے کردی ہے

مخالفین نے انھیں غلط حوالہ ماخذ کا بھی الزام دیا ہے اور بحمد اللہ ان کا دامن اُس سے بھی بے داغ اور پاک و صاف ہے۔ جو صاحب چاہیں انکی ہر عبارت کو اُس کے محولہ ماخذ سے ملا لیں۔ بجز اُن چند مقامات کے جہاں پر حوالہ میں سہو قلم ہو گیا ہے چنانچہ ایک سہو خود مولف صاحب کی نظر سے اب گذرا ہے وہ یہ کہ احسن الانتخاب صفحہ ۱۰ سطر ۱۲ میں کتاب جامع البیان کے بجائے مجمع البیان لکھ گیا ہے اول الذکر کے مولف سنی ہیں اور ثانی الذکر کے شیعہ۔ اور مولف صاحب کا ماخذ اول الذکر ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ایسے سہو کتابت اور بھی ہوں جو اب تک نظر میں نہ آئے ہوں۔ جن صاحب کو احسن الانتخاب یا اس کے سلسلہ کی اگلی کڑیوں میں کوئی عبارت ماخذ میں نہ ملے ان سے استدعا ہے کہ بجائے پمفلٹ نکالنے اور اخبارات میں لکھنے کے محترم مولف سے دریافت کرلیں۔ وہ یا تو انھیں بقید صفحہ حوالہ دیدینگے یا اگر سہو کتابت ہوگا تو اُسے تسلیم کریں گے۔

سقم عبارت کے بارہ میں چونکہ بعض نو عمر لڑکوں نے بھی جاذب اوبار مضحکے اُڑائے ہیں اس لئے یہاں پر اتنا اور لکھدینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جناب مولف باتباع "ناعرفناک حق معرفتک" باوجود واقعی ہمہ دانی کے ہیچدانی کے مقر ہیں ہمہ دانی کے مدعی نہیں۔ جو کچھ انھوں نے اپنے حضرت استاد و پیر و مرشد مدظلہ سے پڑھا ہے اُسے جس کتاب میں بیان کیا تحدیثاً للنعمۃ بیان کیا ہے اظہار قابلیت کے لئے نہیں اور نظم یا نثر عربی یا فارسی جہاں کہیں لکھی ہے ذوق قلبی سے لکھی ہے دعوائے زباندانی سے نہیں۔ وہ نہ انگریزی یا عربی کے ایم۔ اے۔ ہیں نہ دبیر کامل۔ نہ اُن کے پاس مولوی فاضل یا مولوی عالم کی کوئی سند کسی یونیورسٹی یا کسی امدادی مدرسہ کی ہے نہ وہ کوئی فلسفی ہیں نہ بحمد اللہ اُنکو ان چیزوں کی ضرورت ہے۔ نہ انھیں اپنی شان میں امام اہل السنتہ والجماعتہ ایسے پرشکوہ القاب اپنے منتسبین سے لکھوانے کا شوق ہے نہ حکیم الامتہ یا مجدد مائتہ حاضرہ ہونے کے مدعی ہیں نہ جن حضرات کے نام کے ساتھ یہ القاب فی زمانہ مرجج ہیں ان پر کچھ بھی معترض ہیں۔ وہ فقیر آدمی ہیں۔ فقیر کے گھر پیدا ہوئے

فقیر کے گھر پرورش ہوئے ۔ فقیر کے گھر پڑھا لکھا اور وہی پڑھا لکھا جو فقیروں کے گھر پڑھایا یا لکھایا جاتا ہے اور جیسے "الفقر فخری" (ترجمہ فقیری میرا فخر ہے) کہنے والے امی فقیر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تلامذہ کو پڑھایا ہے ۔ ان کے پاس اگر سند ہے تو اپنے بزرگوں سے اور گواہ اس سند کے خدا و رسول اور اُن کے اساتذہ کافی ہیں ۔ ابنائے دنیا کے نہ اس پر شہادت دینے کی ضرورت ہے نہ اُسے تسلیم کرنے کی ۔ اور ظاہر ہے کہ امام ابو حنیفہ اور امام بخاری اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم کے پاس بھی اگر کوئی اسناد تھے تو اپنے اساتذہ ہی کے اسناد معنعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھے نہ علیگڈھ یونیورسٹی کے ۔ نہ لکھنؤ یونیورسٹی کے ۔ نہ مدرسہ دیوبند کے ۔ علاوہ بریں حوالہ جات کتب اکابر کے ہوتے ہوئے ناظر کو مولف کی شخصیت سے زیادہ تعارف رکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے ۔

سہو کتابت احسن الانتخاب میں دو قسم کا ہو سکتا تھا ۔ ایک خود مولف صاحب کے قلم سے اور ایک مطبع کے کاپی نویس سے ۔ اور چونکہ مطبع کی کاپیوں کی تصحیح اور صحت نامہ کی تیاری بھی جناب مولف نے اپنے ہی ذمہ رکھی تھی لہذا مطبع کے سہو کے ذمہ دار بھی وہ خود ہی ہیں ۔ معترضین نے تو سہو کتابت کو اس کتاب میں شاید سرے سے ممکن الوقوع ہی نہیں سمجھا ہے ۔ خصوصًا مولف صاحب سے ۔ اور اس حسن ظن کا ان کی طرف سے شکریہ عرض ہے ۔ مگر احسن الانتخاب کی تصحیح کے دیکھنے والے جانتے ہیں کہ دو دو تین تین بار کاپیاں اور پروف [illegible] گئے اور غلطیاں درست کی گئیں مگر پھر جو پروف منگا کر دیکھا گیا ہے تو معلوم ہوا ہے کہ درست کی ہوئی غلطیوں میں سے کوئی نہ کوئی باقی رہ گئی ہے ۔ اسی طرح ہر نظر میں یہ بھی محسوس ہوا ہے کہ پچھلی نظروں میں کچھ غلطیاں نظر انداز ہو گئی تھیں ۔ اسی طرح صحت نامہ بنانے کے بعد جو نظر ڈالی گئی اس میں معلوم ہوا کہ اکثر غلطیاں صحت نامہ میں لکھنے سے رہ گئیں ۔ اور یہ سب اہل قلم اور ہر مصحح کو پیش آتا ہے ۔ مخالفین نے اپنے چھوٹے چھوٹے پمفلٹوں کے بارہ میں مطبع کی شکایتیں لکھیں اور صحت نامے لگائے ہیں پھر بھی سہو کتابت باقی رہ گیا اور انہیں معذرت کرنی پڑی ہے جیسے

اگر سوا پانچسو سے زائد صفحات کی کتاب احسن الانتخاب میں سہو کتابت خواہ مولف یا کاتب کے قلم سے رہ گیا تو ایسا کون سا جرم ہو گیا۔

دنیا جانتی ہے کہ آجکل جو صاحب اس پایہ اور ایسے مضمون کی کتاب لکھنا چاہتے ہیں انکے ساتھ پورا اسٹاف کام کرتا ہے تب وہ اس کام کو انجام دے پاتے ہیں۔ کوئی ماخذ سے عبارتیں نقل کرنے میں مدد دیتا ہے۔ کوئی مسودہ کی کتابت کرتا ہے کوئی مبیضہ تیار کرتا ہے۔ تب کتاب اہل مطبع کے سپرد کرنے کے قابل ہوتی ہے۔ مولف صاحب بیشتر ان کارکنوں کی صرف نگرانی اور کتاب کی نظر ثانی و نظر ثالث میں اپنا وقت دیتے ہیں۔ اور مطبع میں کتاب دینے کے ساتھ تو صحت کتابت کی ذمہ داری کاتب اور مصحح کے سر چلی ہی جاتی ہے۔ دور کیوں جایئے مولانا شبلی مغفور ہی کے احباب سے پوچھ لیجئے کہ سیرۃ النبی اور الفاروق وغیرہ کی تالیف کے وقت اُن کے کن کن بڑے بڑے قابل شاگردوں نے ان کاموں میں انکا ہاتھ بٹایا اور مواد وماخذ کی فراہمی میں کتنا بڑا سرمایہ صرف میں آیا۔ صاحب احسن الانتخاب ہی کے گھر میں روض الازہر کے مبیضات دیکھ لیجئے کہ اس کے مولف صاحب قدس سرہ کے کن کن ارشد شاگردوں کی کتابت سے تیار ہوئے ہیں۔ اُن کے والد صاحب قدس سرہ کے تصانیف کے مسودے اور مبیضے دونوں ملاحظہ کر لیجئے کہ سب اُن کے شاگردوں کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں یا خود اُن کے قلم کے۔ اس کے بعد اُن کے ان نونہال جوان ہمت (صاحب احسن الانتخاب) کے بارہ میں تحقیق کیجئے کہ ان کو بھی کسی سے اس قسم کی مدد ملی؟ کسی شاگرد سے شکایت نہیں کیونکہ ہر شخص اپنی استعداد اور حالات سے مجبور ہے اور اگر کسی سے مدد ملنی ممکن ہوتی تو وہ خود مدد لیتے مگر دیکھنے والے جانتے ہیں کہ انھوں نے پہلے ماخذوں کی عبارتیں منتشر پرچوں پر نقل کیں پھر مسودہ تیار کیا پھر نظر ثانی کی۔ پھر بعض احباب کو کتاب بنظر مخالفانہ دیکھنے کو دی اور ان کے اعتراضات کے مطابق نظر ثالث کی۔ پھر اس مسودہ کا مبیضہ اپنے ہی قلم سے تیار کیا۔ پھر اُس کی کتابت کی تصحیح فرمائی تب کتاب مطبع میں دی۔ بیس پر بس نہیں اس کے بعد مطبع کی کاپی و پروف کی یکے بعد دیگرے

دوبارہ وسہ بارہ تصحیح کی۔ اور اس کاپی د پروف کی تصحیح کے زمانہ میں احسن الانتخاب کی دوسری جلد نفائس المنن کی تحریر میں بھی مصروف رہے۔ ایسی حالت میں انصاف پسند طبائع کو تو بجائے ان پر معترض ہونے کے اس کی داد دینا چاہیئے۔ کہ اس سے زیادہ سہو کتابت نہیں رہنے پایا۔ ان شاگرد صاحب کو کیا کہا جائے جنھوں نے اپنا فریضہ شاگردی یہ قرار دیا کہ ان کو نشانہ ملامت بنائیں اور ان کی علمی استعداد پر ناحق ناحق حملے کریں اور ان کے کلام کا بیجا مضحکہ اڑائیں۔

احسن الانتخاب کی جلدیں طباعت وکتابت وغیرہ کے لحاظ سے جیسی بھی تھیں شایع ہوکر اب عنقریب الختم ہیں۔ انشاءاللہ طبع ثانی میں کوشش کیجائے گی کہ جو غلطیاں کتابت کی اس مرتبہ رہگئی ہیں وہ رفع ہو جائیں۔

فصل الخطاب اور پروپیگنڈا

فصل الخطاب کو بنظر تعمق پڑھنے والے سمجھ سکتے ہیں اور اگر نہ سمجھ سکیں تو ان کی اطلاع کیلئے معروض ہے کہ بخلاف اس کے مولف نامعلوم الاسم کے بیان کے اس میں حقانیت کے بجائے اُس بغض کا جذبہ کارفرما ہے جس کے بہت سے اقسام ہیں اور اُنمیں سے دو چار یہ ہیں۔ (۱) ذہن میں حضرت علیؑ کی کم وقعتی۔ (۲) رشک بنی الاعمامی۔ (۳) باوجود خود کچھ نہ ہونے کے اپنے علم کا پندار اور اُس پر یہ اندیشہ کہ ہائے صاحب احسن الانتخاب کی اس کتاب کے ذریعہ سے شہرت ہوتی جاتی ہے۔ (۴) مولف کا مقتضائے طبیعت۔ انھیں چار قسم کے جذبات کا ظہور حسب ذیل شکلوں میں ہوا ہے۔ (۱) حضرت علیؓ واہلبیت کے فضائل کا استخفاف۔ (۲) مولف احسن الانتخاب کی عام علمی قابلیت پر اوکھیاں۔ اُن کے اُس منظوم کلام پر جو اس کتاب سے دور کا تعلق بھی نہیں رکھتا اور بہت ابتدائی عمر ۱۴ کا کلام ہے اعتراض۔ ان پر غلط اتہامات۔ (۳) دقیق اور بے معنی عبارتیں۔ (۴) آیات واحادیث کی غلط تاویل

اور اُس کے معنی بیان کرنے کے بارہ میں دیدہ و دانستہ مولف احسن الانتخاب کی غلط تنقید۔ کبھی محض اس وجہ سے کہ جو معانی مولف صاحب نے لکھے ہیں اُس سے کسی نہ کسی طرح اختلاف ہی کرنا ضروری ہے اور کبھی محض اپنے لایعنی پروپیگنڈے کی ضرورت سے۔

ان سب باتوں کا پردہ الحمد للہ کہ صاحب رفع الحجاب نے خوب فاش کیا ہے اور جہاں علمی مباحث ہیں وہاں منقولی و معقولی ہر طرح کے جوابات مع اسناد و حوالہ مآخذ بقید صفحہ کے دیئے ہیں مجھے جو کچھ ذکر کرنا ہے وہ ان کے علاوہ ہے اور وہ ایسے بیرونی حالات ہیں جن کا تعلق پروپیگنڈے سے ہے۔ اگر یہ افواہ غلط ہے "کہ صاحب فصل الخطاب نے ایک موقع پر بیان فرمایا کہ مجھے میرے بزرگوں نے دینی تعلیم محض اس غرض سے مدرسہ دیوبند سے دلوائی ہے کہ خاندان کاظمیہ کا علمی حیثیت سے فی الوقت مقابلہ کرنے والا میرے خاندان میں کوئی نہ تھا" اگر یہ افواہ بھی غلط ہے کہ "صاحب فصل الخطاب نے ایک جگہ تذکرہ کیا کہ ہم لوگ مدت سے موقعہ کے منتظر تھے کہ ہم کو کوئی بات اس خاندان کی قابل اچھالنے کی ملے" (اور خدا کرے یہ دونوں افواہیں غلط ہی ہوں) تب بھی یہ واقعات تو روزمرہ کے کارناموں میں شمار ہوتے ہیں کہ آج صاحب احسن الانتخاب کے برادر صاحب قبلہ کے اس مرید سے اور کل اُس مرید سے کہا جاتا ہے کہ وہ (نعوذ باللہ منہا) شیعہ ہو گئے ہیں تم ان کی بعیت فسخ کر کے دوسری جگہ بعیت کرو۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ اپنے چھوٹے بھائی (صاحب احسن الانتخاب) کی مخالفت کیوں نہیں کرتے۔ یہ واقعات تو غلط نہیں ہیں کہ فصل الخطاب کو دیہات کے گنواروں تک میں شائع کرنے کی کوشش ہو رہی ہے؟ باوجود یہ جاننے کے کہ گنواروں کو استعداد نہ احسن الانتخاب سمجھنے کی ہے نہ فصل الخطاب۔ لیکن اس پروپیگنڈے سے کم از کم یہ مقصد تو حاصل ہے کہ اس خاندان کو خوب بدنام کیا جائے۔ یہ خبر نہیں کہ آفتاب پر خاک ڈالنے کی کوشش کرنے والا دراصل اپنی آنکھوں میں خاک جھونکتا ہے۔ یہ واقعہ ثابت شدہ ہے کہ انوار المطابع کی دوکان واقع امین آباد میں اگر کوئی شخص احسن الانتخاب کا متلاشی ہوا غلط

کرکے آتا ہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ وہ کتاب گورنمنٹ نے ضبط کرلی اور اس کی سب جلدیں جلادی گئیں اور مولف نے معافی مانگ لی۔ (حالانکہ یہ سب سفید جھوٹ ہے) البتہ صاحب فصل الخطاب کی اس قابلیت کی داد دیئے بغیر نہیں رہا جاتا کہ کتاب اس پرواز کی لکھی ہے کہ جو جاہل آدمی پڑھ لے وہ تھوڑی دیر کے لئے احسن الانتخاب کے خلاف چکر ضرور کھانے لگے اور حق یہ کہ گندم نمائی و جو فروشی کم از کم ایسی تو ہو۔

اگر میرے یہ سب بیانات غلط ہیں اور اگر فصل الخطاب محض اثبات حق کی نیت سے لکھی گئی ہے تو کیا میں اس کے مولف صاحب سے (اگر مولف صاحب وہی نوجوان ہیں جنکی طرف فصل الخطاب اینڈ کو اس وقت فصل الخطاب کو منسوب کرتی ہے) باادب یہ سوال کرسکتا ہوں کہ آپ نے احسن الانتخاب سے قبل تفریح الاذکیا کے اوراق متعلقہ کے خلاف قلم کیوں نہ اٹھایا اور اگر اب تک وہ کتاب کسی وجہ سے نظر انداز ہوئی ہے یا (صاف الفاظ میں یوں کیوں نہ کہوں کہ) بوجہ مشاغل "مدارج اعلیٰ" کے گھر کی مرغی دال برابر سمجھکر قابل التفات نہیں سمجھی گئی ہے تو آیا اب ناظرین اس کے منتظر ہیں کہ عنقریب اُس پر اعتراض یا اُسکے مولف علیہ الرحمتہ کی (خاکم بدہن) تفسیق شایع ہوگی؟ ۔ کیا آپکے اپنے اخفاء نام کا سبب اصلی یہی تو نہیں کہ کوئی یہ نہ کہے کہ آپ صاحب احسن الانتخاب کے بجائے پہلے اپنے جدامجد قدس سرہ پر اعتراض کیوں نہیں کرتے؟ یا یہ نہ کہے کہ اُن پر تو آپ اُن کے بزرگان خاندانی کی رائے سے تجاوز کرنے پر معترض ہوتے ہیں پھر آپ خود اپنے جدامجد مغفور کے راستہ سے برعکس کیوں جارہے ہیں؟ ۔

جس شہادت نامہ کی عبارتوں کو مولف فصل الخطاب نے اپنے فریب کا حربہ بنایا ہے اُس کی تصنیف کا وقت دیکھنے والے جانتے ہیں کہ اُس وقت بھی محترم مولف شہادت نامہ (یعنی صاحب احسن الانتخاب کے جناب والد ماجد صاحب قدس سرہ) کے خلاف کیا کیا ہوائیاں نہیں اُڑیں اور کیا کیا مضحکے نہیں کئے گئے اور بعض بے تکلف اعزہ سے مختلف فیہ

مضامین خصوصاً بیان استخلاف یزید وغیرہ پر کیا کیا مباحثے نہیں ہوئے اور انھوں نے اس کے جواب میں کس قدر حلم اور سہ

اگر مردمی احسن الی من اسا۔ کو دخل نہیں دیا اور ساتھ ہی اپنی رائے کو غالب نہیں ثابت کر دکھایا۔

اس دور کے دیکھنے والوں پر مخفی نہیں ہے کہ خاندان کاظمیہ کے خلاف حاسدوں کی پارٹی اُس وقت بھی موجود تھی۔ اور صاحب شہادت نامہ کے جو عقاید تھے وہی ان کے اخلاف سلف الاثر کے ہیں۔ البتہ فرق یہ ہے کہ اُسوقت جو حضرات اس پارٹی میں تھے وہ کچھ نہ کچھ صاحب علم تھے اور علمی معقول بات کو تسلیم کرنے سے گریز کرنا ان کے امکان سے باھر ہوجاتا تھا۔ اور اُن کا مقصد تعصب یا رشک خالص نہ تھا۔ پہلے پہل جب استخلاف یزید کا قصہ اُن کے کان میں پڑا وہ چونکے جب معقولی و منقولی طریقہ پر سمجھایا گیا مان گئے اور خاموش ہوگئے۔ فی زمانہ جو اشخاص اس پارٹی میں ہیں وہ ان اوصاف سے مبّرا ہونے کے علاوہ وہابی پرست اور نجدی دشمنان اہلبیت کے ہمدرد ہیں۔ اور پروپیگنڈے سے ان کا مقصد محض اپنا کینہ اور اپنے دل کا بخار نکالنا ہوتا ہے۔ معقولیت پسندی اور امرحق سے کوئی واسطہ نہیں۔ مجھے امید نہیں کہ رفع الحجاب نے جو پردہ فصل الخطاب کا فاش کیا ہے یہ حجاب فصل الخطاب کے چہرہ سے اٹھ جانے کے باوجود بھی اُن کی آنکھوں کے سامنے سے اٹھے۔ بلکہ وہ تو اپنے ہاتھوں اس کوشش میں پڑیں گے کہ اُن کی آنکھوں کے سامنے اور بھی بہت سے پردے پڑجائیں سہ خود یار روادار حجاب است ببینید۔

استفتے کی حقیقت

فصل الخطاب کے آخر میں ایک پرفریب استفتار فتوؤں اور علمار کے دستخطوں سے بزعم خود مزین کرکے شامل کیا گیا ہے۔ اور جیسا کہ اس مضمون کی تمہید میں اشارہ کیا جا چکا ہے ان فتوؤں اور دستخطوں کے ذریعہ سے (معاذ اللہ منہا) حضرت مولف احسن الانتخاب

کی تفسیق کی توثیق کرنے کی کوشش کیگئی ہے۔ قطع نظر اس کے کہ یہ حربہ[1] موجودہ زمانہ میں بالکل زنگ خوردہ اور ناقابل استعمال ہوچکا ہے اور صحیح موقعہ پر بھی اس کا استعمال تحصیل حاصل سے زیادہ فائدہ نہ دیتا۔ اور قطع نظر اس کے کہ اس پر بیشتر دستخط شخصی یا قرابتی دباؤ یا غیرمعمولی چالاکی سے لئے گئے ہیں۔ جسے بعض دستخط کرنے والے حضرات کے قلوب بھی جانتے ہوں گے سب سے بڑی چالاکی اس استفتاء کی تیاری میں یہ کی گئی ہے کہ احسن الانتخاب سے ایسے فقرات منتخب کرکے اسمیں جمع کئے گئے ہیں۔ جو اس استفتاء میں تو دیکھنے میں اہم معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن جب احسن الانتخاب کی اصل عبارت سے ملاکر پڑھے جائیں تو ان میں چنداں اہمیت نہیں پائی جاتی۔ پڑھنے والے کو کیا پڑی ہے کہ وہ ہر فقرہ کیساتھ احسن الانتخاب کا مطالعہ کرتا جائے نہ غالباً حضر مفتی کے سامنے اس کے ساتھ احسن الانتخاب پیش کیگئی ہو لامحالہ۔ خاطرخواہ کامیابی ہوئی۔ تنہا پیش قاضی روی راضی آئی۔ اس زمانہ کے علماء کو کیا خبر کہ جن فقرات کو پیش کرکے استفتاء کیا جارہا ہے یہ فقرات فلاں فلاں کتابوں کے ہیں۔ انھوں نے سطحی نظر سے سوالِ عبارت کو دیکھا۔ استفتاء لانے والے چرب زبان شخص کا بیان سنا اور اس سے متفق الرائے ہوکر قلم اٹھایا۔ تھوڑی سی عبارت لکھی اور دستخط کردیئے۔ ہمارے بھولے بھالے علماء کو اس سے زیادہ تکلیف اُٹھانے اور دیدہ ریزی کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ذیل میں اس استفتاء کی فردالزامات کے ہر ہر فقرہ کو لکھکر ناظرین وعلماء کی آگاہی کے لئے ظاہر کیا جاتا ہے کہ یہ فقرات کس کس کتاب اور کس کس مصنف کے ہیں۔ ان عبارتوں کے نقل کرنے سے امیر معاویہؓ کی بدگوئی مقصود نہیں۔ بلکہ صاحب احسن الانتخاب کے سر سے دفع الزام مقصود ہے

ملاحظہ ہو۔

۱۔ "ان (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) کے مخالفین خصوصاً معاویہؓ اور ان کے ساتھیوں کے "ہر بدسے بدفعل" کو خالصاً لوجہ اللہ ثابت کرنے کی کوشش میں مصروف رہنا" الفاظ "ہر بدسے بدفعل" ان اسناد سے ماخوذ ہیں۔

[1] یعنی علماء کو دہوکا دیکر کسی کے خلاف فتویٰ لے لینا ۱۲

"ظاهر حال والی شام و عمرو بن العاص و اتباع شان باعتبار رسوخ شبہات واہیہ بخواطر شان مشعر بر معاداۃ بحکم حدیث عاد من عاداہ مورد آفات است و عصیان شان نزد ما از مسلمات" (ایضاح لطافۃ المقال ص ۱۵۱) "و محاربہ ایشان از راہ شامت نفس و حب جاہ یا از راہ تاویل باطل و شبہ فاسد فسق عملی یا فسق اعتقادی است" (تحفہ اثنا عشریہ باب دوازدہم در تولا و تبرا) "اور اگر مراد سب و لعن سے اسی قدر ہے کہ ان کے حرکات کو برا کہنا اور برا جاننا۔ پس بلا شبہ اہل تحقیق کے نزدیک یہ امر واقع ہے۔ (تفریح الاذکیاء صفحہ ۵۲۱ سطر ۱۴ بجوالہ شاہ عبد العزیز دہلوی)"

۲۔ "ان لوگوں نے بوجہ اپنی چالاکیوں کے حضرت عثمانؓ کو بالکل کھلونا[1] بنا رکھا تھا۔" محرم نامہ صفحہ ۸۱۔ (خواجہ حسن نظامی دہلوی)

۳۔ "آنحضرت کی صحبت حضرت معاویہؓ کو کم نصیب ہوئی تھی اور ان کی صحبت کے فیض سے مستفیض ہونا یہاں بالکل مفقود تھا۔" یزید نامہ صفحہ ۶، ۷، ۳ (خواجہ حسن نظامی دہلوی)

۴۔ "معاویہؓ نے سمجھ لیا کہ قیس دم میں نہ آئیں گے یہ جناب امیر کے سچے ہمدرد اور مطیع ہیں۔ تب دوسرا جال پھیلایا۔" شمس التواریخ جلد ۵ ص ۱۰۳۵ (حکیم مظہر الحق قنوجی)

۵۔ "اس کے بعد عمروؓ ابن العاص کی چالبازیوں نے خوب ترقی کی"۔ مناقب مرتضوی ص ۲۳۱ (از شیخ محمد صالح کشفی)۔ اصل الفاظ یہ ہیں جن میں سے صرف مذکورہ

فٹ نوٹ

[1] ظاہر ہے کہ کھلونا بنانے کا الزام اُن لوگوں پر ہے۔ جنھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دھوکا دے رکھا تھا۔ نہ کہ خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر معاذ اللہ منہا کوئی الزام اس عبارت سے نکلتا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ مستفتی اور مفتیوں نے اس لفظ سے حسن الانتخاب پر الزام ہی کیا قائم کیا ہے

بالا احسن الانتخاب میں لکھا گیا ہے ۔" عمرو بن العاص کہ در فن مکر و تزویر بے شبہ و نظیر بود از فلسطین بدمشق رسیدہ محمد اہل لغنی گردید و بطمع حکومت مصر بمعاویہ بیعت کرد..... بجہت مبایعت و متابعت او کار نا بکار معاویہ رونقی تمام یافت "۔

ناظرین موازنہ کریں کہ ماخذ کی عبارت زیادہ سخت ہے یا احسن الانتخاب کی ۔ اور ظاہر ہے کہ شیخ محمد صالح کشفی کوئی معمولی شخصیت کے علماء اہلسنت سے نہ تھے ۔ منصفین انصاف فرمائیں ۔ کہ یہ فتوی کا فتوی جو اس عبارت کی بناء پر احسن الانتخاب پر عائد کیا گیا ہے ۔ اس سے گذر کر کن کن شخصیتوں تک پہونچتا ہے ۔

۶۔ "بعض صحابہ بھی اغراض و مقاصد کی وجہ سے اُن (معاویہؓ) کے دست و بازو ہو گئے تھے ۔ عمرو بن العاص نے تو مصر کی حکومت کا وعدہ لے کر اعانت کا وعدہ کر ہی لیا تھا ۔ مغیرہ بن شعبہ جو عرب کے بڑے چالاک اور سیاسی لوگوں میں سمجھے جاتے تھے ۔ دربار مرتضوی سے برداشتہ خاطر ہو کر حصول دنیا کے لئے معاویہ کے حلقہ احباب میں شامل ہو گئے "۔

یہ عبارت ساری کی ساری خلفائے راشدین صفحہ ۲۷۶ مولفہ مولانا معین الدین ندوی کی ہے ۔ الفاظ "حصول دنیا کیلئے " کی تائید میں مولانا معین الدین ندوی کی طرف سے حسب ذیل اسناد پیش کرتا ہوں ۔

(۱) " اہل دین یحبون علیاً و اہل دنیا یحبون معاویہ " ترجمہ " اہل دین علیؓ سے محبت کرتے ہیں اور اہل دنیا معاویہؓ سے " (استیعاب جلد ۲ صفحہ ۲۷۴ علامہ ابن عبد البر قرطبی)

(۲) " ولاکنّا اخترنا ھذہ الدنیا " ترجمہ " ولیکن ہمنے خبر یہ نسبت کہ اس دنیا کو مراد بنایا ۔ (مقولہ حضرت عمرؓ و بن عاص ۔ از تذکرہ خواص الامہ لسبط ابن الجوزی)

(۳) " فھی امی و انا ابنھا " ترجمہ ۔ پس وہ یعنی دنیا میری ماں ہے اور میں اس کا بیٹا ہوں ۔ (مقولہ امیر معاویہؓ از عقد الفرید جلد دوم ابن عبد ربہ قرطبی)

۷۔ "معاویہ اور اُن کے باپ ہمیشہ خدا اور رسول سے لڑتے رہے جبراً اسلام میں داخل

ہوئے :- یہ عبارت تیسیر الباری شرح صحیح بخاری مولفہ مولوی وحید الزماں خان کی ہے جو حاشیہ ۲ صفحہ ۱۲۱ پارہ ۱۴ جلد ۳ پر موجود ہے -

۸ "جنگ صفین کے تحت میں خواہش حکومت و امارت مخفی تھے اور مسلمانوں کا خون معاویہ نے محض حکومت حاصل کرنے کے لئے کیا" [1]

۹ - اگر معاویہ سے زائد مبتلائے معاصی[2] کوئی شخص معاویہ کی جگہ ہوتا تب بھی امام حسن اس کو خلافت سپرد کردیتے "

۱۰ - "زیاد کو معاویہ سے مغیرہ بن شعبہ کی ہوشیاری نے ملایا - انھوں نے امر حق چھپایا - یہ جانتے تھے - مگر زنا کی گواہی نہ دی - ترجمہ تاریخ ابو الفداء جلد ۳ صفحہ ۴۴۹ -

۱۱ - "معتبر تاریخیں معاویہ کے معائب سے بھری ہیں - غرضیکہ معاویہ کی دنیا طلبی نے دین سے چھڑا کر تمام رعایا کو دنیاوی خواہشات میں مبتلا کردیا" ملاحظہ ہو صفحہ ۱۰۶ یزید نامہ خواجہ حسن نظامی دہلوی - نیز دوسری اسناد جو الزام نمبر ۶ میں ہیں نے " الفاظ حصول دنیا کیلئے " کی تائید میں مولانا معین الدین ندوی کی طرف سے پیش کئے ہیں - یہاں پر خواجہ حسن نظامی کی طرف سے پھر پیش کرتا ہوں - ناظرین صفحہ سابق کو مکرر ملاحظہ فرمالیں -

۱۲ - "معاویہ کی خوراک مقدار میں بہت بڑھ گئی تھی - بدن میں چربی چھاگئی تھی " (ملاحظہ ہو تاریخ الخلفاء للسیوطی صفحہ ۸۸ - اصل الفاظ یہ ہیں - "کثر شحمہ وعظم لبطنہ"

یہ ضرور ہے کہ سیوطی کے الفاظ کا لفظی ترجمہ نہیں کیا گیا ہے - پیٹ بڑھنے کے بجائے خوراک بڑھنا لکھا گیا ہے اور چربی بڑھنے کے بجائے چربی "چھانا" اس استفتاء میں تدلیساً "چھانا" لکھا گیا ہے، احسن الانتخاب صفحہ ۳۹۲ سطر ۱ کے اصل الفاظ یہی ہیں کہ "چربی بڑھ گئی تھی" جو کثر شحمہ کا لفظی ترجمہ ہے

"شراب کا بھی شغل رہتا تھا - ملاحظہ ہو مسند امام احمد صفحہ ۳۴۷ جلد ۵ اور اس کے متعلق جو تنقید فصل الخطاب میں کی گئی اس کے جواب کے لئے ملاحظہ ہو رفع الحجاب صفحہ ۲۷۰ تا صفحہ ۲۹۱ -

[1] اس فقرہ میں کون لفظ سب یا طعن کی تعریف میں آسکتا ہے [2] مبتلائے معاصی کا لفظ اسی فقرہ سے ماخوذ ہے کہ "عصیان شان نزد ما از مسلمات" (ایضاح لطافۃ المقال صفحہ

یہ اصلیت تو اُس استفتاء کی ہے جو فصل الخطاب میں شائع ہوا ہے اس کے علاوہ ایک اور استفتاء بھی صاحب فصل الخطاب نے کیا تھا جس پر مولوی مصطفیٰ رضا خاں صاحب بریلوی کا فتویٰ حاصل کرکے رسالہ "خضر" (ماہ مئی و جون ۱۹۳۳ء) میں شائع کیا گیا ہے) رسالہ "خضر" کا حال بعد میں عرض ہوگا۔ یہاں پر اس دوسرے استفتاء میں سے احسن الانتخاب کی وہ عبارتیں پیش کرتا ہوں جو فصل الخطاب والے استفتاء کے علاوہ ہیں تاکہ ناظرین کرام کو ان عبارتوں کی اصلیت سے بھی آگاہی ہو جائے۔

۱۳۔ "حق یہ ہے کہ ابو البشر کی اولاد میں حضرت علیؓ جیسے صفات حسنہ مجتمعہ کا انسان پیدا ہی نہیں ہوا۔ اس امر میں تو کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ آنحضرت کے بعد اہلبیت تمام صحابہ سے افضل و اعلیٰ تھے۔ اہلبیت کا انحصار موافق حدیث نبوی و تشریح آیت تطہیر و آیت مباہلہ جناب امیرؓ حضرت فاطمہؓ و حضرات حسنینؓ ہیں۔ اہلبیت کے بعد یقینی و قطعی خلفاء ثلثہ تمام صحابہ سے افضل و اعلیٰ تھے۔"

جیسا کہ سابقاً معروض ہو چکا ہے۔ اس مقام پر بھی مستفتی صاحب نے وہی اپنا پرانا حربہ ادھ کٹے فقرات نقل کرنے کا استعمال کیا ہے۔

پہلا فقرہ احسن الانتخاب کے صفحہ ۳ سطر اخیر لغایتہ ۴ سطر ا سے نقل کیا ہے اور اس کے بعد کی اس قدر عبارت (کہ جس کے بغیر یہ فقرہ مکمل نہیں ہوتا اور جس کے ملانے کے بعد اس فقرہ پر کسی اعتراض کی گنجائش نہیں رہتی) بالقصد اڑا دی ہے۔ پورا فقرہ یوں ہے۔ "حق یہ ہے کہ حضرت ابو البشر کی اولاد میں ایسے صفات حسنہ مجتمعہ کا انسان پیدا ہی نہیں ہوا کہ جو ایک طرف سراپا خاک بنا ہوا ہو اور دوسری طرف نور پاک۔ جس کو زبان نبوت کبھی قُم یا ابا تراب کے معزز لقب سے مخاطب کرے اور کبھی انا و علی من نور واحد کے شرف سے سرفراز فرمائے" اس پورے فقرہ کو پڑھنے کے بعد بھی اگر کوئی معترض صاحب اپنے اعتراض پر قائم رہیں تو از راہ کرم مجھے وہ حضرت علیؓ کے سوا اولاد ابو البشر میں سے اُس انسان کا نام بحوالہ احادیث

بتادیں جس کے بارہ میں بعینہٖ وبلفظہٖ یہی دونوں حدیثیں وارد ہوئی ہوں یا جن ان دونوں حدیثوں میں حضرت علیؓ کا شریک ہو۔ یہ فقرہ تو احسن الانتخاب میں عبارت آرائی کے طریقہ پر لکھا گیا ہے۔ جیسا کہ "سلسلہ سوال وجواب صفحہ ۲۸" میں لکھ چکا ہوں اسی طرح سے حضرت فاروق اعظمؓ کی منقبت میں بھی لکھا جا سکتا ہے کہ حضرت ابوالبشر کی اولاد میں ایسا کامل العدل صاحب صفات حسنہ مجتمعہ انسان پیدا ہی نہیں ہوا کہ جس کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ "الحق ینطق علی لسان عمر۔ نیز اسی طرح بہت سے انسانوں کے بارہ میں لکھا جا سکتا ہے اور اس سے کسی کی کوئی تنقیص نہیں ہوتی۔ مثلاً ہم یہ کہیں کہ "اولاد ابوالبشر میں جناب مولانا احمد رضا خان صاحب اعلی اللہ مقامہ کا ایسا کوئی وہابی کش مجدد مائۃ پیدا ہی نہیں ہوا" تفضیل شیخین کے سلسلہ میں پچھلی صفحات میں اس فقرہ پر کافی روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ دوسرے فقرہؔ "اس امر میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا...... افضل واعلیٰ تھے" میں بھی الفاظ "موافق حدیث نبوی وتشریح آیت تطہیر وآیت مباہلہ کی قید موجود ہے۔ جس کا مفہوم فضیلت من وجہ ہے نہ من جمیع الوجوہ یعنی من حیث جزئیت وقرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلبیت کرام کی فضیلت سائر خلق پر من حیث اہلبیت رسول میں ظاہر ہے کہ کس اہلسنت کو کلام ہو سکتا ہے کہ جس کے بارہ میں خود مستفتی نے فصل الخطاب میں بضمن اعتراضات آخر بلا ارادہ اتنا فقرہ لکھ ہی دیا ہے کہ "فضیلت من حیث ہی فضیلت بوجوہ شتی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نہ صرف ہمارا ایمان ہے بلکہ تمام اہلسنت والجماعۃ کا لیکن خلفاء ثلثہ کے مقابل میں بجمیع الوجوہ آپ کا افضل ہونا متکلم فیہ ہے"۔ آگے چل کر انہیں وجوہ شتی میں سے ایک وجہ قرابت رسول اور زوجیت بتولؓ بھی دکھائی ہے۔ ظاہر ہے کہ جس کی زوجیت کی وجہ سے حضرت علی کو آپ خود خلفاء ثلثہ پر افضل تسلیم کرتے ہیں اُسے تو اس ضمن میں افضل تسلیم کر ہی چکے۔ میرا سوال مستفتی صاحب سے یہ ہے کہ آخر خلفاء ثلثہ کی فضیلت من حیث ہی فضیلت بوجوہ شتی اور فضیلت من

ؔ صفحہ ۲۷۴ سطر اخیر لغایۃ صفحہ ۲۷۵ سطر ۳ احسن الانتخاب

حیثت السابقیۃ فی الخلافۃ کا انکار اس دوسرے اور نمبر پہلے فقرہ سے کیوں کر لازم آتا ہے اور اس فقرہ میں فیصلت من کل الوجوہ کے معانی آپ کہاں سے پیدا کرتے ہیں۔

۱۴۔ "حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ کی شرکت نے آتش فتنہ و فساد کو اور بھی مشتعل کر دیا"۔ (احسن الانتخاب صفحہ ۲۰۳، سطر ۱۷۔ منقول از المرتضیٰ مولفہ حافظ عبدالرحمٰن امرتسری صفحہ ۵۹ و ۶۰) احسن الانتخاب میں "حضرات طلحہؓ و زبیرؓ" ہے استفتاء میں صرف "حضرت" لکھا ہے یہ صاحب احسن الانتخاب پر افتراء ہے۔ اور اگر "الف" کا چھوٹ جانا سہو کتابت ہے تو تعجب ہے کہ مستفتی صاحب ایسے سہو کو قابل قبول کیونکر قرار دے سکتے ہیں جبکہ وہ "ہتی دامن نہو" میں "ن" کے چھوٹ جانے کو سہو کتابت ماننے پر تیار نہیں۔ (فصل الخطاب صفحہ ۱۳) سمجھ میں نہیں آتا کہ اس فقرے سے مستفتی و مفتی دونوں نے حضرت طلحہؓ و حضرت زبیرؓ کے متعلق کیا خراب معانی لئے ہیں کہ انھوں نے اس کو ضرور الزامات میں داخل کیا اور اُنھوں نے اس کو بدگوئی قرار دیا۔ ظاھر ہے کہ اس فقرہ میں ان دونوں حضرات کے ساتھ اس حد تک حسن ادب کا لحاظ کیا گیا ہے کہ آتش فتنہ و فساد کے مشتعل کرنے کی نسبت ان کی ذاتوں کی طرف نہیں دی گئی ہے بلکہ ان کی شرکت کیطرف دی گئی ہے۔ جنگ جمل کا ذکر احسن الانتخاب میں صفحہ ۲۰۳ سے لیکر صفحہ ۲۰۶ تک ہے اتنے صفحات میں سے مستفتی صاحب بعد تلاش بسیار بمشکل تمام یہی ایک فقرہ اس الزام کے لئے انتخاب کر سکے جس کا یہ حال ہے اور صفحہ ۲۰۴ سطر ۵ اکے اس فقرہ کو بالکل ہی نظر انداز کر دیا جو ان تمام واقعات جنگ جمل کے بیان اور ان حضرات کی طرف سے معذرت کے بعد مختتم طور پر مولف احسن الانتخاب نے اپنے قلم سے لکھا ہے۔ وہ یہ ہے۔ "ان واقعات کے متعلق جناب امیرؑ یا حضرت عائشہؓ یا حضرت طلحہؓ یا حضرت زبیرؓ کو بُرا کھنا بڑا گناہ ہے۔" جن ناظرین نے احسن الانتخاب کو نہ بھی پڑھا ہو وہ بھی اس فقرہ سے اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ جن صاحب نے اپنے قلم سے یہ فقرہ لکھا ہوگا اُنھوں نے اُسی کتاب میں ان حضرات کو بُرا بھلا ھرگز نہ کہا ہوگا۔

حضرت ملا نظام الدین اور مولانا عبد القدوس فرنگی محلی کی تحریرات

اس کے علاوہ ان سب فقرات متعلقہ استفتاء مندرجہ فصل الخطاب کی تائید میں حضرت ملا نظام الدین فرنگی محلی قدس سرہٗ کی یہ عبارت جو صبح صادق شرح منار کے باب الاجماع میں قلمی نسخہ کے صفحہ ۱۹۹ پر تحریر ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (ربط عبارت کو واضح کرنے کے لئے میں اپنی ضرورت سے زائد بھی چند سطریں ماقبل عبارت مقصودہ کی نقل کئے دیتا ہوں تاکہ یہ کہنے کو نہ ہو کہ ادھ کٹی عبارت نقل کی)۔

وما قیل ان خلافۃ الخلفاء الراشدین بالاجماع وقد انکرہا الروافض والخوارج فلو دخلوا لم یثبت وقد ثبتت کالشمس رابعۃ النہار حتی ان الرشاد من الصحابۃ وعترۃ الطاہرۃ عرجوا علی حقیتہا مقدم دخولہم مجمع علیہ غیر واضحۃ الصحۃ۔ فان الروافض حدثوا ابعد والخوارج انما انکروا الحجیۃ الظنیۃ فان خلافۃ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ ظنیۃ فان الاجماع انما ہو اجماع الاکثرین مع مخالفۃ شذوذ کمعاویۃ و عمرو بن العاص بہذا قالوا والاشبہ ان خلافۃ امیر المومنین ابی بکر الصدیق بالنص الجلی والاجماع یویدلہ کما ذکرہ الشیخ ابن ہمام فی رسالتہ المسماۃ المسائرۃ ویلوح من الصواعق المحرقۃ وح لایتم الدلیل ولکنہ مخالف للجمہور

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ خلفاء راشدین کی خلافت اجماع کے ذریعہ سے ہے اور اس سے رافضیوں اور خارجیوں نے انکار کیا ہے تو جب لوگ (یعنی روافض و خوارج اجماع میں) داخل ہوں تب ثابت ہو (تو یہ غلط ہے بلکہ انکی خلافت) پہر دن چڑھے کے آفتاب کی طرح ثابت ہے یہاں تک کہ صحابہ و اہلبیت طاہرہ کی رشادت اپنی حقیقت میں اس پر مقدم ہو کہ یہ لوگ اس کثرت رائے میں داخل ہوں جنکا داخل ہونا بھی اسکی صحت کو واضح کرنیوالا نہیں ہے پس روافض نے خوارج کی عادت سے گفتگو کی جنہوں نے دلائل ظنیہ سے انکار کیا ہے۔ پس خلافت امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ظنیہ ہے پس اجماع جو ہوا وہ کثرت رائے سے ہے چند مخالفوں مثل امیر معاویہ و عمرو عاص کے باوجود اسی طرح کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت نص جلی سے ہے اور اجماع اسکا موید ہے جیسا کہ شیخ ابن ہمام نے اپنے رسالہ مسمی مسائرہ میں ذکر کیا ہے اور صواعق محرقہ سے بھی ظاہر ہوتا ہے اور یہاں پر دلیل ختم نہیں ہوتی۔ لیکن جمہور کے خلاف ہے۔

ولئن انثنى عليه فالقدر الذي ذكر الروافض
تام واما الخوارج فقد انكروا الحجة الواضحة
لان خلافة امير المومنين علي كرم الله
وجهه ووجوه آله الكرام بالنص والاجماع
القطعي واما انكارهم تعنت وفسق
او لم يكونوا اهل اجتهاد واحدثوا البدو
الشاهد الصادق وتواه رضي الله
تعالى عنه والتشمير لدفع العادين
الى القضاء منه ومعاويه ونحوه لم يكن
مجتهدا كيف يكون من اشتبه عليهم
حرمة الربوا وغيرها مجتهدا او هو مائل الى
الدنيا في هذا الامر كيف وقد حكى ان
خلافه بعد تقرر الاجماع فانه رضي الله
تعالى عنه اذا اشتكى عنده قوم
فراى عزله فلم يقبله ففعل ما فعل
وكيف وامير المومنين اجتهد في كشف
شبهته ان كانت ولم يصغ اليه
ولو كان مجتهدا لاجتهد في طلب
الحق وكان ينظر الى الجماعة الكثيرة
التي لا تحصى عددهم تنقادوا له رضي
الله تعالى عنه واعتبروا الخلافة ثم ساغ لهم

اور اگر اس پر بنا قائم کی جائے تو جو تقریر روافض نے
ذکر کی ہے وہ مکمل ہو جاتی ہے۔ لیکن خوارج نے
کھلی ہوئی دلیل سے انکار کیا ہے اسواسطے کہ امیر المومنین
علی (اللہ ان کا چہرہ اور ان کے آل کرام کے چہرے
روشن کرے) کی خلافت نص اور اجماع قطعی
سے ہے اور اس کے انکار کرنے والوں کا انکار
تعنت اور فسق ہے (وہ لوگ) یا تو اہل اجتہاد
نہ تھے یا انھوں نے ایسے شاہد کی عداوت کی
گفتگو کی جس کا دعویٰ سچا ہے اور دفع مخالفین
کے لیے تشمیر (یعنی دامن سمیٹنا) یہ ہے
کہ قضا یعنی انصاف انھیں (یعنی حضرت علی)
کی طرف ہے اور معاویہ اور ان کے مثل لوگ
مجتہد نہیں تھے۔ جس شخص پر سود وغیرہ کی
حرمت مشتبہ ہو وہ مجتہد ہو کیسے سکتا ہے
اور جو اس امر میں دنیا کی طرف مائل ہو۔ اور
مجتہد کیسے ہو سکتے ہیں جن کے بارہ میں حکایت
یہ ہو کہ انھوں نے اجماع مقرر ہو چکنے کے بعد
مخالفت کی پس حضرت علی رضی اللہ عنہ سے
جب قوم نے شکایت کی تب آپ نے انھیں
معزول کیا انھوں نے اس معزولی کو قبول نہیں
کیا اور کیا جو کچھ کیا۔ اور کیسے مجتہد ہو سکتے ہیں
جبکہ امیر المومنین نے انکا شبہ رفع کرنے کی
جہد (یعنی کوشش بلیغ) فرمائی اور انھوں نے
ایک نہ سنی اور اگر مجتہد ہوتے تو طلب حق میں
اجتہاد کرتے اور وہ یہ دیکھتے تھے کہ ایک جماعت
کثیرہ جس کی تعداد کا شمار نہ تھا حضرت علی
رضی اللہ عنہ کے مطیع ہو چکے ہیں اور ان
کی خلافت پر اعتبار کر چکے ہیں۔

ذلک ولو نظر ما فعل - لا یقال انہ
کان کاتب الوحی وقد قال لہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ اللھم علّم معاویۃ
بالکتاب والحساب وقہ العذاب
رواہ احمد وفی المشہور کما فی تمہید ابی
شکور السالمی اذا ولیت او ملکت
فاحسن وقد روی الترمذی فی مناقبہ
انہ قال صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم اللھم
اجعلہ ہادیا مھدیا واہدہ - وقد
حکوا ان عمر بن الخطاب رضی اللہ
تعالی عنہ لما عزل سعدا عن الحمص
ونصبہ مقامہ تعجب القوم فقالوا یا عجبا
تعزلون عمروا وتنصبون معاویۃ فقال
عمرو بن سعد لا تقبحوا معاویۃ وقد سمعت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم
اللھم اہدہ وقد اشتہر قولہ صلی اللہ علیہ وسلم
الامناء عند اللہ ثلثۃ انا وجبرئیل
ومعاویۃ وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم یبعث
معاویۃ یوم القیامۃ وعلیہ رداء من نور
الایمان - لانا نقول کل ذلک لم یصح
والحدیثان الآخران قد حکم النقاد بوضعہا

پھر بھی ان کے لئے اس چال چلے - اور اگر دیکھتے
کہ کیا کیا تو نہ کرتے - کہا جاتا ہے کہ وہ کاتب وحی
تھے اور انکے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اے اللہ معاویہ کو کتاب اور حساب سکھا
اور انکو عذاب سے بچا - روایت کیا اسکو احمد نے
اور مشہور ہے جیسا کہ ابی شکور سالمی کی تمہید میں ہے
کہ جب تم والی ہو یا بادشاہ ہو تب نیکی کرنا اور ترمذی
نے ان کے مناقب میں روایت کیا ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ انکو ہادی
اور مہدی بنا اور انکو ہدایت دے اور بیان
کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت
سعدؓ کو حمص سے معزول کیا اور ان کو (یعنی امیر
معاویہؓ کو) انکی جگہ پر مقرر کیا تو لوگوں نے تعجب
کیا اور کہا کہ عجیب بات ہے کہ عمروؓ کو معزول
کرتے ہیں اور معاویہؓ کو مقرر کرتے ہیں - عمرؓو بن
سعدؓ نے کہا کہ معاویہؓ کو برا نہ کہو میں نے رسول اللہ
کو فرماتے سنا ہے کہ اے اللہ ان کو ہدایت دے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مشہور کیا گیا
ہے کہ اللہ کے نزدیک امین تین ہیں میں اور جبرئیل
اور معاویہؓ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد
کہ قیامت کے دن معاویہؓ اٹھیں گے اور ان
پر نور ایمان کی چادر ہوگی - ہم جواب دیتے
ہیں کہ یہ کوئی روایت صحیح نہیں ہے اور آخری دونوں
حدیثوں کے بارہ میں یہ طے ہو گیا ہے کہ موضوع ہیں

وشددوا علیہ وقد ذکرہ الشیخ الکامل المحدث عبد الحق الدہلوی فی شرح سفر السعادۃ۔ وقال مصنفہ مجد الدین المحدث لم یرو حدیث صحیح فی فضائلہ ولئن صح فکتابتہ الوحی کان قبل ظہور الفتن وقصتہ نصب امیر المومنین عمرؓ ان صح فہو ادل دلیل علی شکایۃ الناس عنہ۔ واما دعاءہ صلی اللہ علیہ وعلی وآلہ وسلم۔ فلان کوشعت بصدد رما صدر عنہ فدعالہ تسلیتہ لقلبہ وہو غیر بعید۔ ومثل ہذا الدعاء لایجب ان یستجاب کالادعیۃ الاخری۔

اور علماء نے اُس پر سختی کی ہے اور اُسے شیخ کامل محدث عبد الحق دہلوی نے شرح سفر السعادۃ میں ذکر کیا ہے۔ اور مصنف سفر السعادۃ مجد الدین محدث نے فرمایا ہے کہ ان کے فضائل میں کوئی حدیث صحیح مروی نہیں ہے اور اگر صحیح بھی ہو تو کتابت وحی ظہور فتن سے پہلے تھی اور امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقرر کرنیکا قصہ اگر صحیح ہو تو وہ انسے لوگوں کے شاکی ہونیکی پہلے دلیل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اس لئے تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سب منکشف ہوا جو انسے صادر ہونیوالا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تسکین قلب کیلئے دعا فرمادی اور یہ بعید نہیں اور ایسی دعائیں لازم نہیں کہ قبول بھی ہوں جیساکہ اور دعاؤں کے بارہ میں مروی ہے۔

اسی نسخہ میں صفحہ مذکور پر تین حاشیے مولانا محمد نعیم قدس سرہ فرنگی محلی کے قلم کے لکھے ہوئے ہیں وہ بھی بجنسہ نقل کئے جاتے ہیں تاکہ حضرت ملا نظام الدین قدس سرہ کا مفہوم اور بھی واضح ہو جائے۔

پہلا حاشیہ لفظ "لا یتم الدلیل" پر علامت عہ بناکر لکھا ہے جو بجنسہ یہ ہے (ہمنے یہی علامت عبارت ماقبل میں بھی نقل کرتے وقت ان الفاظ پر بنادی ہے)

عہ قولہ لایتم الدلیل یعنی لا یتم الدلیل فلا حاجۃ الی العذر الذی ذکرہ الکن ما تین علیہ عدم اتمام الدلیل خلاف الجمہور من القول باثبات الخلافۃ بالنص الجلی اید

یعنی جب دلیل تمام نہیں ہوتی تو اس عذر کی ضرورت نہیں جو لوگ کرتے ہیں۔ لیکن دلیل تمام ہونے کے بارہ میں جو کہتے ہیں یہ جمہور کے خلاف ہے کیونکہ (جمہور اس بات کے) قائل ہیں کہ کہ خلافت نص جلی سے ثابت ہے

بالاجماع وہو اللاحق بالاتباع وان
ادعی علی ما قالہ الجمہور من اثبات
الخلافۃ بالاجماع فقط ورح تم الدلیل
ولا بد من العذر ومن الجواب فالعذر الذی
آہ ١٢ للمولوی عبد القدوس عفا اللہ عنہ

اور اجماع اسکا مؤید ہے اور وہ (یعنی اجماع
لاحق بالاتباع (یعنی ثبوت تائیدی) ہے۔
اور اگر یہ کہا جائے کہ جمہور اثبات خلافت
بالاجماع صرف کے قائل نہیں تو دلیل
ختم ہو جاتی ہے اور یہ عذر اور جواب لازم آتا
ہے جو بیان ہوا۔ (از مولوی عبد القدوس قدس سرہ)

دوسرا حاشیہ لفظ معاویہ رضؓ ونحوہ پر علامت سے بنا کر لکھا ہے (یہی علامت عبارت منقولہ بالا میں بھی ان الفاظ پر بنا دی ہے جن پر نسخہ منقول عنہ میں بنی تھی) اور ان حواشی کی نقل سے ہمارا اصل مقصود یہی حاشیہ ہے جو علماء فرنگی محل یعنی علماء اہلسنت والجماعۃ کے صحیح مسلک کو اس بارہ میں حضرت ملا نظام الدین قدس سرہ سے بھی زیادہ وضاحت کیساتھ بیان کرتا ہے۔

سے دلیل ودلالۃ واضحۃ علی ان معاویۃ
ونحوہ لم یکن مجتہدا حدیث عمار بن
یاسر ویح عمار یقتلہ الفئۃ الباغیۃ
یدعوہم الی الجنۃ ویدعونہ الی
النار رواہ احمد والبخاری کما فی الجامع
الصغیر فان قولہ علیہ السلام
یدعونہ الی النار ناطق بان من دعا
عمارؓ الی فئتہ فہو مستحق للنار فلو
کان مجتہدا ولو مخطیا لاستحق
الثواب درجۃ واحدۃ لا النار
ولا یلزم من استحقاقہ النار دخولہ فیہا[1]

اور اس بات کی کہ حضرت معاویہؓ اور
ان کے امثال مجتہد نہ تھے حضرت عمار بن
یاسرؓ کی یہ حدیث کھلی ہوئی دلیل ہے کہ
افسوس عمارؓ پر انہیں باغیوں کا گروہ قتل کریگا۔ یہ
انہیں جنت کیطرف بلائینگے اور وہ انہیں آگ
کی طرف بلائیں گے اسکو احمد اور بخاری نے
روایت کیا جیسا کہ جامع صغیر میں ہے پس آنحضرت
کا یہ فرمانا کہ وہ انکو آگ کی طرف بلائیں گے
اس بات پر ناطق ہے کہ جو حضرت عمار کو اپنے
گروہ کی طرف بلائیگا وہ آگ کا مستحق ہوگا
پس اگر وہ مجتہد ہوتے تو ایک درجہ ثواب
کے مستحق ہوتے نہ کہ آگ کے
اور ان کے آگ کے مستحق ہونے سے
آگ میں داخل ہونا لازم نہیں آتا[1]

[1] چنانچہ احسن الانتخاب میں انکی عاقبت کے سوال پر نظر کرنے سے احتیاط کیگئی ہے البتہ حضرت ملا نظام الدین قدس سرہ نے [illegible]

لاحتمال ان یکون تائبا بعد ذلک
ونادما علی ما فعل سابقا کما قال
صاحب التمہید فی تمہیدہ ان معاویۃ
تاب بعد قتل علیؓ قال اخطأت
فی الاجتہاد وقال کانت الخلافۃ لعلی
وفی عیون المجالس وہو ناقل عن کتاب
الجواہر فی قضاء الدیون قال معاویۃ لابنہ
یزید یا بنی ان الحق معہم وانہ حقہم
ای حق علیؓ والحسنؓ والحسین و
لکن غلبنا ہم علیہم ۔ وقال علی القاری
فی المرقاۃ شرح المشکوۃ فی شرح
ہذا الحدیث قلت فاذا کان الواجب
علیہ ان یرجع عن بغیہ باطاعۃ الخلیفۃ
ویترک المخالفۃ وطلب الخلافۃ المنیفۃ
فیتبین انہ کان فی الباطن باغیا
وفی الظاہر میسرا[1] مراعیا مرائیا مفاد
ہذا الحدیث علیہ باغیا وعن عملہ ناہیا
ولکن کان ذلک فی الکتاب مسطورا
فصار عندہ کل من القرآن والحدیث
مہجورا ۔ فرحم اللہ من انصف ۔

کیونکہ اس کا احتمال ہے کہ اس کے بعد توبہ
کرلی ہو اور اپنے سابقہ افعال پر نادم ہوا
ہو ۔ جیساکہ صاحب تمہید نے اپنی تمہید میں
کہا ہے کہ معاویہؓ نے بعد شہادت حضرت علی
کے توبہ کی اور کہا کہ میں نے اجتہاد میں غلطی
کی اور کہا کہ خلافت حضرت علیؓ ہی کے لئے
تھی ۔ اور عیون المجالس میں کتاب الجواہر
فی قضاء الدیون سے نقل کیا ہے کہ معاویہؓ
نے اپنے بیٹے یزید سے کہا کہ بیٹا حق انھیں
کے ساتھ ہے اور یہ (یعنی خلافت) انھیں کا
حق ہے یعنی حق حضرت علیؓ اور حضرات حسنین رضی اللہ
عنہما کا ۔ لیکن ہم ان پر انکے خلاف غلبہ کر گئے
اور ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ میں اس
حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ میں یہ کہتا
ہوں کہ اسوقت ان پر (معاویہؓ پر) یہ واجب تھا
کہ اپنی بغاوت چھوڑ کر خلیفہ کی اطاعت کر لیتے
اور دشمنی اور خلافت کی طلب چھوڑ دیتے ۔
پس اس سے مجھ پر یہ ثابت ہوا کہ وہ باطن میں
باغی تھے اور ظاہر میں آسانی ڈھونڈھنے والے
رعایت کرنیوالے اس حدیث کے مفاد پر ریا کرنے
والے (یعنی مفاد کو غلط دکھانیوالے) اسپر (یعنی حدیث پر)
باغی اور اسپر عمل سے منع کرنیوالے ۔ ولیکن یہ کتاب
میں لکھا جا چکا تھا ۔ پس انکے نزدیک قرآن اور حدیث
سب کچھ مہجور ہو گیا ۔ پس رحمت اللہ کی اسپر جو انصاف

[1] میسر کے معنی قمار باز کے بھی ہیں ۔ منتخب صفحہ ۴۴۶

ولم یتعصب ولم یتعسف۔ وقولی
الاقتصاد فی الاعتقاد ولئلا یقع بین
جانبی سبیل الرشاد من الرفض
والنصب واحب جمیع الآل و
الصحب انتہی عبارتہ۔ فمن قال
باجتہادہ فقد غفل عن ہذا الحدیث الصحیح
بہذا الطریق۔ فلا معنی لاجتہادہ بمعنی
انہ المستنبط للاحکام الشرعیۃ علی
قانونہ فانہ یترتب علیہ الثواب والنبی
علیہ السلام وعدہ النار بدعوۃ عمارؓ الیہ
فان ارادوا باجتہاد بطریق القول
بالتاول وان کان فاسداً فہذا اصطلاح
آخر لا مشاحۃ فیہ۔ لکن لا یترتب
علیہ الثواب الموعود للمجتہد۔ وان
کان مخطیا فانہ علی المعنی الاول کما لا یخفی
وان کان القول باجتہاد ہم بجرہ...
بالصحابۃ بحسن الظن بان لا یکون
مخالفاً للحدیث الصحیح بطریق آخر وہو بان
کان رجوعہم الی خیر معاد وبان تابوا بعد
ذلک وندموا عما حکموا واقروا بالحق عن
المستحق لذلک الحق۔ فکن من المتبعین

کرے اور تعصب اور تعسف نہ کرے۔ اور میرا قول
یہ ہے کہ اعتقاد میں اقتصاد دینی میانہ روی اختیار
کرنا چاہئے۔ تاکہ راہ ہدایت کے دونوں کناروں
میں سے کسی سے نیچے نہ جا گرے وہ دکنارے رفض
اور ناصبت ہیں اور میں جملہ اہلبیت وصحابہ سے
محبت رکھتا ہوں۔ ختم ہوئی عبارت مرقاۃ کی۔
پس جو شخص انکے اجتہاد کا قائل ہو وہ اس حدیث
سے غافل ہے جو اس طریق پر حدیث صحیح ہے پس
انکے اجتہاد کے وہ معنی نہیں ہیں کہ جس سے احکام
شرعیہ کا اس کے قانون کے مطابق استنباط کیا
جا سکے کہ جس پر ثواب مترتب ہو۔ درانحالیکہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے انسے آگ کی وعید کی ہے بذریعہ حضرت
عمارؓ کو اسکی طرف بلانیکی۔ پس اگر انکے اجتہاد سے یہ
مراد لیا جائے کہ تاول کا قائل ہونا چاہئے اگرچہ فاسد ہو
تو یہ دوسری اصطلاح ہے اسمیں ہرج نہیں لیکن اس پر وہ
ثواب مترتب نہیں ہوگا جو مجتہد کے لئے ہے۔ وہ
اگر مخطی ہونگے تو پہلے معنی میں جیسا کہ مخفی نہیں اور اگر
انکے اجتہاد کا قائل اس لئے ہوا جائیگا کہ صحابہ سے
حسن ظن رکھنا چاہئے تاکہ دوسرے طریقہ کی حدیث
صحیح کے مخالف نہ ہو تو وہ یوں ہوگا کہ انھوں نے
منزل نیک کی طرف رجوع کرلی ہوگی اور
اس کے بعد توبہ کرلی ہوگی اور جو کچھ حکم کیا
اس سے نادم ہوگئے ہوں گے اور اس امر کا
اقرار کرلیا ہوگا کہ اس حق کا مستحق کون تھا

فٹ نوٹ۔ لہ شہادت نامہ میں جو خطائے اجتہادی کا لفظ کسی کتاب سے ترجمہ کرکے لکھا گیا ہے وہ اسی معنی میں ہے علاوہ اس امر کے شہادت نامہ میں جو کچھ ہے وہ وقت خلع خلافت حضرت امام حسنؑ سے متعلق ہے نہ کہ جنگ صفین سے۔ قیس

لاحادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا من محض المقلدین المکبین علی التقلید الصرف الذین وقع فی شانہم المقلد کالاعمی بل لابد ان یتبع الذین اتبعوا الحق و تجتنبوا عن التعصب والاعتساف و کثرۃ التعصب بحیث ینکر الحدیث بقول لانعلم ما فی الحدیث وانلہ بما قالوا یصیر العبد بہا مستحق للعتاب اعاذنا اللہ منہ و عبادہ الصالحین۔ للمولوی عبدالقدوس عفا اللہ عنہ۔

پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی پیروی کرنیوالوں میں سے ہونا چاہیے نہ صرف مقلدین میں سے کہ جو تقلید کی لکیر پیٹتے ہیں جنکی شان میں ہے کہ تقلید کرنیوالا مثل اندھے کے ہوتا ہے بلکہ لازم یہ ہے کہ ان لوگوں کی پیروی کیجائے جنھوں نے حق کی پیروی کی۔ اور غصب اور ہٹ دھرمی اور تعصب سے پرہیز کیا جائے جیسے کہ لوگ حدیث سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ حدیث میں کیا ہے ہم تو صرف اسکی تقلید کرتے ہیں جو (ہمارے پیشوا) کہگئے ہیں۔ اس سے بندہ عتاب کا مستحق ہوجاتا ہے۔ خدا ہمکو اور اپنے نیک بندوں کو اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔ (از مولوی عبدالقدوس قدس سرہ)

تیسرا حاشیہ لفظ ''کیف یکون'' پر علامت لہ بنا کر لکھا ہے دیکھئے یہی علامت متن کی عبارت منقولہ بالا میں بھی بنا دی ہے تاکہ ناظرین کو ربط دینے میں آسانی ہو) اس حاشیہ کو نقل کرنا ہمارے مقصود سے قدرے زائد ہے مگر ان دو حاشیوں کے ساتھ تیسرے کو نقل کر دینا بھی کچھ نہ کچھ مفید ہی ہوگا لہذا نقل کیا جاتا ہے

لہ معاویۃ کان امر ببیع الآنیۃ من الفضۃ باکثر قدراً۔ عن ابی قلابۃ کنت بالشام فی حلقۃ فیہا مسلم بن یسار۔ فجاء ابوالاشعث۔ فقالوا ابوالاشعث ابوالاشعث۔ فقلت حدث اخانا حدیث عبادۃ الصامت فقال نعم

معاویہ رضی اللہ عنہ نے چاندی کے برتنوں کا ہموزن سے زائد پر فروخت کرنیکا حکم دیا تھا ابی قلابہ سے مروی ہے کہ میں شام میں ایک حلقہ میں تھا کہ اسمیں مسلم بن یسار بھی تھے۔ کہ ابوالاشعث آئے لوگوں نے کہا ابوالاشعث آگئے ابوالاشعث آگئے میں نے عرض کیا کہ عبادہ بن صامت کی حدیث بیان کیجئے فرمایا بہتر

غزونا غزاة وعلی الناس معاویة فغنمنا غنائم کثیرة فکان فیما غنمنا آنیة من فضة فامر معاویة رجلاً ان یبیعها فی عطیات الناس۔ فتنازع الناس فی ذلک فبلغ عبادة بن الصامت فقام فقال انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینہی عن بیع الذہب بالذہب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح الا سواء بسواء عینا بعین فمن زاد وازداد فقد اربی فرد الناس ما اخذوا۔ فبلغ ذلک معاویة فقام خطیباً۔ الا ما بال رجال یتحدثون عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احادیث قد کنا نشہده ونصحبه فلم نسمعها منه۔ فقام عبادة الصامت فاعاد القصة وقال لنحدثن بما سمعنا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان کره معاویة او قال وان رغم ما ابالی الا اصحبه جندة لیلة سوداء۔ کذا فی جامع الاصول مفرداً الی موطا و البخاری وابی داؤد وعن بن یسار

ہمنے ایک غزوہ میں فتح پائی اور لوگونپر معاویہؓ حاکم تھے۔ پس ہمنے کثیر مال غنیمت حاصل کیا جس میں چاندی کے برتن بھی تھے معاویہؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ انکو لوگوں کے عطیات میں فروخت کردے لوگ اسپر لڑنے لگے۔ عبادہ بن صامت کو خبر پہونچی وہ کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ منع فرماتے تھے بیچنے سے سونے کو سونے چاندی کو چاندی گیہوں کو گیہوں۔ جو کو جو۔ کھجور کو کھجور نمک کو نمک سے مگر یہ کہ وزن میں ٹھیک ٹھیک مساوی ہو پس جسنے بڑھایا یا بڑھوایا اسنے سود کا سودا کیا۔ لوگوں نے جو کچھ لیا تھا پھیر دیا۔ یہ خبر معاویہؓ کو پہونچی انھوں نے کھڑے ہوکر خطبہ دیا۔ کہ ان لوگوں کو کیا ہوا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی حدیثیں بیان کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت کی صحبت میں رہکر انھیں مشاہدہ کرتے تھے مگر ہمنے آنحضرت سے نہیں سنیں۔ پس عبادہؓ بن صامت کھڑے ہوئے اور قصہ دہرایا اور کہا کہ جو کچھ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے وہ ہم ضرور بیان کرینگے اگرچہ معاویہؓ کو برا معلوم ہو۔ یا یہ کہا۔ کہ اگر (صحبت کا) زعم ہے تو مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ میں نے کسی اندھیری رات کے تھوڑے ہی حصے آنحضرت کی صحبت پائی ہو۔ یہ جامع الاصول میں ہے موطا اور بخاری اور ابی داؤد سے مفرد۔ اور ابن یسار سے مروی ہے

ان معاویةؓ بن ابی سفیان باع سقایة
من ذهب او ورق باکثر من وزنها
فقال ابو الدرداءؓ سمعت رسول الله صلی الله
علیه وسلم ینهی مثل هذا الا مثلاً بمثل فقال له
معاویة ما اری بمثل هذا باساً فقال ابو الدرداءؓ
من یعذرنی عن معاویةؓ فانی اخبره عن رسول
الله صلی الله علیه وسلم وهو یخبرنی عن رایه
لا اساکنک بارض کنت بها ثم
قدم علی عمرؓ بن الخطاب فذکره ذلک
فکتب عمرؓ بن الخطاب الی معاویة ان
لا یبیع ذلک الا مثلاً بمثل - فادر ان
حرمة الربوا من المشاهیر التی لا یمتری فیها
ولا یماری و قدا حلها فکیف یوخذ
بمذهبه الا بعد النقد ۱۲ منه قدس سره

کہ معاویہؓ بن ابی سفیان نے سونے کی مشک
بیچی یا ورق - بعوض اس سے زائد وزن کے
سونے کے پس ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کہا
کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ
آپ نے ایسا کرنے کو منع فرمایا ہے مگر یہ کہ مثل
بعوض مثل کے ہو - معاویہؓ نے ان سے کہا کہ میں
ایسا کرنے میں کوئی نقصان نہیں دیکھتا - ابو الدرداءؓ
کہنے لگے مجھے معاویہؓ سے کون معذور رکھے - میں
ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے
خبر دیتا ہوں اور وہ مجھکو اپنی رائے سے خبر دیتے
ہیں - میں اس زمین میں نہ رہوں گا جس میں
تم ہوگے - پھر حضرت عمرؓ بن خطاب رضی اللہ عنہ
کے پاس گئے اور انسے اسکا ذکر کیا - حضرت عمرؓ
بن خطاب نے معاویہؓ کو لکھا کہ ان چیزوں کو بجز مثل بمثل
کے بیع نہ کرائیں - پس دیکھو کہ سود کی حرمت ایسی
مشہور چیزوں میں سے ہے جس میں شک کیا جا سکتا ہے نہ شبہہ اور انھوں نے
اسے حلال کر دیا پس انکے مذہب کیسے سند لیجا سکتی ہے جب تک پرکھ
نہ لیا جائے -

یہ عبارتیں امیر معاویہؓ کے استخفاف اور مثالب بیان کرنے کی غرض سے نہیں نقل
کیگئی ہیں بلکہ احسن الانتخاب کی عبارتوں پر جو فسق کا فتویٰ حاصل کیا گیا ہے اسکی
تردید میں ہیں اور حضرت ملا نظام الدین قدس سرہ کی مستند کتاب مذکور میں اس مقام
پر موجود ہیں کہ جہاں پر اجماع کے بارہ میں بحث کیگئی ہے - ظاہر ہے کہ یہ عقاید اگر ملا صاحب
قدس سرہ کے نزدیک ایسے عام نہ ہوتے تو انھوں نے انکو برطبق مثال ایک ایسی بحث
کے ضمن میں کیوں لکھا ہوتا جہاں پردہ بجائے اس کے کوئی دوسری مثال لکھ سکتے تھے

اور پھر اس پر مولانا عبدالقدوس ایسے جید عالم نے یہ حواشی کیوں لکھے ہوتے کہ جن کو مسئلہ اجماع کی بحث سے چنداں تعلق نہیں بلکہ ملا صاحب قدس سرہ کے نفس عقیدہ متعلقہ امیر معاویہؓ وغیرہ کو اتنی تقویت پہونچاتے ہیں بلکہ ان سے بھی سخت رائے پیش کرتے ہیں - اور پھر ان حواشی کو جناب مولانا محمد نعیم صاحب قدس سرہ نے اپنے قلم خاص سے اس مقام پر کیوں نقل کیا ہوتا - اس کے بعد ہر منصف مزاج ناظر کتاب ہذا کو احسن الانتخاب کے الفاظ مندرجہ فرد الزامات کا ان حواشی سے موازنہ کرکے انصاف کرنا چاہئے - کہ کن عبارتوں کا مفہوم زیادہ سخت ہے - آیا ان اکابر کی ان تحریرات کا یا اُن ماٰخذ کی اُن تحریرات کا جن سے احسن الانتخاب میں الفاظ لئے گئے ہیں صاحب احسن الانتخاب کے سر سے الزام کی بلا سب سے پہلے تو یونہی ٹلی ہوئی ہے کہ جن الفاظ پر الزام قائم کئے گئے ہیں وہ الفاظ ان کے نہیں بلکہ ماٰخذ کے ہیں جن کے حوالے معہ صفحات کے (اگر احسن الانتخاب میں پہلے سے درج تھے تو بھی اور اگر سہواً رہ گئے تھے تو بھی) آج آپکے سامنے بیٹھیں ہیں - اب اگر کوئی یہ الزام دے کہ ان ماٰخذ سے یہ الفاظ اخذ کیوں کئے تو انمیں سے جو الفاظ اکابر متقدمین مثل ملا محمد صالح کشفی و عبداللہ نمبری قرطبی و سبط ابن الجوزی و صاحب عقد الفرید و صاحب تحفہ والصباح و سیوطی وغیرہم کی کتابوں کا ترجمہ ہیں ان کے لئے یہ الزام لایعنی ہے اور کسی تائید مزید کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ ان متقدمین علمائے اہلسنت سے اخذ نہ کرتے تو اور کس سے اخذ کرتے - اور جو متاخرین مثل مولوی وحید الزماں خاں اور حکیم مظہر الحق قنوجی مرحومین اور معاصرین مثل مولانا معین الدین ندوی اور خواجہ حسن نظامی وغیرہما کے الفاظ ہیں انسے زیادہ سخت مفہومات ان متوسطین مجتہدین مسلم الثبوت یعنی ملا نظام الدین و مولانا عبدالقدوس قدس سرہما کی تحریرات معروضہ بالا میں موجود ہیں -

میں نے فرد الزامات کی عبارتیں نقل کرکے ان عبارتوں کے اصل ماٰخذ اور مولفین

ومصنفین ماخذ کو پیش کر دیا اور اس کی مزید تائید میں ملا نظام الدین فرنگی محلی اور مولوی عبد القدوس فرنگی محلی قدس سرہما کی تحریرات پیش کر دیں۔ اس استفتاء کے جواب میں مفتیان والاشان نے مغالطہ میں پڑکر جو عبارتیں تحریر فرمائی ہیں انمیں سے بیشتر کی تردید رفع الحجاب میں ہوچکی ہے لہذا اس موقع پر میں اسکی تکرار کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ ناظرین کو اگر اس کے پڑھنے کا شوق ہو تو رفع الحجاب ملاحظہ کریں۔ میری غرض ان عبارات کے نقل کرنے سے صرف یہ دکھانا ہے کہ احسن الانتخاب میں جو کچھ ہے وہ اس سے کتنا کم اور کتنا نرم ہے۔

علماء مفتیین سے سوال

اس کے بعد ان سب دستخط کرنیوالے علماء سے ایک عام سوال یہ ہے کہ "آیا آپ ان سب مصنفین ومولفین متقدمین ومتاخرین پر بھی فسق کا فتویٰ لکھکر دستخط کرنے کو تیار ہیں؟"۔

علماء مفتیین فرنگی محل سے خطاب

ان علماء فرنگی محل سے جن کے دستخط ہیں بالتخصیص مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ آپ حضرات کے متعلق مجھے یہ یقین نہیں کہ آپنے قرابتی یا شخصی دباؤ سے متاثر ہوکر دستخط کئے ہونگے یہ بھی یقین نہیں کہ اس استفتاء کے ساتھ احسن الانتخاب آپ کے پیش نظر نہ ہوگی۔ یہ بھی یقین نہیں ہیں کہ آپ حضرات نے احسن الانتخاب کے ماخذ اور شاہ عبد العزیز دہلوی وشیخ عبد الحق دہلوی وحضرت ملا نظام الدین وحضرت مولانا بحر العلوم قدست اسرارہم کے تصانیف نہ ملاحظہ کئے ہونگے (کیونکہ اگر ایسا ہو تو قدروانی عالم بالا معلوم شدم) آپ حضرات کو یہ بھی معلوم ہے کہ صاحب احسن الانتخاب کا خاندانی معمول خود افتاء سے احتیاط کرنا اور علماء فرنگی محل کے فتووں کو اپنا سمجھنا اور ان کا اتباع کرنا رہا ہے ان سب امور کے ہوتے ہوئے بھی جو آپ نے تفسیق کے استفتاء پر دستخط فرمائے تو کیا اب آپ

حضرات حضرت مولانا بحرالعلوم اور حضرت ملا نظام الدین اور حضرت مولانا عبدالقدوس قدس سرہم کے خلاف بھی (نعوذ باللہ منہا) ایسے استفتار پر دستخط کرنے کو تیار ہیں یا نہیں یہاں تک مضائقہ نہ تھا کہ بعض مختلف فیہ مسائل میں آپ کو انسے اختلاف ہوتا کیونکہ ہر اہل علم بعض امور میں اجتہاد ذاتی کا بھی مجاز ہے - لیکن اُن کے ہم خیال کو فاسق لکھکر دستخط کر دینا یا فاسق لکھنے والے کی تائید کر دینا کوئی معمولی بات نہیں - میں نے بعض معاصر علمائِ فرنگی محل کا یہ مقولہ بھی سنا ہے کہ ان مضامین پر حضرت مولانا بحرالعلوم قدس سرہ نے اپنے والد ماجد حضرت ملا نظام الدین قدس سرہ کا تخطیہ کیا ہے - کیا آپ حضرات وہ تحریر حضرت مولانا بحرالعلوم قدس سرہ کی کسی کتاب میں دکھا سکتے ہیں اور اس تحریر کے ذریعہ سے شرح مسلم الثبوت مولفہ حضرت مولانا بحرالعلوم کے صفحہ ۴۴ سطر ۸ و صفحہ ۵۰ سطر ۱ کی عبارتوں کی تردید کر سکتے ہیں جو اس مقولہ کے بالکل برعکس ہیں عبارتیں یہ ہیں -

(۱) فالقتال الذی وقع فی الجمل اجتہادی البتۃ لاشک انہ اجتہادی والمنکر معاند لا شک فی حماقتہ واما صفین فقد عرفت حالہ (صفحہ ۴۴ سطر ۸)

ترجمہ - پس جو قتال کہ جمل میں جو واقع ہوا اجتہادی ہے یقیناً - اُس کے اجتہادی ہونے میں شک نہیں اور جو اسکا مخالف ہو اسکی حماقت میں شک نہیں لیکن صفین پس تم اسکا حال جان چکے ہو -

(۲) بل الکلام فی کونہ مجتہداً کیف وقد عدہ صاحب الہدایۃ من السلاطین الجائرۃ مقابل العادلین ولو کان بالاجتہاد لما کان جوراً ولم ینقل منہ فتوی علی طریقۃ الاصول الشرعیۃ (صفحہ ۵۰ سطر ۱)

ترجمہ - معاویۃ کے مجتہد ہونے میں کلام ہے انکو صاحب ہدایہ نے ظالم بادشاہوں میں عادلین کے مقابل میں شمار کیا ہے - اگر وہ مجتہد ہوتے تو کبھی ظالم نہ ہوتے اُنسے کوئی فتوی بھی بطریق اصول شریعت منقول نہیں -

میں آپ حضرات سے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ حضرات جو ملا نظام الدین فرنگی محلی اور مولانا بحرالعلوم اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہم ایسے

فٹ نوٹ - ۱؎ یہ لفظ اگر "جائز" بھی پڑھا جائے تب بھی "مقابل العادلین" کیوجہ سے ترجمہ کا مفہوم نہیں بدلتا - مولف

جلیل القدر علماء محققین کی رایوں کو تو انفرادی رائیں سواد اعظم اور اجماع امت کے خلاف قرار دیتے ہیں اور مولوی عبدالشکور صاحب نزیل لکھنؤ اور نجدیوں کی رائے کو اجماع امت اور سواد اعظم قرار دے رہے ہیں استکبار کیا ہے۔ افسوس صد افسوس کسے خبر تھی کہ امام الوقت مولانا عبدالباری صاحب قدس سرہ کی بے وقت وفات کا یہ اثر ہوگا کہ پانچ چھ سال کے اندر ہی آپ اپنے خاندانی بزرگوں کا اتباع چھوڑ کر ایک ایسی شخصیت کا اتباع شروع کر دینگے جن کے خلاف ہر چہار طرف سے جس قسم کے فتوؤں کی بوچھار ہے وہ مخفی نہیں ہیں۔ اور جنھوں نے محض ان فتوؤں کی زد سے بچنے اور جاہلوں میں اپنا رہا سہا وقار قائم رکھنے کے لئے شیعوں سے مناظرہ کا کارخانہ کھول رکھا ہے۔ اور جس کی تردید کی کوشش میں اپنے اس کارخانہ کے ذریعہ سے انھوں نے سعی بلیغ سے الحمد للہ کہ ایک محضر اپنی برارت کا تیار کر کے اس پر آپ حضرات کے دستخط حاصل کرلئے ہیں۔ جن پر آمنّا وصدقنا کہنے کے بعد بھی یہ سوال باقی رہتا ہے کہ آخر اس کی نوبت ہی کیوں آئی ؟ -

البتہ میرا یہ خطاب جناب شمس العلماء مدظلہ کیطرف نہیں ہے جن کے متعلق میرا عقیدہ ہے کہ اس بیماری و پیرانہ سالی و معذوری کی حالت میں انکی طرف سے عبارت لکھکر احسن الانتخاب کا ذکر کئے بغیر چالاکی و چرب زبانی سے انکے دستخط حاصل کرلئے گئے ہیں۔

مولوی مصطفیٰ رضا خاں صاحب کے فتوی کی تنقید

مولوی صاحب کے فتوے پر زیادہ غائر نظر ڈالنے کی اسلئے ضرورت نہیں باقی ہے کہ استفتاء کا جو مفہوم سمجھکر انھوں نے فتویٰ دیا ہے اس استفتاء کی حقیقت پیش ہونے کے بعد اس مفہوم ہی میں بہت کچھ فرق آگیا ہے۔ اور غالباً اس حقیقت کے پیش نظر ہونے کے بعد مولوی صاحب خود اپنے فتوے میں بہت کچھ تبدیلی کرنے پر تیار ہو جائیں گے۔ اسمیں شک نہیں کہ اس فتوے کی زبان اُن فتوؤں سے بھی زیادہ پر خشونت ہے کہ جو فصل الخطاب

میں شایع کئے گئے ہیں لیکن باینہمہ ہم متشکر ہیں کہ اُس فتوے کی طرح نتیجہ میں (خالکم بدہن) "فاسق و فاجر" کے الفاظ نہیں استعمال کئے گئے ہیں - البتہ علم کی روشنی میں دیکھنے کے قابل صرف دو تین باتیں ہیں -

ایک تو یہ کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے امیر معاویہؓ کو خلافت کیوں دی - اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے پھر اُس کے لئے خروج کیوں کیا - دوسرے مروان کے لئے لفظ ملعون کیوں استعمال کیا گیا - تیسرے انھوں نے خوارج کی طرف سے کچھ اعتراضات کئے ہیں - (اور حق یہ ہے کہ اعتراضات اول و دوم بھی جناب مولوی صاحب کے اختراعی نہیں معلوم ہوتے بلکہ خوارج کے قدیم وضع کئے ہوئے اعتراضات ہیں)

(۱) پہلے امر کے سلسلہ میں احسن الانتخاب کے اس فقرہ پر کہ اگر امیر معاویہؓ کے بجائے کوئی مبتلائے معاصی بھی ہوتا تو حضرت امام حسن علیہ السلام اُسے خلافت دیدیتے فصل الخطاب میں پوری رائے دی ہو چکی اور رد ع الحجاب میں اسکا جواب بھی ہو چکا ہے - مجھے اس سے زائد لکھنے کی ضرورت نہیں کہ حضرت امام حسنؑ کا خلع خلافت اس حدیث کی بنا پر کرنا متفق علیہ ہے کہ

الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ و بعدہ فیکون ملکًا عضوضًا -	یعنی خلافت میرے بعد تیس سال تک رہے گی اُسکے بعد ملک عضوض ہوں گے -

اسکی تشریح کے لئے کہ جس شخص کے حق میں حضرت امام حسن علیہ السلام خلافت سے سبکدوش ہوں اُسکو کیا ہونا چاہئے تھا - ہمکو ملک عضوض کے معانی پر غور کرنا چاہئے - (چونکہ اس لفظ کے معانی مولوی صاحب مجھسے بہتر جانتے ہیں اور لغات کی کتابیں بھی عام ناظرین کے لئے بہت سی موجود ہیں لہذا مجھے مزید تشریح کی ضرورت نہیں البتہ یہ ضرور کہوں گا کہ عربی زبان میں غالبًا یہ لفظ اور نیز لفظ "معاویہ" اہانت کے مفہوم میں اُسوقت میں نہ مستعمل ہو - اور موخر الذکر یقینًا - لیکن اردو زبان میں اگر ہم ان دونوں الفاظ کا ٹھیٹھ ترجمہ کریں تو ہم واقعی سب و شتم کے ارتکاب میں ماخوذ ہو جائیں) کیونکہ جس شخص کو بھی وہ خلافت ملتی وہ اگر ملک عضوض

لہ لفظ مبتلائے معاصی کی سند اس سے قبل دو بار ایضاح لطافۃ المقال سے گذر چکی ہے - قیس

بننے کی صلاحیت نہ بھی رکھتا ہوتا تب بھی حسب منطوق اس حدیث کے خلافت پانے کے بعد
ملک عضوض ہو جاتا کیونکہ اس حدیث شریف کے مفہوم کے مطابق اُسوقت خلافت راشدہ
ختم ہوگئی تھی اور ملوکیت عضوضیہ اُسکی قائم مقام ہونیوالی تھی۔ حضرت امام حسن علیہ السلام
اگر اپنی خلع کے وقت امیر معاویہؓ سے بہتر بلکہ دنیا میں دینی حیثیت سے بہترین اشخاص کا انتخاب
خلافت کے لئے کرنا چاہتے تو اُسوقت سب سے اول حضرت امام حسین علیہ السلام اُن کے بعد
حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عبدالرحمنؓ بن ابی بکرؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہ
بن زبیرؓ سب سے زیادہ افضل موجود تھے اور ان کے علاوہ اور بھی متعدد صحابی ایسے موجود ہونگے
جو سابقیت فی الاسلام کے لحاظ سے امیر معاویہؓ پر مقدم تھے یا آنحضرت کی خدمت میں اُن سے
زیادہ حاضر رہے تھے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص حضرت انس بن مالک حضرت
ابوہریرہ وغیرہم رضی اللہ عنہم۔ لیکن اول تو حضرت امام علیہ السلام کو ان حضرات کو ملک
عضوض بنانا پسند نہ ہوا جس سے خود بچنا اور اپنوں کو بچانا آپ کا مقصود اول تھا۔ دوم
ان کے حق میں خلع خلافت سے خونریزی رفع نہ ہوتی جو آپ کا مقصود ثانی تھا۔ خونریزی
تو اُسی شخصیت کو خلافت سپرد کردینے سے رفع ہو سکتی تھی جو اُسوقت آپ کے مقابل بھیر
جنگ تھی۔ چنانچہ اگر امیر معاویہؓ کے بجائے کوئی بھی برسر جنگ ہوتا تو آپ خلافت راشدہ
نہیں نیابت رسول نہیں سیادت مومنین نہیں بلکہ ملوکیت عضوض کو سپرد کر دیتے جیسا کہ آپ
نے کیا اور جیسا کہ امیر معاویہؓ کے عمل زمانہ خلافت خصوصاً استخلاف یزید سے ثابت ہوا۔
اس کے علاوہ لفظ عضوض اور لفظ معاویہ میں جو لفظی و معنوی مناسبت لغوی موجود ہے
اُس سے بھی یہی پایا جاتا ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام ایسے ادا شناس رموز نبوت
جنھوں نے بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک یہ سنی تھی اس بات کو ضرور
تاڑ گئے ہوں گے کہ اس لفظ سے اشارہ نبوی انہیں کی شخصیت کی طرف ہے۔ آنحضرت نے
جو حضرت امام حسن علیہ السلام کی تعریف فرمائی اُس کے الفاظ ملاحظہ کیجئے۔ " میرا یہ صاحبزادہ

ہے ۔ خدا اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائیگا۔" اس کا مفہوم کچھ حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں مفید نہیں۔ جو کچھ ہے وہ یہی ہے کہ آپ صلح کرکے مسلمانوں کی خونریزی بچائیں گے۔ یہ حدیث تو اُن لوگوں کے جواب میں مفید ہوتی ہے جو حضرت امام حسن علیہ السلام پر یہ الزام دیتے ہیں کہ آپ نے صلح کرکے اہلبیت کی حق تلفی کی۔ امیر معاویہؓ کی تخصیت کے حق میں کچھ بھی مفید نہیں۔ اب یہ کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے پھر اُس خلافت کے لئے خروج کیوں کیا۔ سو یہ اعتراض بھی خوارج کا ہے نہ کہ اہلسنت کا۔ جس کا جواب یہ ہے کہ اول تو آپکا کوفہ تشریف لیجانا اصل میں خروج ہی کی تعریف میں نہیں آتا۔ آپ کو کوفیوں نے دہوکا دیکر بلایا اور دشمنوں کو محصور کر لینے دیا۔ آپ نے بجائے قید ہو جانے اور قتل ہونے کے مردانگی سے داد شجاعت دیکر جان دی۔ دوسرے جس معاہدہ کے ذریعہ سے حضرت امام حسن علیہ السلام نے خلع خلافت کیا تھا اُس میں آپ کے حقوق محفوظ کر دیئے تھے۔ (تشریح کیلئے رفیع الحجاب صفحہ ۱۹۲ میں بحوالہ تاریخ الخلفاء۔ تذکرۃ الکرام وارجح المطالب ملاحظہ ہو) اور حضرت امیر معاویہؓ نے استخلاف یزید کرکے نہ صرف خلفاء راشدینؓ کی خلاف ورزی کے علاوہ اُس معاہدہ کی بھی خلاف ورزی کی تھی۔ اور اُس پر مواخذہ کرنے کا آپ کو حق شرعی حاصل تھا۔ تیسرے آپ جب بیت اللہ شریف سے چلے ہیں تب بھی آپ نے یہی فرمایا تھا کہ میں طمع خلافت میں نہیں جاتا بلکہ مجھے قضا و قدر کے احکام لئے جاتے ہیں اور شہید ہونے کے وقت تک آپنے متعدد بار ایسے الفاظ فرمائے ہیں جن کا مفہوم و منطوق یہی ہے بلکہ اتمام حجت کے لئے آپنے اشقیاء سے یہاں تک فرمایا کہ مجھے اس مملکت سے کہیں باہر نکل جانے دو۔ یہ باتیں اسقدر مستند و متواتر ہیں اور اہلسنت کے نزدیک اتنی عام طور پر مسلم ہیں کہ ان کے لئے کسی حوالہ کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ آپ نے اگر خروج کیا ہوتا تو جمعیت فوجی ساتھ لے گئے ہوتے اور بعد حج کے جو اصحاب ساتھ چلنے کی خواہش کرتے تھے انھیں ساتھ لے کر روانہ ہوتے۔ آپ جو کچھ چاہتے تھے وہ صرف یہ کہ یزید ایسے فاسق و فاجر کے ہاتھ پر بیعت نہ کریں اور بس۔

اگر آپ کے مقابلہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر یا حضرت عبداللہ بن عمر یا حضرت
عبداللہ بن زبیر یا حضرت عبداللہ بن عباس میں سے کوئی صاحب ہوتے تو آپ ہرگز
بیعت میں توقف نہ کرتے - اور ایسا ہوتا ہی کیوں - ان حضرات میں سے کوئی ملک عضوض ہو ہی
کیسے سکتا تھا بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اگر یزید بھی فاسق و فاجر نہ ہوتا اور آپ کو شدت الحاح
اور کثرت تقاضا سے کوفہ والوں نے بلایا نہ ہوتا تو آپ اپنی اور انہوں کی جانیں نہ دیتے اور مخالفین
کی اس قدر خونریزی نہ کرتے اگرچہ یزید کی مخالفت خاموشی کے ساتھ ضرور کرتے - جیسی کہ اُسکے
استخلاف کے وقت کی تھی کیونکہ اُسکا استخلاف خلفاء راشدین کی روش کے خلاف تھا
اور حضرت امیر معاویہؓ نے اُس وقت اپنی دانائی اور حکمت سے یہ اعلان کرکے خونریزی کو بچایا
کہ ان حضرات نے بیعت کر لی ہے ورنہ وہ یزید کی طرح بزور شمشیر اگر آپ سے استخلاف یزید
کی بیعت لینا چاہتے تو بھی آپ اُسکی بیعت نہ کرتے اور واقعہ میدان کربلا کا ایسا ہی واقعہ اُسی
وقت پیش آجاتا - چنانچہ یہی روش سکوت حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے بعد واقعہ
کربلا اختیار کی اب یہ کہ امیر معاویہؓ کا حضرت علیؓ سے جنگ کرنا بھی فسق تھا تو حضرت امام حسن
علیہ السلام نے بقول مخالفین ایک فاسق سے بیعت کیوں کر لی تو اس بحث کے لئے حضرت
امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسینؑ کے عمل کا موازنہ کرنے کی کیا ضرورت - امیر معاویہؓ
کی بیعت تو باتباع حضرت امام حسن علیہ السلام کے خود حضرت امام حسین علیہ السلام نے
بھی کر لی تھی اور امیر معاویہؓ سے استخلاف یزید میں انکی شرط بیعت کی بھی خلاف ورزی واقع
ہوئی تھی - مگر امیر معاویہؓ کے اس فعل جنگ بغاوت یعنی فسق عملی و اعتقادی اور یزید کی شراب
خواری اور رنگ رلیوں یعنی فسق خالص میں جیسا کچھ کھلا کھلا فرق ہے ظاہر ہے - امیر معاویہؓ کے
متعلق وہ روایت بھی جسکا صفحات سابق میں ذکر ہو چکا ہے حصول خلافت کے بعد کی ہے -
خلع خلافت کے وقت تک کتب سیر و تاریخ میں انکے سوشل حالات (بجز دشمنی و سب
اہلبیت) شرعی حدود کی حیثیت سے قابل گرفت نہیں پائے جاتے ہیں اور ان چیزوں کے

۲ اور اگر جنگ صفین ہی کے زمانہ کی ہو تو بھی ممکن ہے کہ خلع خلافت امام حسنؑ کے وقت حضرت امیر معاویہؓ محتاط ہو گئے ہوں۔

بند کرنے کے لئے حضرت امام حسن علیہ السلام نے معاہدہ میں شرط کرلی تھی اس شرط پر عمل نہیں کیا گیا یہ بعد کی بات ہے اور امیر معاویہؓ کا فعل ہے۔ اس کی اور اور خفیہ ریشہ دوانیوں کے اخبار جو ان کے خلاف کتب تواریخ میں ہیں انکی بابتہ حضرت امام حسین علیہ السلام بعد بیعت کر چکنے کے سوائے سکوت کے اور کر ہی کیا سکتے تھے۔ اسی طرح استخلاف یزید کی مخالفت بھی ساکت رہتے ہوئے جس حد تک کہ آپ کر سکتے تھے آپ نے کی ہی۔

لہذا یہ اعتراض حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر سے بہر صورت دفع ہو گیا۔ علاوہ بریں صاحب احسن الانتخاب نے گو ان حالات میں سے بعض کی طرف کتب اکابر کی ترجمہ زبان اور ترجمہ الفاظ میں اشارہ کیا ہے لیکن کہیں انکی عاقبت کا فیصلہ نہیں کیا ہے[1]۔

(۲) مروان کو ملعون لکھنے پر مولوی صاحب نے اعتراض کیا ہے۔ یہ اعتراض سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔ اول تو مروان کے متعلق یہ روایت موجود ہے کہ جب مروان نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے اور حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر اور حضرت عبد اللہ بن عمر وغیرہم رضی اللہ عنہم سے یزید کی بیعت طلب کی ہے اسوقت اثنائے گفتگو میں حضرت عبد الرحمن نے مروان کے حق میں اسی قسم کے الفاظ فرمائے تھے اس کے جواب میں مروان نے بوشکر حضرت عبد الرحمنؓ کو کچھ کہا حضرت عائشہؓ نے حضرت عبد الرحمن کی تصدیق فرمائی اور یہ فرمایا کہ اے مروان تیرے باپ حکم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسوقت لعنت فرمائی ہے جب تو اس کی صلب میں تھا، لعنت تجھ پر پہونچی ہے (شہادت نامہ) دوسرے یہ کہ للہ انصاف کیجئے مروان وہ شخص ہے کہ جو در اصل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا باعث ہوا۔ جو جنگ جمل کے واقع ہونے اور حضرت طلحہؓ و حضرت زبیرؓ و حضرت عائشہ ایسے نفوس مزکی سے خطاء اجتہادی سرزد ہوتے ہیں پیش پیش اور معین تھا بلکہ انھیں جنگ کے لئے اغوا کرنے میں شریک تھا جس کے زہر سے بجھے ہوئے تیر سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اسوقت شہید ہوئے کہ جب یہ انھیں کی فوج میں انھیں کیطرف سے

[1] جیسا کہ حاشیہ صفحہ ۴۵ میں مذکور ہوا۔

لڑ رہا تھا۔ اور جب ان پر انکی خطاء اجتہادی منکشف ہو گئی تھی اور اُنھوں نے میدان جنگ سے کنارہ کشی کی تھی۔ جو متفقاً علیہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت کی سازش میں شریک بلکہ محرک تھا اور اسی ذکر کے سلسلہ میں اس کے نام کے ساتھ یہ لفظ لکھا گیا ہے اور جو اس شخص کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے متعلق یزید کا مشیر و معاون رہا اور تخریب مدینہ طیبہ کا بانی و مبانی ہوا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر ایسا شخص بھی اول سے آخر تک بدستور مومن رہا اور منافق کی تعریف اُس پر کسی وقت بھی صادق نہیں آئی اور اس کے لئے ملعون کا لفظ استعمال کرنا ممنوع ہے تو مولوی صاحب وہابیوں۔ رافضیوں خارجیوں اور قادیانیوں کو مرتد و منافق کیوں کہتے اور اُن کے پیچھے نماز اور ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کیوں ناجائز قرار دیتے ہیں۔ اس زمانہ کے خارجی اُس شخص سے تو ضرور بہتر ہیں جس نے صریحاً و مشاہدۃً و عملاً اہلبیت پر بغض کے ساتھ تلوار اُٹھائی ہو۔ یہ بات دوسری ہے کہ اہلسنت کے نزدیک روافض کی طرح لعن کا وظیفہ نہ صرف تضیع اوقات بلکہ تاریکی قلب کا باعث ہوتا ہے۔ خواہ وہ لعن یزید و مروان یا شیطان ہی پر کیوں نہ ہو بہتر یہی ہے کہ جو لمحہ شیطان پر لعنت کرنے میں صرف ہوتا ہو اُسے لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہکر خدا کی یاد میں صرف کیا جائے اور جو لمحہ یزید و مروان کی بدگوئی میں گذر رہا ہو اُسے محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے میں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ایسے اشخاص کے نام کے ساتھ لفظ ملعون لکھنا ناجائز ہے۔ اور جب مولوی صاحب کو ایسے متفق علیہ ملعون ہی سے ہمدردی ہے اور امر حق گوارا نہیں۔ تو امیر معاویہؓ اور عمروؓ بن عاص اور مغیرہؓ بن شعبہ کا معاملہ تو اس سے بدرجہا بلند ہے۔ اور کوئی روایت جس میں انکی خطار کو خطا نسبت نہ کہا گیا ہو وہ کیونکر سن سکتے ہیں۔ ھذا جنون المفتیین واستغفراللہ من ھذا الجنون۔

(۳) تیسری بات مولوی صاحب نے یہ لکھی ہے کہ (صاحب احسن الانتخاب) ذکیا الخارجیو کے مطاعن کے جواب کو بھی تیار ہیں۔ جیسے بے ثبوت دعوے انھوں نے کئے ہیں وہ حضرت

مولا علی کے لئے انہیں کو دہرا دیں تو کیا جواب ہوگا کیا وہ نہیں کہہ سکتے کہ قتل حضرت عثمان علیہ السلام
پناہ بخدا مولا علی کرم اللہ وجہہ کے مشورے سے ہوا انکی سازش سے ہوا انھوں نے یہ ساری
کارروائی کرائی دل سے حکومت کے طالب رہے اور اس کے لئے یہ سب کچھ کیا مگر زبان
سے تقیۃً انکار کرتے رہے۔ یونہی اگر خارجی ہر ہر بات حضرت مولا علی کے لئے کہے تو اسکی زبان
کون روک سکتا ہے رہا ثبوت تو جیسے تم اسکے محتاج نہیں ایسے ہی وہ بھی۔ تم نے اٹکل
پچو کچھ جھوٹے دعوے کردئے اور حضرت معاویہؓ وغیرہ سے جو سوء ظن رکھتے ہو اس کی بھڑاس
نکال لی یونہی وہ بھی ایسی بے سروپا باتیں اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے کو کہہ جائیں گے"
یہ تمام عبارت اگر اختصار کے ساتھ ادا کرنا مقصود ہو تو اتنے سے فقرہ میں ادا ہو جاتی ہے کہ
"خوارج جو پناہ بخدا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی واقعہ شہادت کا الزام حضرت علیؓ کے مشورہ
پر دیتے ہیں اسکا کیا جواب ہے"۔ اتنا سا فقرہ لکھنے کے بجائے حضرت علی کو مخالف الفاظ
بیں خوارج کی زبان سے مولوی صاحب نے مزے لے کر نصف صفحہ ایسا بے ضرورت رنگا
ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا آپ نے اپنی ملکی نہیں بلکہ متبعین بنی امیہ کے دل کی بھڑاس نکالی اور
توبہ توبہ اپنے دل کے نہیں بلکہ خوارج کے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں۔ اسکا جواب
ہمارے پاس اول تو یہی ہے کہ احسن الانتخاب پڑھئے اس میں ان باتوں کا جواب موجود
ہے اور کوئی بات بلا دلیل نہیں لکھی گئی ہے اور اُسی جواب نے باغضین حضرت علی کو اس
قدر چراغ پا کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ آپ تو ماشاء اللہ اہلسنت والجماعۃ ہیں۔ آپ کے
پاس بھی یہی جوابات خارجیوں کو دینے کے لئے موجود ہیں جو احسن الانتخاب اور دفع مطاعن
بیں اکابرین سے اخذ کرکے لکھے گئے ہیں۔ تیسرے یہ کہ خارجیوں اور رافضیوں کی زبان
نہ کوئی بند کر سکا ہے اور نہ کر سکتا ہے انکی زبان کا کھلنا نہ احسن الانتخاب پر موقوف ہے نہ
بند ہونا آپ کے فتوے پر۔ چوتھے یہ کہ اگر آپ اب ہم سے دوبارہ خارجیوں کی طرف سے جواب
مانگتے ہیں تو آپ تو ماشاء اللہ وہابی کش اہلسنت والجماعۃ مولوی ہیں آپ کو وہ جواب دینا

جو خارجیوں کے لئے ہے میں خلاف ادب سمجھتا ہوں۔ ہاں کوئی خارجی ہی سوالات لیکر اور اپنی خارجیت کا اقرار کر کے سامنے آئے تو اُسے اُس ڈھنگ کے جوابات دیئے جائیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہم سے جو سوء ظن رکھنے اور دعویٰ ہائے بلا دلیل کا بہتان مولوی صاحب دیتے ہیں یہ صرف اس بناء پر ہے کہ وہ صرف استفتاء کی عبارت پر نظر کرتے ہیں اصل کتاب احسن الانتخاب کو اُنھوں نے دیکھا ہی نہیں ہے۔ احسن الانتخاب میں کوئی بات بے دلیل نہیں لکھی گئی ہے نہ حضرت امیر معاویہ وغیرہم سے سوء ظن کا اظہار کیا گیا ہے البتہ انکے ہاتھ سے سرزد شدہ واقعات بیان کرنے اور زبان سے نکلنے والے اقوال کے نقل کرنے میں بیشتر باتوں کو چھپایا نہیں گیا ہے۔ نہ غیر ضروری تاویلات سے کام لیا گیا ہے جسے پچھلے اوراق میں شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ کی تحریر سے ثابت کیا جاچکا ہے کہ سب و شتم کی تعریف میں نہیں آتا۔ اور عامہ صحابہ سے ایسی خطاؤں کے ارتکاب کا عقیدہ ممنوع نہیں۔ اور اگر آپ کے نزدیک ممنوع ہے تو بتائیے کہ حضرت عائشہ رضؓ پر بہتان باندھنے والے صحابیوں کا تذکرہ آپ کیوں کرتے اور ان کے اس فعل کو خطا کیوں سمجھتے اور اسکی سزا بھگتنے کا ذکر کیوں کرتے اور اُسے حق بجانب کیوں جانتے ہیں صرف اسی لئے نا! کہ وہ واقعات ہیں اور واقعات بحیثیت واقعات ضرور نقل میں آتے ہیں اور ہمارا مقصد بھی اس کے سوا اور کچھ نہیں۔

جناب مولوی صاحب اگرچہ بحمداللہ وہابی کش مولویوں کی فوج کے سردار ہیں اور بیشک و بلاشبہ انکی فوج نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے ہیں پھر بھی یہ دیکھکر افسوس ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں اُن کے مقتولوں یعنی وہابیوں نے دم توڑتے توڑتے بھی اپنے بھولے قاتل کو دھوکا دے ہی دیا۔ کیونکہ ان کا عمل قاتلوں کی اس رسم کے خلاف واقع ہوگیا تھا کہ سوئے کشتگان نگاہ مڑ کے نہیں کرتے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

رسالۂ خضر

جب النظر و فصل الخطاب شایع ہو چکی لیکن امرحق کے خون آشاموں کی پیاس نہ بجھی۔ نیز اس پر نظر ہوئی کہ فصل الخطاب میں جو فتویٰ شایع ہوا ہے اُسمیں صرف علماء دیوبند و فرنگی محل میں سے جتنوں کو فریب میں لایا جا سکا ہے اُن کے دستخط ہیں۔ ان علماء کے دستخط باقی رہ گئے ہیں جو وہابی کش کہلاتے ہیں۔ تب مولوی مصطفےٰ رضا خان صاحب بریلوی سے اُسی طرح کا پر فریب استفتا کر کے خاص کوشش کے بعد ان سے فتویٰ حاصل کیا گیا۔ جو مع تنقید کے صفحات ماسبق میں نقل کیا گیا ہے۔ چونکہ فصل الخطاب اور النظر کی طباعت میں خاصی رقم بیس پچیس روپیہ کی خرچ ہو گئی تھی اور جلدوں کے اچھی طرح فروخت نہونے یا بعض صورتوں میں مجبوراً مفت تقسیم کرنے سے اُس رقم کے واپس ملنے کی امید نہ تھی اور چونکہ ہمارے مخالفین کے نزدیک تجارت اور آمدنی کی مسنونیت فیاضی و ایثار کی مسنونیت پر مرجح ہے خواہ وہ آمدنی امرحق کی خون آشامی ہی کر کے کیوں نہو۔ لیکن با اینہمہ مولوی صاحب کا فتویٰ شایع کرنا تھا اور ضرور شایع کرنا تھا لہٰذا بجائے اُس کی اشاعت کے لئے چار پانچ روپیہ خرچ کرنے کے اس مرتبہ یہ نسخہ استعمال کیا گیا کہ ایک غیر معروف شخص کہ جو پیشہ کی رُو سے کاپی نویس ہیں اور علمی حیثیت سے قصبہ میں انھیں کوئی جانتا بھی نہیں۔ انکی ادارت میں ایک ماہوار رسالہ خضر نام جاری کیا گیا جس کے ظاہری مقاصد کچھ بھی ہوں۔ اصلی مقصد دو تھے۔ ایک تو فی الوقت اس فتویٰ کو شایع کرنا اور آئندہ خاندان کاظمیہ کے خلاف زہر افشانی کرتے رہنا۔ دوسرے حضرات صوفیہ کی عقیدہ اور ان پر افترا کرتے رہنا۔ چنانچہ بعد کد و کاوش بسیار محرم و صفر ۱۳۵۲ھ کا پرچہ نکالکے شایع کیا گیا جس کے شذرات کا بڑا حصہ احسن الانتخاب کی مخالفت کے لئے وقف کیا گیا اس کے بعد ایک غزلیں لکھکر مولوی مصطفیٰ رضا خان صاحب کا فتویٰ شایع کیا گیا اس طرح پہلا مقصد پورا ہوا۔ دوسرا مقصد پورا کرنے کے لئے ”حسین بن منصور حلاج“

کے زیر عنوان حضرت منصورؒ کے خلاف مضمون درج کیا گیا جو نا تمام ہے اور غالباً کسی اور رسالہ سے ماخوذ ہے۔ اس کے سوا اور جتنے مضامین ہیں وہ تقریباً سب کے سب حجم پورا کرنے کیلئے دوسرے رسائل اور کتب مطبوعہ سے اخذ کئے گئے ہیں۔ پرچہ زیر نظر کے مضامین کہتے ہیں کہ اس سے قبل بھی کچھ پرچے اس رسالہ کے شایع ہو چکے ہیں اور بعد میں بھی شایع ہونگے لیکن افسوس کہ صفر ۱۳۵۲ھ کے بعد پھر کوئی پرچہ دیکھنے میں نہ آیا۔ شاید حضرت خضرؑ کی اس پارٹی کے نزدیک اتنی ہی عمر ہو۔ برعکس نہند نام زنگی کافور۔

رسالہ النجم اور فصل الخطاب کی حمایت

رسالہ النجم نے ابتداءً تو خاموشی اختیار کی تھی اور ہم سمجھتے تھے کہ صاحب احسن الانتخاب سے پرخاش تنہا اُن کے بنی اعمام ہی کو ہے مگر جب فصل الخطاب شایع ہوگئی تب اُسپر تبصرہ بلکہ اسکی حمایت میں ایک مقالہ رسالہ النجم میں بھی نکلا جس سے معلوم ہوا کہ النجم صاحبان قلم بھی "فصل الخطاب اینڈ کو" کے حصہ دار ہیں اور انھوں نے صاحب احسن الانتخاب پر دونوں قسم کے الزامات یعنی (۱) الزام متعلق تفضیل شیخین (۲) الزام متعلق بغض حضرت امیر معاویہؓ لگانے میں پورا پورا حصہ لیا ہے اور اسکا جواب بھی "الحمد للہ" کہ اخبار حق میں اُسی زمانہ میں مولوی حسین احمد عباسی کے قلم سے نکل چکا ہے جس کی تردید اب تک کسی سے نہ ہو سکی فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔

"سُنی تقیہ"

مولانا معین الدین ندوی کی خلفاء راشدین اور خواجہ حسن نظامی کے یزید نامہ اور محرم نامہ کو چھپے ہوے ابھی صدیاں نہیں گذری ہیں بلکہ زمانہ حال ہی میں ان کتابوں کی اشاعت ہوئی ہے ظاہر ہے کہ یہ کتابیں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں چھپی ہونگی کیونکہ

مشہور ہے کہ انکی اشاعت ہندوستان سے باہر ممالک میں بھی ہورہی ہے ان دونوں ہستیوں کی اور حیثیتوں سے قطع نظر کرکے محض اہل قلم کی حیثیت انکی ایسی زبردست ہے کہ ممکن نہیں کہ ہمارے مخالفین میں سے کسی نے بھی ان کتابوں کو نہ پڑھا ہو۔ لیکن حق پسندی وحق طلبی کا تقاضا تھا کہ اتنے بڑے بڑے مشہور اہل قلم اشخاص کے سامنے ہرگز کسی کا بھی نہ سر اُٹھا اور ان کتابوں سے کسی کے عقائد میں کوئی خلل پڑنے کا اندیشہ کسیکو نہوا۔ چنانچہ ان کے خلاف اس سے بیشتر نہ کوئی غل سُنا نہ شور نہ شکایت نہ شکوہ۔ نہ کوئی استفتا تیار ہوا نہ کتاب۔ نہ "النظر" نہ فصل الخطاب۔ اب جب وہی عبارتیں احسن الانتخاب میں نقل کردی گئیں اور سہواً ہر ہر مقام پر جلی قلم سے حوالہ نہیں لکھا گیا تو اگرچہ معلوم تھا کہ احسن الانتخاب کی جلدیں نہ لاکھوں کی تعداد میں ہیں نہ ہزاروں میں لیکن اس کے مولف مدظلہ کی سی گوشہ نشین ہستی کے خلاف طرح طرح کے پروپیگنڈے۔ طرح طرح کی سازشیں طرح طرح کے استفتے طرح طرح کی فرمائشیں ہونے لگیں۔

کیا میں اب اپنے مخالفین سے گردن جھکا کر آہستہ الفاظ میں اور مخلصانہ لہجہ میں پوچھ سکتا ہوں کہ کیا اسی حقانیت کا نام آپ نے "سنی تقیہ" بمقابلہ "سنی تبرا" کے رکھا ہے (یعنی وہ تقیہ جو اہلسنت کیلئے آپ کے نزدیک جائز ہے)

مولف فصل الخطاب سے خطاب

مولف فصل الخطاب اگر کسی خیر اندیش ہموطن کی نصیحت سُننا گوارا کریں تو عرض ہے کہ آپ اپنے حصول تعلیم کا مقصد و معیار یہ نہ قرار دیجئے جو مذکورہ بالا اغراض میں بیان کیا گیا ہے کیونکہ اس سے نہ کوئی دینی فائدہ ہے نہ دنیوی۔ خاندان کاظمیہ نہ کسی شہرت کا متمنی ہے نہ کسی فروغ ظاہری کا۔ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ نے گوشہ گزینی اختیار کی تھی اور خمول و گمنامی میں بسر کرنے والا قلندریہ طریقہ قبول کیا تھا۔ انکی اولاد میں جو حضرات

ان کے طریقہ پر چلتے رہے ہیں انھوں نے اسی کا اتباع کیا اور کر رہے ہیں۔ آپ اس کا اندیشہ نہ کیجئے کہ سیرت حضرت علیؓ سے صاحب احسن الانتخاب کی شہرت و نمود بڑھ جائیگی۔ شہرت و نمود نہ ان کا مقصد ہے نہ انھیں حاصل ہوگی۔ ان کا مقصد خاص جو ہے وہ انھیں خدا بہرحال عطا فرمائیگا۔ آپ ان اندیشوں میں پڑکر اپنا دماغ اپنا وقت اپنے جذبات مفت خراب کرتے ہیں۔ وہ اپنی نسبت مع اللہی کے ساتھ گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے وطن اور دین کی خاموش خدمت یہ انجام دے رہے ہیں کہ وطن اور اہل وطن کے لئے دعائے خیر کرتے ہیں اور دینیات و تصوف وغیرہ میں جو کوئی اُن سے جو کچھ پڑھنا چاہتا ہے اُسے پڑھا دیتے ہیں اور کسی سے اپنی کسی خدمت کے معاوضہ کے طالب نہیں ہوتے آپ کو اگر خدا نے علم دیا ہے اور ضابطہ کے اسناد دیئے ہیں۔ محکمہ تعلیمات میں درخور دسترس دیا ہے اور گورنمنٹ سے علوم دین کی اشاعت میں فائدہ پہونچانے کے مواقع دیئے ہیں تو آپ ویسے فوائد عام طور پر تمام ملک کو اور خاص طور پر وطن کو پہونچایئے اہل وطن میں سب سے پہلا شخص جو آپ کے لئے دعائے خیر کریگا وہ صاحب احسن الانتخاب ہونگے۔ آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے تذکرہ کو اُن پر اور انکی دنیا و عاقبت کو حضرت علیؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چھوڑیئے۔ آپ اپنا کام کیجئے وہ اپنا کام کریں آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے قصبہ میں انگریزی کا ایک مدرسہ جناب منشی امتیاز علی صاحب مغفور کی یادگار کسی زمانہ میں قائم تھا۔ وہ تقدیرات زمانہ سے ٹوٹ گیا اور اس کی عمارت ڈسٹرکٹ بورڈ کو دیدی گئی۔ اُس کی امداد جناب منشی احتشام علی صاحب مدظلہ نے مدرسہ اسلامیہ کیطرف منتقل کردی جسے آپ کے اور اپنے جد اعلیٰ حضرت مخدوم نظام الدین صاحب کاکوروی قدس سرہٗ کے مزار اقدس والی عمارت میں قائم کیا ہے۔ بعض دیگر ارباب وطن بھی اپنی حسب حیثیت عزیزی منشی احترام علی سلمہ کی کوشش سے اسمیں چندہ دیتے ہیں۔ لیکن یہ سب رقمیں ملاکر بھی اتنا کفایت نہیں کرتیں کہ لڑکے فارسی یا عربی کے کسی مروج امتحان کے لئے تیار کئے جاسکیں۔ تعلیم اور دنیا کی ضروریات کا یہ حال ہے کہ ہم لوگ اپنے لڑکوں کو اگر

دینیات کی تعلیم میں مصروف کرتے ہیں تو وہ دنیوی امور کے ہر شعبہ سے محروم رہ جاتے ہیں اور اگر دنیوی تعلیم دلاتے ہیں تو دینیات سے بالکل محروم رہتے ہیں - دونوں طرف دوڑنا طلب الکل فوت الکل کا مصداق ہے مگر خوش قسمتی سے گورنمنٹ نے جو اسوقت منشی و مولوی فاضل وغیرہ کے امتحانات کھول رکھے ہیں ان میں تعلیم دلانے سے اوسط درجہ کی تعلیم دونوں طریقہ کی ہو جاتی ہے آپ یونیورسٹی میں بفضلہ ایک اچھی جگہ پر ہیں - اگر آپ وہی نونہال وطن ہیں کہ جنکی طرف آپ کی پارٹی فصل الخطاب کو منسوب کرتی ہے تو آپ کا کام یہ ہے کہ گورنمنٹ سے مدرسہ اسلامیہ کاکوری کے لئے اتنی امداد حاصل کیجئے کہ لڑکے ان امتحانات کیلئے تیار کئے جا سکیں آپ کا کام یہ نہیں ہے کہ بے ضرورت اُن ہستیوں کی شہرت روکنے کی کوشش کیجئے جو سرے سے شہرت کے طالب ہی نہیں ہیں - ان امور پر انکی نکتہ چینی کیجئے جو ان سے سرزد ہی نہیں ہوتے ہیں - ان بزرگان دین و اہلبیت رسولؐ کا استخفاف کیجئے جنکی اعلاء شان کا نہ صرف آپ کے اجداد دم بھرتے آئے ہیں بلکہ جزو ایمان ہے تو وہی اور کل ایمان ہے تو وہی - اور پھر آپ کی ان تمام کوششوں کا نتیجہ کیا ہوتا ہے ؟ - صرف یہی کہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی - جسے آپ اس وقت دیکھ رہے ہیں اور انشاء اللہ آگے چل کر اس سے زیادہ دیکھیں گے -

"النظر"

فصل الخطاب سے زیادہ تعجب مجھکو برخوردار ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب کرمانی کی "النظر" پڑھکر ہوا - قطع نظر عمر میں کوئی مقابلہ ہونے کے برخوردار موصوف نے فارسی کی ابتدائی چند کتابیں صاحب احسن الانتخاب سے پڑھی ہیں اور اپنے والد صاحب مغفور کو صاحب احسن الانتخاب کی تعظیم کرتے دیکھا ہے (باوجودیکہ وہ صاحب احسن الانتخاب کے والد صاحب قدس سرہ کے ہمعصر تھے) اس زمانہ میں اگرچہ اُستاد کی وقعت اور ادب اور بزرگداشت کوئی چیز نہیں

رہی ہے مگر یہ عیب ابتک خالص انگریزی کے تعلیم یافتہ لوگوں کے ساتھ مخصوص سمجھا جاتا تھا
سنتا ہوں کہ برخودار موصوف نے دینیات میں اچھی دستگاہ پیدا کی ہے لہذا اُن سے یہ
اُمید نہ تھی کہ وہ اس جزو مذہبی کو قطعاً نسیاً منسیا کردینگے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ علمی امور میں
اُستاد سے اختلاف ناجائز ہے۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ لیکن آخر صاحبین بھی تو امام ابو حنیفہ کے تلامذہ
تھے۔ اور آخر اُنھوں نے بھی تو بیشتر امور میں امام سے اختلافات کئے ہیں۔ کیا اُن اختلافات
کی زبان ایسی ہی ہے جیسی "النظر" کی؟ کیا اُسمیں ہر جگہ علمی استعداد اور ہمہ دانی پر حملہ اور
دعوا ہمہ دانی کا الزام ہے؟ برخوردار موصوف کو زیادہ تکلیف کی ضرورت ہی نہ تھی۔ حسن الانتخاب
کی اشاعت کے بعد وہ بیسوں بار لکھنؤ سے کاکوری آئے ہونگے کسی مرتبہ کھڑے کھڑے صاحب
احسن الانتخاب کے پاس چلے گئے ہوتے اور جو اعتراضات "النظر" میں لکھے ہیں ان سے
صاف کرائے ہوتے۔ انکو یاد ضرور ہوگا کہ وہ کسی شاگرد کے اعتراضات حل کرنے میں ہرگز بخیل
نہیں ہیں۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ "فصل الخطاب اینڈ کو" بلکہ "پروپیگنڈا اینڈ کو" سے مرعوب
ہوکر برخوردار موصوف لکھنے ہی پر مجبور ہوگئے ہوں اور جو الفاظ وہ لوگ کہتے گئے ہوں یہ لکھتے
گئے ہوں۔ کیونکہ زبان تو "فصل الخطاب" اور "النظر" کی بالکل ایک ہی سی ہے۔

بہرحال چونکہ "النظر" اور جو کچھ اسمیں ہے اُسے میں انکا لڑکپن ہی تصور کرتا ہوں
لہذا انکی "النظر" کے متعلق کچھ اور لکھنا میرا کام نہیں۔ انکے ہمعروں میں سے جس کا دل چاہے لکھے
البتہ چاہے وہ اسے میری "بزرگی" ہی سمجھیں چاہے "خرافت" لیکن ایک خیر اندیشانہ
نصیحت انکو بھی ضرور کردوں گا۔ وہ یہ ہے کہ ؎ بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے۔ وہ جس منزل
پر اپنے آپ کو پہونچا ہوا سمجھتے ہیں اس سے ابھی بہت دور ہیں اور رہیں گے تاوقتیکہ کسی
صحیح العقیدہ اہل علم کی صحبت عرصہ تک نہ اٹھائیں۔ خواہ وہ شخص انکی نظر میں ایسا ہی
مبتذل کیوں نہ ہو جیسی کہ وہ ہستی جسے انھوں نے مرشد دہلوی کے تشنیع آمیز خطاب سے
یاد کیا ہے۔ انکے نزدیک وہ ہستی کیسی ہی مبتذل ہی۔ لیکن کم از کم انکو اب بھی اتنا سبق

دیسکتی ہے کہ مسلمان آدمی نے جس شخص سے الف بے بھی پڑھی ہو اسکی واقفیت علمی پر اُسے
طنز نہیں کرنا چاہیئے اور یہ فعل قابل مواخذۂ اخروی ہے ؎
عمرے باید کہ یار آید بکنار   ایں دولتِ سرمد ہمہ کس را ندہند

رفع الحجاب

فصل الخطاب کے جواب میں عزیزم مولوی ایوب احمد صاحب۔ بی اے۔ ایل ایل بی
نبیرۂ جناب مفتی عنایت احمد صاحب مغفور نے "رفع الحجاب" لکھی ہے اور حق یہ ہے کہ
قابلیت تحریر کا حق ادا کردیا ہے "الولد سر لابیہ" ضرب المثل ہے لیکن انھوں نے الولد الولد
سر لجدہٖ ثابت کردکھایا بات ایک ہی ہے پوتا بھی بیٹے ہی کے حکم میں ہے۔ جن حضرات کی
نظر سے فصل الخطاب گذری ہو انسے التماس ہے کہ "رفع الحجاب" کو ضرور مطالعہ کریں
اور انکی امر حق پر پردہ فگنی اور انکی پردہ دری کی داد دیں۔ عزیزی ایوب احمد صاحب
فصل الخطاب کے عزیز قریب اور ہمسر ہیں۔ اور شاید کسی وقت اُن سے ہمسری کی بے تکلفی
بھی رکھتے تھے۔ اسی بے تکلفی کو اُنھوں نے بعض جگہ رفع الحجاب میں بھی نباہا ہے اور بہت
سے اہم مسائل کو ظریفانہ پہلو میں لیجا کر صاف کیا ہے۔ انکی یہ ظرافت بھی قابل داد ہے بشرطیکہ
صاحب فصل الخطاب اسکو "ستم ظریفی" کا خطاب نہ دیں۔

"رفع الحجاب" اسم با مسمی ہے۔ "فصل الخطاب" میں "فصل" کے معنی اصطلاحاً پردہ کے
بھی ئے جاسکتے ہیں۔ اور چونکہ مولف نے اپنے آپ کو پردہ میں رکھا ہے لہذا "فصل الخطاب"
سے وہ پردہ مراد ہوا کہ جسکی آڑ سے اسکے "پردہ نشین مولف" نے "خطاب" کیا ہے۔ "رفع الحجاب"
اس پردہ کو اُٹھا دینے کا نام ہے۔

غرضکہ رفع الحجاب تقریباً چار سو صفحہ کی نہایت بسیط اور مشرح کتاب ہے اور اسکے
بعد "فصل الخطاب" کے جواب میں کسی اور تحریر کی ضرورت علمی حیثیت سے باقی نہیں رہتی۔

ہر اعتراض کا جواب ترکی بترکی دیا ہے اور جو کچھ لکھا ہے خوب لکھا ہے۔

البتہ انکو حالات موجودہ کے وجہ سے یہ کتاب جلد ختم کرنا پڑی اس لئے اخیر کا حصہ کچھ تشنہ سا رہگیا ہے۔ جو کتاب کی اتنی بڑی ضخامت کو دیکھتے ہوئے چنداں قابل شکایت نہیں بادی النظر میں ایک بات محل نظر سی بھی معلوم ہوتی ہے جو دفع نظر (چشم زخم) کیلئے کافی ہے۔ وہ یہ کہ امیر معاویہؓ کے معاملہ میں اسمیں احسن الانتخاب کی حد سے بھی تجاوز کیا گیا ہے مثلاً انکے ایمان اور صحابیت کے مسئلہ سے بحث کیگئی ہے اور بغض اہلبیت اور اس کے نفاق ہونے کو ثابت کیا گیا ہے یہ سب باتیں گو مدلل اور نصوص سے ثابت اور اکابر علماء سے ماخوذ ہیں تاہم متن احسن الانتخاب سے ضرور چند قدم تجاوز میں شمار ہونی چاہئے۔ اور ممکن ہے کہ یہی اعتراض ان اوراق پر بھی وارد کیا جا سکے۔

لیکن مولف "رفع الحجاب" کے لئے اس کے سوا چارہ نہ تھا۔ ان کا فرض تھا کہ راسخین علماء ملت اس مسئلہ میں صاحب فصل الخطاب کی رائے کے خلاف سمت میں جس حد تک گئے ہیں اس سب کو لاکر سامنے رکھدیں۔ وہ خواہ صاحب احسن الانتخاب یا خود ان کا مسلک ہو یا نہو۔ چنانچہ انھوں نے یہی کیا ہے۔ اگر یہ اعتدال سے تجاوز کہا جاسکتا ہے تو اس کے ذمہ دار وہ راسخین علماء ملت ہیں جن کی رائیں بلکہ اصل عبارتیں اور ان کے ترجمے بحوالہ صفحات نقل کئے ہیں۔ ناظرین مخلصین وطالبین صدق ویقین کو کتاب کا اتنا حصہ اسی نظر سے پڑھنا چاہئے کہ علماء اہلسنت اس مسئلہ میں کتنی دور تک گئے ہیں اور صاحب احسن الانتخاب نے (جن کے خلاف ناحق ناحق اتنا واویلا مچایا گیا ہے) اپنے کمیت قلم کی عناں اس سے کتنے میل پیشتر روک لی ہے۔

خاندان کاظمیہ کے مخالفین

جیسا کہ پیشتر ذکر آچکا ہے ہمارے قصبہ میں خاندان کاظمیہ کے مخالفوں کی ایک

پارٹی ہمیشہ رہا کرتی ہے۔ جس کے افراد وقتاً فوقتاً بدلا کرتے ہیں۔ یوں تو سنا جاتا ہے کہ
ایسے لوگ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ اور حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ
کے زمانہ میں بھی گذرے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض اشخاص ایسے بھی تھے جو حضرت شاہ تراب علی قلندر
قدس سرہ اور ان کے چچا صاحب قبلہ (حضرت شاہ میر محمد قلندر قدس سرہ) کے درمیان در اندازی
کی ناکام کوششیں ہمیشہ کرتے رہے۔ مگر مولف صاحب احسن الانتخاب کے جد بزرگوار قدس سرہ کے
وقت سے جو پارٹی چلی آتی ہے اسمیں جو لوگ آخر عمر تک شریک رہے اور جو کچھ عرصہ رہ کر
پھر تائب ہو گئے ان سب کے معتبر مفصل حالات کے نہ صرف جاننے والے بلکہ بعض دیکھنے والے بھی
بفضلہ ابھی موجود ہیں۔ اگرچہ موجودہ پارٹی میں نئے رنگروٹ زیادہ اور پرانے تجربہ کار کم ہیں۔
اور اسوقت بنی عم حضرات میں سے بہت کم شامل تھے۔ مگر اب تک پرانوں کے پرانے ہونیکی
خوبی کا یہ فائدہ تھا کہ گو اپنے اپنے گھروں اور کھیلوں اور تفریحوں میں طرح طرح کے مضحکے اس
خاندان اور اس کے منتسبین کے اڑائے جاتے تھے۔ مگر اول تو معاملہ مضحکہ کی حد سے
آگے کبھی نہیں بڑھا۔ دوسرے زبانی جمع خرچ کے سوا کوئی بات کبھی کاغذی گھوڑوں کے سپرد
نہیں کیگئی۔ خاندان کاظمیہ اور اسکے منتسبین نے بھی یہی سمجھ کر ہمیشہ طرح دی کہ جو مضحکہ کرکے
اپنا دل خوش کرلیتا ہے وہ ہمارا کیا بگاڑتا ہے خدا ہر ایک کو اسی طرح ہنساتا اور خوش کرتا رہے
شکر ہے کہ ہم ہنسنے ہی کا سبب تو بنے رلانے والوں میں تو خدا نے ہم کو شمار نہیں کیا۔ چنانچہ
حضرت شاہ علی انور قلندر قدس سرہ سے جب کوئی شخص کسی حاسد کا کوئی مضحکہ آمیز فقرہ
یا مقولہ بیان کرتا تھا تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہ لوگ ہماری سسرال کے قریب رہتے ہیں
اور بعض ان میں سسرالی رشتہ دار بھی ہیں ان کو دلگی کا حق ہے تم برا نہ مانو۔ یہ ارشاد حضرت پیرو
مرشد قدس سرہ کا نہایت فصیح و بلیغ ہے۔ دنیا عارف کے لئے بمنزلہ سسرال کے ہے اور
اہل دنیا کیطرف سے جو کچھ بھی اختلافات عارفین کے ساتھ واقع ہوتے ہیں وہ سب بمنزلہ
اس دلگی کے ہیں جو سسرال والوں کی طرف سے ہوا کرتی ہے۔ غرضکہ وہ اسی قسم کے

ارشادات سے اپنے محبین و منتسبین کے ملال کو دفع فرمادیا کرتے تھے۔ مگر بُرا ہو اس توہب پرستی اور بجد یہ ذہنیت کا کہ آج اُس حاسدانہ عنصی مذاق نے بجائے اپنا اور ہمارا (دونوں کا) وقتی طور پر دل خوش کردینے کے نہ صرف یہ کیا کہ میدان تحریر میں قدم رکھدیا ہے بلکہ اچھے خاصے عناد اور کینہ کی شکل میں تبدیلی اختیار کرلی ہے اور اس کیلئے ایک مستقل مستحکم پروپیگنڈا قائم کرلیا گیا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ خاندان کاظمیہ کے افراد میں آپسمیں دراندازی کا سلسلہ قائم ہے صاحب احسن الانتخاب کے بڑے بھائی صاحب قبلہ یعنی صاحب سجادیہ کاظمیہ مدظلہ اور انکے خال محترم جناب شاہ ماجد علیصاحب قدس سرہ سے حضرت ثانی الذکر کی مدت العمر اتفاق و اتحاد رہا کسی قسم کی کوئی بات باعث شکر رنجی نہیں واقع ہوئی انکے بعد اُن کے جانشین صاحب سے (جو حضرت اول الذکر کے تلامذہ میں سے ہیں) تھوڑے عرصہ تک پورا اتحاد و اتفاق رہا بلکہ اُس سے بھی زیادہ جتنا کہ جناب شاہ ماجد علیصاحب قدس سرہ کے زمانہ میں تھا بالآخر اسی پارٹی نے دراندازی کی اور اپنی کوششوں میں کامیاب ہوئی۔ اور ان معاملات میں صاحب سجادہ کاظمیہ مدظلہ نے جتنا حلم سے کام لیا اتنی ہی اُنکے ساتھ زیادتی عمل میں لائی گئی اور لطف یہ کہ اس پارٹی والوں میں بعض بزرگ ایسے بھی ہیں جو حضرت شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ سے بیعت رکھتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جن حضرات کے درمیان دراندازیاں ہو رہی ہیں وہ سب حضرت شاہ تقی علی قلندر ہی کی اولاد ہیں۔ معلوم نہیں پیر و مرشد کی اولاد میں دراندازی کرنا کون سا شعار مریدی ہے۔ بہر حال خاندان کاظمیہ کے حضرات اور انکے منتسبین ان حرکات کو سترہ اٹھارہ سال سے خاموش دیکھتے رہے ہیں۔ اور اسوقت بھی اپنے منتسبین میں کوئی جنبش وہ حضرات پیدا نہونے دیتے اگر حاسدین کی اس بے سری شہنائی کی تان خاندان کاظمیہ پر مضحکہ کرنے سے متجاوز ہوکر منقصت حضرت علیؓ و اہلبیت اور حفظ مراتب خلفاء راشدین و صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے غلط نہ نمائی پر نہ ٹوٹتی ہوتی۔ اور اس سے موجودہ لوگوں اور آئندہ نسلوں کے ایمان میں خلل پڑنیکا اندیشہ نہوتا۔

ؔ بیشک تفضیل شیخین من وجہ یا من جمیع الوجوہ اور خطاء اجتہادی یا منکر کا جزئی اختلافی فرق باعث چنداں خلل ایمانی نہیں لیکن مخالفین نے اپنی کتابوں میں جیسے عقائد کے اتہامات لگائے ہیں وہ باعث خلل ایمانی ہیں۔ فقط تبیین

اس موقع پر جناب مولانا مولوی محمد عبدالباری صاحب مغفور فرنگی محلی کا ایک مقولہ یاد آیا۔ انھوں نے ایک روز انوی مولوی ضیاءالدین صاحب سے فرمایا کہ "اس مرتبہ مجھے بعض لوگوں کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ آپ کے قصبہ میں کچھ لوگ ہمارے مولانا شاہ محمد حبیب حیدر صاحب (مدظلہ) سے سوءظن بھی رکھتے ہیں۔ یہ معلوم کرکے مجھکو تعجب ہوا اور میں خدا کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ ایسے لوگوں کو یقیناً خدا و رسولؐ سے بھی سوءظن ہے"۔ الحمد للہ کہ مولانا مغفور کی قسم کا ظہور ہونا شروع ہوگیا۔ جن لوگوں کو خدا و رسولؐ سے سوءظن ہے ان کے قلوب کا علم چاہے انھیں خود نہ ہو لیکن خدا و رسول کو ضرور ہے۔ اُسے خدا و رسول جانیں۔ لیکن بادی النظر میں اتنا تو ظاہر ہونا شروع ہوگیا کہ جن لوگوں کے قلوب میں اہلبیت رسول خصوصاً حضرت علی و عترۂ طاہرہ سے سوءظن ہے انکا پردہ فاش ہوتا جاتا ہے اور یہی خدا و رسول سے سوءظن کے ظاہر ہونے کا مقدمہ ہے۔

ایک عجیب پروپیگنڈا

ان "حالات حاضرہ" کے قلمبند کرنے سے پیشتر راقم الحروف نے ایک رسالہ موسومہ بہ "سلسلۂ سوال و جواب بر تبصرۂ احسن الانتخاب" شایع کیا تھا جس میں راقم کا روئے سخن بیشتر مولوی عبدالماجد صاحب دریابادی اڈیٹر "سچ" کی طرف رہا ہے۔ "پروپیگنڈا ہینڈکو" کا ایک پروپیگنڈا یہ بھی ہے کہ وہ رسالہ راقم الحروف کے فرضی نام سے تھا اور دراصل اسکی تحریر صاحب احسن الانتخاب کے قلم سے ہوئی ہے۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ راقم الحروف اتنے اہم اور نازک مباحث پر زبان کھولنے اور قلم اٹھانے کا اہل نہیں اور جو کچھ راقم کے زبان و قلم سے نکلے اور امر صواب میں داخل ہو وہ دراصل راقم کے زبان و قلم سے نہیں بلکہ صاحب احسن الانتخاب اور ان کے بزرگوں ہی کا تصرف روحانی اور قدموں کا طفیل ہے کہ ؎

در پردۂ او شخص دگر نغمہ سرائے است   چوں نے بنہی اندر لبش شراب است ببینید

لیکن اس پروپیگنڈے سے چونکہ مزید فساد و فتنہ کی اشاعت کا اندیشہ ہے لہذا سارے حسن عقیدت اور سارے انکسار اور سارے اتحاد و یکجہتی کو بالائے طاق رکھکر صاف یہ اعلان ہے کہ بجز ان ماخذوں سے عبارتیں نکال کر عطا فرمادینے کے کہ جنکی راقم الحروف نے جناب موصوف مدظلہ سے استدعا کی اُس رسالہ کا ایک حرف بھی اُنکی زبان و قلم کا نہیں۔ نہ کہیں پر اُنھوں نے اصلاح فرمائی ہے۔ اُس رسالہ اور ان "مقالات حاضرہ" کا تمام تر ذمہ دار عندالخلائق و عندالرسول و عنداللہ تنہا راقم الحروف ہے۔

اور اسی طرح عوام کی آگاہی کے لئے اپنی طرف سے یہ لکھنے میں بھی باک نہیں کہ "رفع الحجاب" کی ذمہ داری بھی صاحب "احسن الانتخاب" کے سر نہیں ہے۔ جن صاحب کو "رفع الحجاب" کے سلسلہ میں کچھ لکھنا یا کہنا ہو انکو مولف "رفع الحجاب" سے خطاب کرنا چاہئے نہ کہ صاحب "احسن الانتخاب" سے۔

گمنام ہزلیات

احمق پھپھوندوی کی ہزل کا ذکر اس رسالہ کے ابتدائی تمہیدی مضمون میں آچکا ہے بہت سے نوعمروں نے اسکا ہزل جواب لکھنے کا ارادہ کیا مگر اتفاقاً صاحب احسن الانتخاب کو ان کے ارادہ کا علم ہوگیا اور انھوں نے ممانعت فرمادی۔ اور اُسوقت سے اِسوقت تک انھوں نے تا حد اختیار خود اپنے گرد و پیش کے سب لوگوں کو ایسے طریق عمل سے روکے رکھا ہے۔

اب بعض لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ "فصل الخطاب پارٹی" کے افراد کی شان میں گستاخانہ نظمیں لکھکر اس کی کاپیاں مختلف اشخاص کو بھیجتے ہیں چنانچہ ایک نقل آستانہ عالیہ پر بھی موصول ہوئی۔ ممکن ہے کہ اسی طرح کچھ اخبارات میں بھی گئی ہوں۔ جیسا کہ النجم اخبار کی ایک اشاعت کے "اشارات" سے مستنبط ہوتا ہے۔

ان صاحب کی یہ حرکت اگر از راہ ہمدردی ہے تو انسے التماس ہے کہ یہ ہمدردی نہایت مذموم ہے اور نادان دوست کی صحیح مثال۔ یہ حرکت صحیح معنوں میں قطعاً کوئی ہمدردی نہیں بلکہ ذریعہ نقصان رسانی ہے۔ اس کے علاوہ اس روش کے دو پہلو ایسے مذموم ہیں جو سراسر بزدلی و داخل مکروہات ہیں۔ ایک تو گمنام تحریر۔ دوسری ہزل نویسی۔ یہ دونوں چیزیں ہمارے حضرات کی تعلیم اور شیوہ سے بہت گری ہوئی چیزیں ہیں۔ برادران ملت! جب ہم صاحب "فصل الخطاب کے" اخفاء نام کا اب تک طرح طرح پر مضحکہ اُڑا رہے ہیں تو کیا ہم یہ پسند کرسکتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی شخص ایسے شنیع فعل کا مرتکب ہو۔ تعجب ہے کہ آپ اگر مرد ہیں تو مرد ہوکر ایسی نسوانی حرکت کی طرف رغبت ہی کیوں ہوئی۔ نیز ہزل نویسی کی طرف آپ کے ذہن کا منتقل ہونا اور بھی حیرتناک ہے۔ ہزل گوئی یا روافض کا کام ہے یا نواصب و خوارج کا۔ اگر احمق پھپھوندوی نے ہمارے حضرات کی بدگوئی کی تو انھیں تینوں فرقوں کا اتباع کیا۔ آپ انمیں سے کسکا اتباع پسند کرتے ہیں کہ آپ کا خیال احمق پھپھوندوی کے جواب میں اپنے مخالفین کی بدگوئی پر مائل ہوا۔ یاد رکھئے کہ آپ اہلسنت والجماعۃ سے ہیں اور اہل اللہ کے پیرو ہیں۔ آپ کے اخلاق و عادات کا آپکے صحیح پایہ سے گرنا آپ کے حضرات کو بھی پسند خاطر نہوگا۔ آپ کو آپکے بزرگوں کی تعلیم یہ ہے کہ

ہ

یارو دشمن کی بدی پر منہ نہ کھولو چپ رہو — عیب اُسکو کرنے دو تم کچھ نہ بولو چپ رہو

راہ چلتے تم پہ گر چھینٹیں نجس ڈالے کوئی — فوراً آ اپنے گھر پہ آ کر داغ دھولو چپ رہو

کہدے جو چاہے مخالف حرف ناموزوں تمہیں — سُنکے دل کو صبر کی میزان پہ تولو چپ رہو

خاک ڈالو چور کی چوری پہ مت ظاہر کرو — جانے دو۔ کیسہ کسیکا مت ٹٹولو چپ رہو

گر چمن میں باغبان تم کو نجانے دے تو آپ — باز آؤ۔ دور سے پھولونکی بو لو چپ رہو

ہ

بدی را بدی سہل باشد جزا — اگر مردی۔ احسن الی من اسا

ہاں اگر یہ حرکت ہمارے ہمدردوں میں سے کسی صاحب کی نہیں ہے (اور خدا کرے نہو) بلکہ مخالف پارٹی ہی کے کسی نونہال نے اس لئے یہ نیا شگوفہ چھوڑا ہے کہ حضرات آستانہ کاظمیہ پر یہ بیناب بنیاد اتہام لگانے کا موقع ملے کہ نہ رل لکھتے اور لکھواتے اور گمنام شائع کراتے ہیں (اور اسکی نقل کا آستانہ عالیہ پر گمنام حیثیت سے آنا کہتا بھی یہی ہے کیونکہ اپنوں میں سے کوئی ہوتا تو وہ اپنا نام اپنے حضرات سے کیوں چھپاتا۔) تو ان کی اس نئی سوجھ بوجھ پر آفریں اور ہزار آفریں ہے۔ اور ان کے حق میں بجز اس کے اور کیا دعا کیجائے کہ سه

ہم تو بدخواہ نہیں اپنے مخالف کے ترابؔ جو بدی ہم سے کرے اسکی خدا خیر کرے

نفائس المنن اور ایک مشہور اخبار

"نفائس المنن" میں جب کوئی بات قابل اعتراض نہ ملی تو معترضین کو خاموش رہنا چاہیے تھا مگر نہ کیا۔ دلمیں جو ناصبیت کا چور بلکہ ناسور چھپا ہوا ہے۔ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ٹھنڈے دل سے سُن لینے کا کسی طرح روادار نہیں ہوتا۔ مجبوراً "نفائس المنن" صفحہ ۸ اکی اس عبارت کی گرفت کرنا پڑی جو اس متعلق لکھی گئی ہے کہ فضیلت دوسری چیز ہے اور استحقاق خلافت دوسری چیز۔ چنانچہ "ایک مشہور اخبار" کے کسی اشاعت میں "اشارات" کے کالم میں ایک مضمون اسکے متعلق سپرد قلم ہوا۔ اس مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ مضمون کا مقصد صرف اسیقدر ہے کہ "نفائس المنن" کے خلاف بھی کم از کم ایک آواز بلند ہو جائے۔ ورنہ اگر مضمون نگار صاحب فرائشی کور چشم نہیں بنتے ہیں تو انھوں نے نفائس المنن صفحہ ۹ سطر ا کے یہ الفاظ بھی پڑھے ہونگے کہ "جمہور کے نزدیک افضلیت بر ترتیب خلافت ہے" اور صفحہ ۲۱ سطر ۸ کے یہ الفاظ کہ "در حقیقت خلافت رسول خود ایک فضیلت و شرف ضرور ہے" اور صفحہ ۲۳ سطر ۷ کے یہ الفاظ بھی کہ "نہ خلفائے ثلثہ کے فضائل ترتیبی کو اس سے (یعنی فضیلت حضرت علیؓ سے) کوئی تعارض ہے۔ یہ تینوں

فقرات سیاق عبارت میں مضمون نگار کی زیر نظر عبارت کے نتیجے کے طور پر واقع ہوئے ہیں اور صاف بتارہے ہیں کہ "تفضیل شیخین من وجہٍ" اور "تفضیل خلفاء ثلثہ علی ترتیب الخلافہ" کے سوال کا پورا پورا دفع دخل نفائس المنن میں کردیا گیا ہے اور اس بارہ میں اب تک جتنے اعتراضات حضرت مولف احسن الانتخاب ونفائس المنن پر کئے گئے سب پادر ہوا ہیں۔

مضمون زیر تذکرہ میں صرف اتنی بات تو قابل تخاطب کہی جاسکتی تھی جس کا حال یہ ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ صرف اس لئے ہے کہ اس سلسلہ میں حضرت مولف نفائس المنن کی شان میں کچھ گستاخیاں بھی ہو جائیں اور انکے حاضرین مجلس کو بلا استثناء "جاہل" بھی کہدیا جائے۔ اور تخصیص کے ساتھ ان مخلصین کو "جاہل" کہا جائے جنھوں نے احسن الانتخاب کی حمایت میں کوئی قلمی اعانت کی ہو۔ مضمون نگار صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ "جاہل" کی تعریف یہ نہیں ہے کہ "جس نے جناب مولوی عبدالشکور صاحب سے درس نہیں لیا وہ جاہل ہے"۔ بلکہ جہل کی اصل علامت عقل سلیم کا فقدان ہے۔ جس کو خدا نے عقل سلیم سے حصہ نہیں دیا ہے وہ چاہے دفتر کے دفتر تفسیر وحدیث کے پڑھ جائے اور شب وروز تلاوت قرآن شریف میں گذار دے اور دفتر کے دفتر تصانیف واخبارات کے سیاہ کر ڈالے جاہل ہے اور جاہل رہے گا اور قیامت میں انشاء اللہ جاہل اٹھیگا۔ مَن کان فی ہٰذہ اعمی فہو فی الآخرۃ اعمی۔[۵]

عقل سلیم کوئی اینٹ پتھر نہیں کہ ہر سفلہ کے ہاتھ آجائے بلکہ یہ خدا اُسی کو دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ جیسے شرافت نسبی ونجابت حسبی کہ یہ بھی عند اللہ والرسول اُسی کو حاصل ہے جسے خدا دے۔ یعنی جیسے نجیب الطرفین

۵۔ ترجمہ جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ عاقبت میں بھی اندھا ہوگا ۱۲

ہونے میں انسانی کوشش کو کوئی دخل نہیں اور یہ صرف اسی پر موقوف ہے کہ وہ محض بفضل ایزدی کسی نجیب الطرفین کے گھر میں پیدا ہوا ہو اسی طرح عقل سلیم بھی کسیکو اپنی کوشش اور گدہوں کی طرح کتابیں بیٹھ پر لادنے (کمثل الحمار یحمل اسفاراً) سے حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ محض فضل ایزدی اور صاحبان عقل سلیم کے فیض صحبت سے حاصل ہوتی ہے۔ اور چونکہ شرافت ونجابت کیساتھ عقل سلیم اکثر جمع ہوجایا کرتی ہے اس لئے اکثر دیکھا گیا ہے کہ فہم رموز ودرک اسرار وجذب فیوض واخذ وطبائع و خصائل حسنہ میں اکثر شرافت ونجابت خاندانی کو بھی بہت کچھ دخل ہوجایا کرتا ہے اور جسے باوجود نجیب الطرفین نہونے کے خدا عقل سلیم دیدے اُس کی مثال ایسی ہے جیسے (بقول جناب ذوق کاکوری مغفور) ؎

ابلہ اندر خرابہ گنج بیافت۔

بڑا افسوس اُن حضرات پر ہے جن کو شرافت ونجابت خاندانی اور عقل سلیم دونوں حاصل ہوں اور وہ انہیں استعمال نکریں۔ اور ان سے بھی زیادہ ان پر جنھیں شرافت ونجابت حاصل ہو لیکن عقل سلیم سے حصہ نہ ملا ہو۔ اور جنکو نہ شرافت و نجابت حاصل ہو نہ عقل سلیم۔ ان پر نہ کوئی افسوس ہے نہ ان سے کوئی شکایت کہ با بیگانگان گفتگوئے بیہودہ است۔

تازہ ترین حملے

یہ رسالہ ۱۳۵۲ھ کے اختتام کے ساتھ ہی سطور بالا پر ختم ہوگیا تھا۔ اُس زمانہ میں مخالفت کی فضا ذرا خاموش تھی۔ بات یہ ہوئی کہ بعض ایسے لوگ جو اسوقت تک کسی پارٹی میں نہ تھے مگر ایک طرف تو امر حق کے متجسس تھے۔ دوسری طرف اس امر کا تماشا دیکھنے کے شائق تھے کہ اس میدان میں کون غالب رہتا ہے۔ رفع الحجاب

کی اشاعت پر اُسے پڑھ کر قائل ہو گئے۔ لیکن جن اشخاص کا مطمح نظر امر حق تھا ہی نہیں بلکہ محض مخالفت ہی کرنا مقصود تھا اور ہے وہ اپنی جگہ سے کیوں ہٹتے۔ ان کا تو مقصود اول بھی وہی ہے اور مقصود آخر بھی وہی۔ مقصود ظاہر بھی وہی اور مقصود باطن بھی وہی۔ وہی ایک مقصد ہے اور وہی جملہ مقاصد۔ وہی اُس پارٹی کی جان اور وہی ایمان مگر کرتے کیا۔ جواب کچھ نہ بنتا تھا۔ دانت پیس پیس کر خاموش رہ جانا پڑتا تھا۔ اس خاموشی کے اندر سے بار بار یہ صدائیں ضرور بلند ہوتی رہتی تھیں کہ آج فلاں صاحب ایک رسالہ لکھ رہے ہیں اور آج فلاں صاحب۔ چنانچہ اس رسالہ کی طباعت کو راقم الحروف نے اس لئے ملتوی کر دیا تھا کہ خاموش فضا میں مجھے خواہ مخواہ صدا بلند کرنے کی کیا ضرورت جب ان متوقعہ رسائل میں سے کوئی رسالہ شائع ہوگا تب مع اُس کے مضامین کے جوابات مختصر کے اسے بھی شائع کر دیا جائیگا۔ اگرچہ ابتداءً اس رسالہ کو لکھا اس لئے تھا کہ مخلصین صادقین میں سے جو لوگ بوجہ قلت بضاعت یا قلت وقت یا قلت استعداد کے رفع الحجاب پڑھنے سے معذور ہیں اُن کے لئے یہ رسالہ مجمل طور پر اعتراضات کے جوابات بہم پہونچا کر کچھ نہ کچھ تسکین بخش ہو۔ مگر اس صلح کل خیال نے اس علت غائی پر بھی غلبہ کیا۔ یہاں تک کہ اس کی اشاعت اس وقت تک ملتوی رہی۔ اس التوا کا ایک معمولی نتیجہ یہ بھی ہوا کہ اس عرصہ میں تقریباً دو جزو حجم بڑھ گیا۔ چنانچہ سطور ذیل کے علاوہ رسالہ "مختصر" پر نوٹ۔ مولوی مصطفےٰ رضا خان صاحب کے فتوے کی تنقید اور نفحات النسیم سے اخذ کردہ نوٹ اسی زمانہ التوا کی تحریرات ہیں۔ رجب گذشتہ سے لیکر رمضان شریف گذشتہ تک مخالفین نے قصبہ کی فضا سخت مکدر رکھی۔ اور طرح طرح کی ترکیبیں دواد و دوش۔ اور کوششیں کر کے دو جدید رسالے شائع کرائے گئے۔ جو عید الفطر کے روز کمترین کے دیکھنے میں آئے۔ ان کو پڑھکر مناسب معلوم ہوا کہ اب رسالہ ہذا کو بھی شائع کر دیا جائے۔ چنانچہ عید کے بعد ہی شروع کے اجزاء کاپی نویس کو دیدیئے گئے۔

بعدہٗ ۲۱؍ شوال کو تیسرا رسالہ مطالعہ میں آیا۔ اب ان رسائل کی تنقید اور رسالہ ہذا کی ابتدائی
کاپیوں کی تصحیح ساتھ ساتھ ہو رہی ہے۔ رسائل کا ذکر مختصراً حسب ذیل ہے۔

۱۔ العقائد الاکابر (مولفہ جناب مولانا حافظ شاہ محمد اکرام علی صاحب کاکوروی)

جناب موصوف حضرت مقتدائے جہان شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ کے پرپوتے اور
صاحب احسن الانتخاب کے ماموں صاحب کے صاحبزادے اور جانشین ہیں۔ جناب
موصوف کو بیعت صاحب احسن الانتخاب کے والد صاحب قبلہ سے اور خلافت اپنے والد
صاحب قبلہ سے اور جناب مولانا شاہ ولایت احمد صاحب صاحب سجادۂ مجائیہ لاہرپور
شریف ضلع سیتاپور اور جناب شاہ التفات حسین صاحب لاہرپوری مغفور سے ہے
جناب موصوف کو علوم دین میں تلمذ تمام تر حضرت وارث الانبیاء شاہ محمد حبیب حیدر صاحب
مدظلہ العالی برادر بزرگ صاحب احسن الانتخاب سے ہے اور کچھ کتابیں حضرت موصوف
کے جناب والد صاحب قدس سرہ سے بھی اخذ فرمائی ہیں۔ راقم الحروف کو اس امر کا
شرف حاصل ہے کہ جس زمانہ میں جناب موصوف درس لیتے تھے۔ اُس زمانہ میں اس حقیر
نے بھی میزان الصرف و منشعب وغیرہ حضرت وارث الانبیاء مدظلہ سے پڑھی تھیں اور حقیر
فقہ کی کتابوں تک پہونچا ہی تھا کہ جناب موصوف کے درسیات تمام ہو گئیں۔ جناب موصوف
کا برتاؤ اپنے مرشد زادگان و استاذ معظم کیساتھ اُس وقت نہایت خلوص آمیز تھا اور
اپنے والد صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ کے جانشین ہونے کے بعد تھوڑے عرصہ تک ویسا
ہی رہا۔ لیکن یہ حضرات جن سے کہ اب فصل الخطاب پارٹی مرکب ہے اس اتحاد کو دیکھ نسکے
اور بہت جلد دراندازیاں شروع کر دیں۔ اور جناب موصوف کو طرح طرح کے سبز باغ دکھا دکھا
کر اُس وقت سے اِس وقت تک جناب موصوف سے باہمہ علم و دانش مرشد زادگان
کے خلاف طرح طرح کے واقعات سرزد کرائے جنکے ذکر کا یہ محل نہیں نہ اس حقیر کے قلم سے
ان کا ذکر مناسب ہے۔ اور اس قدر ذکر سے بھی جناب موصوف کا کوئی استخفاف مقصود نہیں

بلکہ فصل الخطاب پارٹی کے پروپیگنڈے کی تھوڑی اور وضاحت مقصود ہے۔ مختصر یہ کہ جب رفع الحجاب کا جواب فصل الخطاب کے مولف اور ان کے معاونین لکھ رہے تھے تو جناب موصوف کو بھی گھیرنا اور جوش دلانا شروع کیا۔ اسوقت تک مخالفین کی پارٹی کا بڑا عنصر خاندان کاظمیہ کے بنی عم حضرات تھے۔ کاظمی النسب حضرات میں سے کوئی نہ تھا اور مقصد یہ تھا کہ اس خاندان میں سے بھی کوئی شخصیت ان کی شریک ہو جائے۔ چنانچہ اس مقصد میں کامیابی تحریراً تو صرف "العقائد الاکابر" ہی کی شکل میں ہوئی لیکن عملاً جناب موصوف کو جوش دلانے سے جو ہنگامے تمام قصبہ میں ماہ رمضان المبارک میں رہے اُسکی تحریر اس حقیر کے قلم کی شایاں نہیں - نہ "العقائد الاکابر" کی تنقید کا یہ حقیر اہل ہے - یہ سب چیزیں کسی کاظمی النسب ہی کے قلم کی شایاں ہیں - کیونکہ اس حقیر کے نزدیک اس حقیر کا جناب موصوف کی شان میں کچھ لکھنا نہ صرف جناب موصوف سے گستاخی ہے بلکہ بلحاظ اُن کے رشتۂ قرابت کے خود صاحب احسن الانتخاب سے سوءِ ادب ہے البتہ اس قدر ذکر کرنا ناگزیر ہے کہ یہ رسالہ چار ورق کا چھوٹی تقطیع پر ہے اور اسمیں الروض الازھر اور دیگر خاندانی کتابوں سے اخذ کر کے کچھ عقائد جمع فرمائے گئے ہیں اور دیباچہ میں یہ ظاہر فرمایا گیا ہے کہ احسن الانتخاب میں جو عقائد ظاہر کئے گئے ہیں وہ غلط ہیں اور یہ عقائد جو اس رسالہ میں لکھے جاتے ہیں صحیح ہیں۔ لیکن یہ حقیر اس رسالہ شریفہ کو احسن الانتخاب کے ساتھ مطالعہ کرنے کے بعد یہ عرض کرنے پر مجبور ہے کہ "حقیر کو تو احسن الانتخاب میں کوئی بات ان عقائد کے خلاف نظر نہیں آئی۔"

۲ - بوارق العذاب لاعداء الاصحاب کا حصہ اول ملقب بہ لقب تاریخی حوصلہ شکن خطوط مسلسل (۱۳۲۳ھ) - (مولفہ جناب مولانا سید مصباح الحسن صاحب مودودی چشتی نظامی سجادہ نشین آستانہ عالیہ صمدیہ - واقع پھپھوند ضلع اٹاوہ) - جیسا کہ دیباچہ میں اور لوح پر ظاہر فرمایا گیا ہے - بوارق العذاب لاعداء الاصحاب تین

حصوں پر منقسم ہے۔ پہلے حصہ کا نام حوصلہ شکن الخ ہے اور ابھی یہی حصہ شایع ہوا ہے

جو پیش نظر ہے۔ دوسرے کا نام انکشافات ستم اور تیسرے کا نام دافع اشرار فتوی ہے

حصہ زیر نظر میں وہ خط و کتابت مع دیباچہ اور اضافات و حواشی کے نقل کیگئی ہے

جو احسن الانتخاب کے متعلق جناب سید صاحب اور جناب مولف احسن الانتخاب کے بڑے بھائی جناب مولانا و مرشدنا حضرت وارث الانبیاء شاہ محمد حبیب حیدر قلندر مدظلہ العالی کے مابین ہوئی۔ اس خط و کتابت کا قصہ یہ ہے کہ جناب سید صاحب کا ایک خط حضرت وارث الانبیاء مدظلہ کے نام رجسٹری شدہ آیا۔ یہاں سے جواب لکھا گیا اُس کے جواب میں دوسرا خط آیا اُس کا بھی جواب لکھا گیا اُس کے جواب میں تیسرا خط آیا پھر تاکیدی کارڈ طلبی جواب میں آیا۔ یہ سب رجسٹری شدہ تھے۔ پہلے خط کی مناظرانہ شکل نہ تھی بلکہ بظاہر متحدانہ مودبانہ طرز تحریر اختیار فرمایا گیا تھا اور صاحب احسن الانتخاب پر نالش کرکے حضرت وارث الانبیاء مدظلہ کو حکم قرار دیا گیا تھا۔ تاہم دو ایک لفظ ایسے آہی گئے تھے جو سید صاحب کی نیت اصلی کی جھلک دکھلا رہے تھے۔ دوسرے خط میں لب و لہجہ اور بھی تبدیل ہوا۔ تیسرا خط خود تو بالکل مناظرانہ و مجادلانہ تھا ہی طرہ یہ کہ اُس میں جابجا مکتوب الیہ مدظلہ پر مناظرانہ چال چلنے کا الزام لگایا گیا تھا اور مجادلہ و مکابرہ شرعاً ممنوع ہے[1]۔ نیز مناظرہ کا ہمارے حضرات کے یہاں معمول نہیں ہے۔ لہذا اس آخری کارڈ کے جواب میں بالفاظ دیگر یہ ظاہر فرمادیا گیا

فٹ نوٹ

[1] المناظرة فی العلم لنصرة الحق عبادة ولاحد ثلثة حرام۔ لقہر مسلم[1] و اظہار علم[2] و نیل دنیا[3] و مال او قبول مناظرہ اور مباحثہ علم میں کرنا نصرت اور تائید حق کیواسطے عبادت ہے اور تین امور میں سے کسی امر کیواسطے مناظرہ حرام ہے مسلمان کے مغلوب کرنے کیواسطے اور اپنے علم اور قابلیت کے اظہار کرنے کیواسطے اور حصول دنیا یا مال یا قبول خلائق کیواسطے۔ (در مختار جلد ۴ صفحہ ۳۳ سطر ۲۲) واضح ہو کہ خط نمبر ۳ اس معاملہ کو قہر مسلم کی شکل تک لے آیا تھا جیسا کہ آگے چلکر ثابت کیا گیا ہے نیقط بیس۔

کہ تیسرے خط کا جواب نہ دینے کے یہ معنی نہیں کہ آپ کا خط مسکت ہے۔ اور ہمارے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ بلکہ سکوت اس لئے کیا گیا ہے کہ آپ ہمارے استدلال کو مناظرانہ چال پر محمول کرتے ہیں۔ لہذا اس کتابت کے قائم رکھنے سے ناگواری بڑھانے کے سوا اور کچھ حاصل نہیں۔ اس کا جواب سید صاحب نے پھر رجسٹری شدہ بھیجا۔ وہ بحث کو طول دینے سے بچانے کے لئے واپس فرما دیا گیا ظاہر ہے کہ یہ انکاری جواب اور ردّ مکتوب اپنی جگہ پر مختتم بائیں تھیں۔ مگر سید صاحب کو دوسرے خط سے جو کد پڑنا شروع ہوئی تھی وہ اب مکمل ہو چکی تھی لہذا سید صاحب نے مناظرہ کا کھلا چیلنج رجسٹری شدہ بھیجا۔ جس میں مناظرہ کرنے کیلئے خدا و رسول و دین و ایمان کے واسطے دلائے گئے تھے۔ اور اس کارڈ کی نقلیں اخبارات میں بھی شایع کی گئیں۔ اور اب اس رسالہ میں بھی مع اس ذکر کے موجود ہے۔ سید صاحب کے تیسرے خط نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ جب صفحہ کاغذ پر لکھے ہوئے الفاظ کا مفہوم کچھ کا کچھ قرار دینے اور اپنی ضد پر قائم رہنے میں سید صاحب کو دریغ نہیں ہے۔ تو ظاہر ہے کہ مناظرہ سے امر حق کے واضح ہونے کی کیا امید ہو سکتی تھی۔ اور جب خط و کتابت میں رنگ تحریر کی تبدیلیاں محاکمہ سے مناظرہ و مکابرہ تک لے آئیں یہاں تک کہ مناظرہ کی نوٹس میں ہمارے حضرات سے خطاب اس آیت سے کیا گیا جس آیت میں قرآن شریف میں کفار مخاطب ہیں (معاذ اللہ منہا) تو زبانی گفتگو کے بجز مجادلہ کے اور کس چیز پر منتج ہونے کی امید کیجا سکتی تھی۔ مجادلہ و مکابرہ چونکہ حرام ہے لہذا اس کے لئے دی ہوئی قسم بھی قابل اعتنا نہ تھی۔ ان سب کا جواب سکوت اور نوٹس واپس کر کے دیا گیا جو بہترین جواب تھا۔ پھر بھی سید صاحب جو کچھ مناظرہ کے بعد فرماتے (یعنی یہ کہ جو کچھ سید صاحب نے کہا اس پر مخاطب مدظلہ کو ساکت ہونا پڑا) وہی اب بھی باوجود مکتوب نمبر ۴ نقل کر کے خود اسی رسالہ میں طبع کرانے اور اس میں اس دعویٰ کے خلاف مضمون موجود ہونے کے دیباچہ میں اور نیز مولوی وصی علی صاحب کے نام خط

میں تحریر فرماتے ہیں کہ "حق حق ہی ہو کر رہا اور آفتاب نیم روز سے زیادہ واضح و ثابت ہو گیا" ص ۵

چون قلم در دست غدارے بود　　لاجرم منصور بر دارے بود

غرضکہ جواب دینے سے انکار اور رجسٹریوں کی واپسی جناب سید صاحب کی اس قدر ناراضی کا باعث ہوئی کہ بقول خود "مخالفت لمرضاۃ اللہ" ان کے دل میں مستقلاً قائم ہو گئی۔ حالانکہ ہمارے نزدیک یہ "مخالفت لمرضاۃ اللہ" ان کے دل میں اُس وقت بھی مخفی تھی جب کہ انھوں نے پہلا مکتوب تحریر فرمایا تھا۔ کیونکہ ہم تو فی زمانہ یہی دیکھتے ہیں کہ رجسٹری شدہ خط عموماً مخالف ہی کو نوٹس کے طریقہ پر بھیجا جاتا ہے۔ کیونکہ اس پر اول روز سے یہی بدگمانی ہوتی ہے کہ خدا جانے مکتوب الیہ اس خط کی وصولی ظاہر کرے یا نکرے۔ جواب دے یا ندے۔ یہ بدگمانی سید صاحب کو اپنے معزز و موقر مکتوب الیہ سے اول ہی سے تھی۔ اور اس بدگمانی کا اس سے بہتر کوئی جواب نہ ہوتا اگر پہلا ہی خط اسی طرح سے واپس کر دیا گیا ہوتا۔ حالانکہ اس سے قبل کی ایسی کوئی مثال اپنے تجربہ کی بلکہ کسی سے سنی سنائی روایت بھی مکتوب الیہ مدظلہ کے خلاف (اگر وہ راست گوئی کے پابند ہیں تو) ہرگز نہ دکھا سکیں گے جس سے ان کی یہ بدگمانی اس وقت حق بجانب ثابت ہو سکتی۔

بہر حال اس رسالہ کی تفصیلی جواب کی اس محل میں گنجائش نہیں اور اگر ہوتی بھی تو بھی جو کچھ اس وقت اس رسالہ میں لکھا جاتا وہ ایک ہی حصہ کا جواب ہوتا۔ بقیہ ۲ حصوں کیلئے پھر علیحدہ رسائل لکھنا پڑتے۔ لہٰذا میں اس رسالہ کے جواب کو مستقبل قریب کے لئے ملتوی رکھکر سر دست مختصر نوٹ پر اکتفا کرتا ہوں۔

کتاب کے اصلی مباحث کو چھوڑ کر سب سے پہلی بات جو نظر کو اپنی طرف مخاطب کرتی ہے وہ یہ ہے کہ سید صاحب نے آخر صاحب احسن الانتخاب کو چھوڑ کر حضرت وارث الانبیاء مدظلہ سے پہلا تخاطب کیوں اختیار کیا۔ کتاب تو صاحب احسن الانتخاب نے لکھی تھی

اعتراضات جو کچھ سید صاحب کو تھے وہ انھیں پر تھے اس کے لئے خط وکتابت انہیں
سے کرنا چاہئے تھی نہ کہ کسی اور سے ۔ مانا کہ سید صاحب مساوات کی تحریر لکھنا چاہتے
تھے اور چونکہ خود اپنی خانقاہ مبارک کے سجادہ نشین ہیں لہذا اپنے مساوی سجادہ نشین
صاحب ہی کو سمجھتے تھے نہ کہ اُن کے چھوٹے بھائی کو ۔ جیسا کہ باوجود اس تواضع اور اظہار
فروتنی کے جو ان الفاظ میں کی گئی ہے کہ "مجھے راہ صواب دکھانے سے گریز نہ فرمایا جائے"
درمیان ہی میں یہ شعر بھی بالارادہ یا بلاارادہ لکھ ہی دیا ہے کہ ؎ من و تو ہر دو خواجہ تاشانیم الخ
لیکن کیا سید صاحب یہ نہیں کرسکتے تھے کہ بجائے حضرت وارث الانبیاء مدظلہ کو ابتدائً
حکم قرار دیکر اُن کے روبرو صاحب احسن الانتخاب پر نالش دائر کرنے کے صاحب احسن الانتخاب
ہی کو مخاطب کرتے ۔ اور بجائے بالمساواۃ مخاطبت کے ان سے بزرگانہ خطاب کرتے
اور شفقت آمیز الفاظ میں ان سے اپنے سوالات کا جواب مانگتے ۔ اس طرز عمل سے
انکی ایک غیر سجادہ نشین سے بالمساواۃ مخاطبت نہ واقع ہوتی اور مقصد حاصل ہوجاتا
مگر باایں ہمہ انھوں نے مخاطب صحیح کو چھوڑ کر غیر متعلق شخصیت سے پہلی ہی مخاطبت کی ۔
اس کا راز یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ مخالفین کو یہ معلوم ہی تھا کہ احسن الانتخاب
کسی حال اور کسی حیثیت میں نہ حضرت وارث الانبیاء مدظلہ کی لاعلمی میں شایع ہوسکتی
تھی نہ اُن کے مسلک کے خلاف مضامین اس میں ہوسکتے تھے لیکن صاحب احسن الانتخاب
کے نام کے ساتھ ان کا بھی نام نامی لیکر متہم کرنے کیلئے ضرورت تھی کہ اس مضمون کی
تحریر ان کے قلم کی بھی ہاتھ آجائے جس کا ذریعہ بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ بجائے رسالہ
نویسی کے خط وکتابت کیجائے اور بجائے صاحب احسن الانتخاب کے ان کو مخاطب
کیا جائے ۔ اور پہلے خط کا طرز تحریر نہایت نیازمندانہ اور مخلصانہ ہو بعدہ جیسے جیسے
خط وکتابت میں وسعت ہوتی جائے طرز تحریر مخالفانہ ہوتا جائے ۔ یہاں تک کہ جب
کافی مواد اتہامات بیجا کا فراہم ہوجائے تب ہیں رسائل کی شکل بنالی جائے ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ؎ کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں۔ اور اسی کے
دفع دخل کے لئے دیباچہ میں یہ فقرہ بعد کو لکھا گیا ہے کہ "علاوہ ازیں میرے اور شاہ
صاحب کے درمیان نہ شرکت سلسلہ ہے نہ خاندانی نہ تکیہ داری الخ"۔

بے شک سید صاحب سے نہ سلسلہ کی شرکت ہے نہ خاندانی نہ تکیہ داری۔
نہ ہمارا ادب اسے جائز رکھتا ہے کہ ہم اس موقع پر یہ مصرعہ پڑھیں کہ ؎
بود ہم ہمیشہ باہم پیشہ دشمن۔ لیکن یہ امر نہ صرف مجھے معلوم ہے بلکہ جناب سید صاحب
اور ان کے مخلصین واحباب کے قلوب بھی آگاہ ہیں کہ ایک طرف جناب سید صاحب
سے صاحب فصل الخطاب کے بزرگوں سے قدیم روابط اسی حیثیت کے ہیں جیسے کہ
جناب مولوی وصی علی صاحب سے اُنکا دیباچہ ظاہر کرتا ہے۔ دوسری طرف صاحب
عقائد الاکابر مدظلہ سے بسلسلہ دونوں صاحبان کی وقتاً فوقتاً تشریف آوری خیر آباد
کے مراسم والطاف ہیں۔ تیسری طرف اُن کا پہلا مکتوب خود ہی ثابت کر رہا ہے
کہ ہمارے حضرات سے اب تک اُن سے کبھی نہ ملاقات ہوئی نہ خط وکتابت صرف
جناب مولوی وصی علی صاحب کے حسن ظن کی وجہ سے جانبین کو ایک دوسرے سے
ایک طرح کا حسن ظن تھا۔ بلکہ یہ کہیے کہ سوء ظن نہ تھا۔ بظاہر معلوم ایسا ہوتا ہے
کہ سلسلہ ثانی پہلے خط کا داعی ہوا۔ جس کے اخفاء کی غرض سے جناب مولوی وصی
علی صاحب سے ملاقات کی گئی اور یہ سب کچھ عمل میں لایا گیا جو دیباچہ میں بیان فرمایا
گیا ہے۔ تاکہ اس خط کے داعی جناب مولوی وصی علی صاحب "یا کوئی نام نہاد
مستفتی صاحب" قرار پا جائیں اور اصل راز مخفی رہے۔ بعدہ فصل الخطاب پارٹی
سے جو آمدورفت اور نامۂ وپیغام کا سلسلہ اس رسالہ کی طباعت کے واسطے رہا
وہ تو ہم مخلصین کو معلوم ہی ہو گیا۔ بلکہ اب خود صاحب سُبُلُ السلام نے سید
صاحب کا ایک خط بھی شایع کر دیا ہے یہیں سے ہمارے وطن کے پروپیگنڈے

اور اُس کے کاکوری سے بھپھوند تک پہونچنے پر صاف روشنی پڑتی ہے۔ دیباچہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگلے دو حصوں میں صاحب احسن الانتخاب مدظلہ کے منجھلے بھائی صاحب کے خلاف بھی زہر شیریں یا تلخ اُگلا گیا ہے۔ اگر تخاطب حضرت وارث الانبیاء مدظلہ سے نہ کیا گیا ہوتا تو اُنھیں اتہامات کے ساتھ انھیں متہم کرنیکا کیوں کر موقعہ ملتا جن کے ساتھ ان کے چھوٹے بھائی صاحب کو متہم کیا جا رہا ہے یہ خبر ہے اُس مبتداء کی جو "النظر" کے صفحہ اخیرہ پر بایں الفاظ ہے۔" اسی کے ساتھ جناب حضرت شاہ حبیب حیدر صاحب قلندر سجادہ نشین بارگاہ کاظمیہ کاکوری کی خدمت میں بھی بصد ادب ملتمس ہوں کہ اس باب میں جناب کی خاموشی از حد صبر آزما ہے"۔ ناظرین! جب پیمانہ صبر لبریز ہو گیا تب یہ ترکیب اُن کے قلم کی تحریر حاصل کرنے کیلئے اختیار کی گئی جو یوں بزعم مخالفین کامیاب ہوئی۔

اس کے بعد دوسری بات جو اُس کتاب کو پڑھنے سے پیشتر ناظرین کے ذہن نشین ہونی چاہئے یہ ہے کہ کسی کتاب کے تصنیف یا تالیف کرنے اور مکتوب لکھنے میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ تصنیف یا تالیف میں خواہ حجم بڑہانے سے کتنا ہی پرہیز کیا جائے اور خواہ کتنا ہی اختصار سے کام لیا جائے مولف یا مصنف کا یہ فرض ہوتا ہے کہ جو کچھ وہ لکھ رہا ہے اس کو اتنا مفصل ضرور کر دے کہ ہر عام ناظر اُس کو پورا پورا سمجھ لے۔ لیکن مکتوب لکھنے والے کا یہ فرض نہیں نہ مکتوب لکھتے وقت اُسکی یہ ذہنیت ہوتی ہے خصوصاً جسوقت کہ کوئی مکتوب کسی مکتوب کے جواب میں لکھا جائے۔ مکتوب نگار کا فرض صرف اسی قدر ہوتا ہے کہ زیر جواب مکتوب کے امور مستفسرہ کا جواب سائل کے علم[1] و فہم[2] و شخصیت[3] اور قدر اعتماد[4] جانبین کا اندازہ کر کے مختصر الفاظ میں دیدے بلکہ بعض لوگ تو ایسے مواقع پر بعض اوقات صرف اشارات ہی سے کام لیا کرتے ہیں۔ یہی صورت یہاں واقع ہوئی۔ حضرت وارث الانبیاء دام فیوضہم کو اگرچہ ذاتی واقفیت سید صاحب کے

علم و فہم و شخصیت اور قدر اعتماد سے نہ تھی۔ لیکن پھر بھی جناب مولوی وصی علیصاحب سے (جواب تک سید صاحب سے حسن ظن رکھتے تھے) جو حالات مسموع ہوتے رہے تھے ان سے ایک خاکہ طبعی طور پر ان کے ان چاروں اوصاف کا جواب لکھنے کے وقت ذہن میں موجود تھا اور ہونا چاہئیے تھا۔ اُسی پر نظر رکھکر امکانی اختصار کے ساتھ ان کو جواب لکھا گیا اور اوّلاً انکی شخصیت اور قدر اعتماد پر یہ بھروسہ کیا گیا کہ اب تک یہ ہم سے جیسا حسن ظن ظاہر کرتے ہیں اس پر نظر کرتے ہوئے یہ بھی ہمارا اعتماد کرتے ہوں گے اور ایک ایک لفظ کی لفظی گرفت کرنے پر اُدھار کھا کر انھوں نے یہ خط نہیں لکھا ہوگا بلکہ جو کچھ لکھا جا رہا ہے اس کے معانی و مطالب پر حسن ظن کے ساتھ غور کریں گے مگر دوسرے خط سے تھوڑا تھوڑا کھُل چلا اور تیسرے سے بالکل ثابت ہو گیا کہ پہلا ہی خط اس نیت سے لکھا گیا تھا کہ بجز ان الفاظ کے

کہ "واقعی برادر عزیز سے غلطی ہوئی انشاء اللہ آئندہ طباعت میں اصلاح کردی جائیگی میں نے آپ کے ارشاد کے مطابق ان کو فہمائش کر دی ہے"۔ اور کوئی جواب سنا نہ جائیگا۔ چنانچہ سید صاحب کے تیسرے خط سے یہ صاف ظاہر ہے کہ حضرت وارث الانبیاء مدظلہ نے جس قدر اعتماد اس خط و کتابت میں سید صاحب کے ساتھ اپنے اس حسن ظن پر کیا جو ان کی علم و فہم و شخصیت اور قدر اعتماد کے بارہ میں تھا وہ سب غلط ثابت ہوا کیونکہ بیشتر حصہ حضرت مدظلہ کے خطوط کا ایسا ہے جسے سید صاحب یا تو سمجھے ہی نہیں ہیں یا سمجھ بوجھ کر اس پر اعتناء نہیں فرمائی ہے۔ اس کی تفصیل انشاءاللہ بوارق کے مستقل جواب میں کی جائیگی۔ اگر خدا نے توفیق تحریر دی۔ واللہ الموفق والمعین والہادی الی سبیل الیقین۔

علمی حیثیت سے اگر کتاب کو پڑھا جائے اور اعتراضات کی اُن چاروں اقسام کے لحاظ سے تحلیل کیجائے جو میں نے رسالہ ہذا کی ابتداء میں ظاہر کئے ہیں تو اسے

پڑھکر معلوم ہوتا ہے کہ تفضیل شیخین[1] کے سوال سے تو سید صاحب خود ہی محترز رہے ہیں (۱) اور صفحہ ۵۹ سطر ۲۰ سے صفحہ ۶۰ سطر ۲ تک جو دو فقرے احسن الانتخاب کے نقل کئے ہیں اُن کا جواب سابق میں گذر ہی چکا ہے۔ حضرت[2] امیر معاویہؓ کے بارہ میں سید صاحب اس بات کے معترف ہیں کہ شیخ عبدالحقؒ محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ "جس وقت جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ علیہ السلام کا ذکر ہو اُس وقت انکا نام تعظیم سے نہ لینا چاہئے" اور ان الفاظ کو صفحہ ۲۹ پر فٹ نوٹ میں جلی قلم سے لکھا ہے اور جا بجا اس پر عمل بھی کیا ہے۔ باوجودیکہ اس کتاب میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ذکر کے ساتھ ان کا نام نہیں آیا ہے بلکہ انہیں کے متعلقہ مباحث کے سلسلہ میں آیا ہے۔ اُن[3] کی خطاء کو بھی خطاء منکر مانا ہے اور نہ صرف ملا جامیؒ کے اشعار مبحوث عنہ سے استدلال کیا ہے بلکہ انکا اردو میں بایں الفاظ منظوم ترجمہ بھی کیا ہے ؎

حق یہ اس باب میں تھے شیر دودہ ؛ جنگ ان سے خطا تھی نامحمود[1]

گو لڑائی کبھی نہ کر تو پسند ؛ پر مطاعن سے رکھ زبان کو بند

فصل الخطاب کے بارہ میں صفحہ ۹۳ سطر ۱۸ پر تحریر فرمایا ہے کہ "میری رائے میں وہ ایک سطحی تحریر ہے تعجب ہے کہ اس کے جواب میں اتنا وقت صرف ہوا" ان چار دن باتوں یعنی (۱) تفضیل شیخین (۲) امیر معاویہؓ کا نام تعظیم سے نہ لینے (۳) ان کی خطا کو نامحمود (منکر) جاننے اور (۴) انکی جنگ کو پسند نہ کرنے میں احسن الانتخاب سے مخالف نہ ہونے کے باوجود سید صاحب الزام دے رہے ہیں کہ ساری کتاب میں مطاعن و مثالب صحابہ ہیں مگر مطاعن و مثالب کی کوئی مثال کہیں نقل نہیں کی ہے اگر خط میں حجم بڑھنے کے ڈر سے نہیں نقل کی تھی تو اب تو طباعت کے وقت جہاں اور حواشی اضافہ کئے گئے تھے کسی حاشیہ پر احسن الانتخاب سے کچھ نمونے مطاعن کے بھی نقل کر دیئے ہوتے تو معلوم ہوتا کہ سید صاحب کے نزدیک مطاعن و مثالب

[1] جنگ با وے خطاء منکر بود کا ترجمہ ہے منکر کا ترجمہ نامحمود کیا ہے جسکا مفہوم منکر سے زیادہ سخت ہے اور [illegible]

کے الفاظ کا اطلاق کس قسم کی عبارت پر ہوتا ہے ۔ احسن الانتخاب کے غور سے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ اس میں جو کچھ ہے وہ اسی حد تک ہے جو ان چار مذکورہ باتوں کی تحت میں آتا ہے ۔ اس سے زائد ایسا ایک حرف بھی نہیں ہے جو مطاعن کی تحت میں آئے ۔

اسی طرح کتاب کے خاندانی روش سے مختلف ہونے کے الزام میں الروض الازھر کی جتنی عبارتیں نقل کی ہیں وہ سب احسن الانتخاب کی موافقت کرتی ہیں نہ کہ سید صاحب کے اعتراض کی ۔ اسی سلسلہ میں بڑا غلو غنیۃ الطالبین کے بارہ میں ہے اُس کی بابت بھی سید صاحب کے الفاظ کا تفصیلی جواب میں مستقبل قریب میں انشاء اللہ العزیز ناظرین سے عرض کرونگا یہاں صرف اس قدر عرض کرنا کافی ہے کہ سید صاحب نہ حضرت وارث الانبیاء مدظلہ کے الفاظ کا مطلب سمجھے ہیں نہ حضرات خمسہ یعنی حضرت شاہ محمد کاظم قلندر و حضرت شاہ تراب علی قلندر و حضرت شاہ تقی علی قلندر و حضرت شاہ علی اکبر قلندر و حضرت شاہ علی انور قلندر قدس سرہم کی منقولہ عبارتوں کا ۔ اور اگر سمجھے ہوں تو بالقصد تجاہل عارفانہ کیا ہے ۔ (اس کی تفصیل بھی انشاء اللہ آئندہ پیش کرونگا) مگر اس تقدیر پر کہ اگر تنزلاً غنیۃ الطالبین کا حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہونا صحیح مان لیا جائے تب بھی تو مریدین سلسلہ قادریہ کو مسائل مختلف فیہا میں اُس سے باہر رائے قائم کرنے کا اس قدر حق حاصل ہے جتنا کہ حنفی المذہب کو حنبلی المذہب سے اختلاف کا حق حاصل ہے ۔ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ مسلم طور پر حنبلی تھے لیکن طریقۃً سب مریدین مجبور نہیں ہیں کہ حنفی نہ رہیں اور حنبلی ہو جائیں چنانچہ ہم سب بھی حنفی ہیں اور سید صاحب بھی ۔ غنیۃ الطالبین کے متعدد صفحات مذہب حنفی کے تخطیہ سے لبریز ہیں لیکن جتنے حنفی قادری ہیں کوئی اُن تخطیوں پر عمل نہیں کرتا ۔ اسی طرح بعض دیگر جزئیات مسائل مختلف فیہا میں اگر کسی جہت میں کچھ فرق ہو گیا تو کیا مضائقہ ہے ۔ ظاہر ہے کہ حنبلی اور حنفی میں تھوڑا اختلاف

نہیں ہے بلکہ وضو اور نماز تک کے جزئیات مسائل میں اختلافات ہیں جن کے برابر دین
کے اور کوئی ارکان نہیں۔ میں کثیر میں سے یہاں پر صرف ایک مثال بطور نمونہ اس
کتاب سے پیش کر کے یہ ثابت کئے دیتا ہوں کہ حنبلیت کے اختلافات کے علاوہ
بھی جہاں اس کتاب میں لکھے ہوئے بہت سے اوراد وظائف ہمارے حضرات
مرشدین کے عمل میں رہے ہیں وہاں بعض عقائد و اعمال میں نہ صرف ہمارے حضرات
مرشدین کا عمل مختلف رہا ہے بلکہ سید صاحب کے حضرات مرشدین کا عمل تو بظاہر
اُس کے بالکل برعکس رہا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ غنیۃ الطالبین صفحہ ۳۶۷ تا ۳۸۶ جس میں
پہلی مجلس میں روز عاشوراء کے فضائل کا ذکر ہے جو بر بناء احادیث و عمل آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام ہیں۔ بعدہٗ دوسری مجلس میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ
روز عاشوراء کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اُس روز حضرت امام حسین علیہ السلام
شہید ہوئے اور مراتب اعلیٰ کو پہونچے۔ اسی ضمن میں یہ لکھا ہے کہ بعض لوگ اُس روز
کو روز مصیبت قرار دیتے ہیں اور روزہ رکھنے سے منع کرتے ہیں پھر اس رائے کا تخطیہ
کیا ہے اور باوجود یہ لکھنے کے کہ حضرت جبرئیل آنحضرتؐ کے پاس کربلا کی
خاک لائے اور آنحضرتؐ نے رقت فرمائی (جس کا ذکر آگے آئیگا) یہ فیصلہ کیا ہے
کہ باینہمہ اس روز کو بجائے روز مصیبت قرار دینے کے بلحاظ فضائل مذکورۂ مجلس
سابق کے روز مسرت شمار کرنا اولیٰ ہے۔ چنانچہ آخری الفاظ یہ ہیں۔ وکذلک

یوم عاشوراء لا تتخذ یوم مصیبۃ و لان یوم عاشوراء ان تتخذ یوم مصیبۃ لیس باولی
ان تتخذ یوم فرح و سرور۔ یعنی اسی طرح عاشورہ کا دن ہے کہ جو روز ماتم نہیں مانا جاتا ہے
اور اس لئے کہ روز عاشوراء کو روز ماتم ماننا اس سے بہتر نہیں کہ روز شادی
و خوشی مانا جائے۔ حضرت مرشدی شاہ علی انور قلندر قدس سرہ نے صفحہ ۵
شہادت نامہ میں روایت نقل فرمائی ہے کہ "جناب امیر علیہ السلام جب غزوۂ

صفین میں تشریف لئے جاتے تھے تو ایک جگہ پر پہونچے جو فرات پر واقع ہے اُسکو نینوی کہتے ہیں۔ آپ نے اُس موضع کا نام پوچھا لوگوں نے کہا کہ اس کا نام کربلا ہے

آپ رونے لگے اور فرمایا میں نے حضرت کو ایکبار روتے دیکھا تو پوچھا تھا یا رسول اللہ آپ کیوں روتے ہیں فرمایا کہ ابھی جبرئیل نے مجھکو خبر دی کہ میرا بیٹا فرات کے اُس طرف کے کنارہ پر جس کو کربلا کہتے ہیں مارا جائیگا اور اُس جگہ کی خاک بھی مجھے سونگھائی اس سبب سے میں روتا ہوں"۔ چند سطروں کے بعد پھر تحریر فرماتے ہیں "مسلمانو۔ ہمیشہ ان مصائب دردناک اور واقعات ہولناک کا مذکور ہونا اور اُمتیان محمدی بلکہ تمام جن و انس اور مسلمان اور کافر اور مرد اور عورت اور لڑکوں اور بوڑھوں کا متاثر ہونا اسکو پرتوہ رنج و غم روح پر فتوح حضرت محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا سمجھنا چاہئے۔ پھر صفحہ ۴۰ میں بدعات شنیعہ مروجہ کی ممانعت تحریر فرمانے کے بعد صفحہ ۴۱ میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی تحریر نقل فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مرثیہ ممنوع ہے اور مرثیہ سے مُراد واہی تباہی باتیں ہیں اور اگر احوال واقعی ہوں تو اس قسم کے مرثیے اور کتاب کے سننے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے نیز یہ کہ حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کا اس پر عمل تھا کہ عاشورہ کے دن بڑے مجمع کے ساتھ مجلس ذکر شہادت حسنینؑ منعقد کرتے تھے اور اُس میں مرثیہ مشروع کیساتھ گریہ و بکا بھی ہوتا تھا۔ اس کے بعد بقیہ صفحہ ۴۱ اور پورا صفحہ ۴۲۔ اسی امر کے جواز کے ثبوت میں صرف فرمایا ہے۔ ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ غنیۃ الطالبین کی عبارت اور ان سب روایات میں کچھ فرق ہے یا نہیں۔ نیز ہمارے حضرات مرشدین کے معمولات جہاں تک سننے میں آئے ہیں۔ عاشوراء کے روز صاحب سجادہ حضرات خانقاہ شریف کے اندر تمام دن مصروف صوم و اوراد خاندانی رہتے تھے اور غنیۃ الطالبین کے دیگر مفصلہ ارکان بجز اتنے جزئیے کے ادا کرتے تھے کہ اس کو یوم مصیبت قرار دینے کے

بجائے یوم مسرت قرار دینا ادلے ہے۔ اور حزن طبعی جو عامہ مومنین کو اُس روز ہوتا ہے ہمارے حضرات کو بھی تمام دن رہتا تھا۔ سید صاحب کے مرشدین کرام کے معمولات اس سے بھی بہت بڑھے چڑھے رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا حافظ شاہ محمد علی عرف محرم علی صاحب قدس سرہ کے وقت سے اسوقت تک خود ان کی خانقاہ شریف میں عشرۂ محرم میں تعزیہ داری پورے جلوس اور معمولات عزا کیساتھ ہوتی ہے کہا جاتا ہے کہ جناب موصوف کو کسی تعزیہ کے ساتھ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی زیارت ہوئی تھی تبھی سے جناب موصوف نے اس معمول کو اختیار کر لیا تھا باوجود نہایت درجہ متبع سنت اور تارک بدعات ہونے کے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ باوضو ہو کر تعزیہ اپنے دست مبارک سے بناتے تھے۔ یہ بسواں۔ خیرآباد اور محمود آباد میں مشہور ہے۔ میں اس کی لفظ بلفظ صحت کا ذمہ دار نہیں لیکن ع تا نباشد چیزکے مردم نگویند چیزہا۔ اور مناقب حافظیہ صفحہ ۱۴۲ میں کئی مختلف روایتیں لکھکر یہ ذکر کیا گیا ہے کہ "اس امر میں شبہ نہیں کہ جب شیخ الاسلام ماہ محرم میں کھیری میں تشریف رکھتے تھے تو تعزیہ میں شریک ہوتے تھے جو حضرت حمیدا میاں صاحب (قدس سرہ) کی درگاہ میں رکھا جاتا ہے۔ اور نیز فرماتے تھے کہ اگر یہ کام کرنے ہو تو ادب سے کرو پس ان سب روایات سے ثابت ہوا کہ عوام کو ان امور سے منع کرنا چاہئے اور اگر خاصان خدا میں سے کوئی ایسا کرے تو معترض نہونا چاہئے الخ"۔ اسی طرح کی روایت حضرت مولانا محمد مستعان قدس سرہ استاذِ حضرت مقتدائے جہان شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ کے متعلق بھی سنی ہے یعنی تعزیہ کے ہمراہ حضرات امامین اور شہداء کربلا علیہم السلام کو مشاہدہ کرنا۔ علیٰ ہذا القیاس غنیۃ الطالبین صفحہ ۵۶ و ۵۷ میں اس طرح کے سماع غنا کے بارہ میں جیسا کہ ہمارے اور سید صاحب کے مشائخ کا معمول یہ رہا ہے مذمت و ممانعت موجود ہے

اگرچہ اُس کا ذکر تقریبِ ولیمہ کے سلسلہ میں ہے لیکن مزامیر و غنا کی ممانعت علی الاطلاق ہے۔ بہر حال ان دونوں امور یعنی حزن و ماتم روزِ عاشورہ اور سماعِ غناء کے بارہ میں سے زیادہ سید صاحب کے حضرات مرشدین کا عمل غنیۃ الطالبین کے خلاف موجود ہے۔ چاہے اُن حضرات نے اِسے غنیۃ الطالبین کا الحاقی حصہ سمجھا ہو چاہے اپنی چشتی نسبت کے تقاضا سے جائز رکھا ہو۔ غرضکہ سبب کچھ بھی ہو مختصر یہ کہ ہمارے حضرات اور نیز سید صاحب کے مرشدین کا عمل غنیۃ الطالبین سے اس قدر مختلف اور متجاوز تو صراحتہً سنا اور دیکھا گیا ہے جتنا کہ بیان ہوا۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر کسی تیسری بات میں بھی کسی قدر فرق اُس کتاب سے پایا جائے تو اتنا قابلِ اعتراض کیوں ہوگا۔ خصوصاً خطاء کے اجتہادی یا منکر ہونے کے مبحث میں۔ علاوہ بریں اُن عبارات کا بھی جو مفہوم ہے میں نے احسن الانتخاب کو اُس سے مختلف نہیں پایا۔ جیسا کہ انشاء اللہ بوارق کے جواب میں عرض کرونگا۔

سب سے زیادہ غلو آیہ شریفہ وَكُلًّا وَعَدَ اللهُ الْحُسْنٰى کے سلسلہ میں کیا گیا ہے اسکے متعلق بھی اختصاراً یہی عرض کروں گا کہ احسن الانتخاب اس آیہ شریفہ سے ہرگز مختلف نہیں ہے کیونکہ اس میں حضرت امیر معاویہؓ کی حسنِ خاتمت اور فیصلہ عاقبت کے بارہ میں کچھ نہیں لکھا گیا ہے اور یہی سبب ہے کہ حضرت وارث الانبیاء مدظلہ نے سید صاحب کے پہلے اور دوسرے خط کے جواب میں اس آیت کے اس جزء کی طرف اعتنا نہیں فرمائی۔ سید صاحب سے ہرگز یہ توقع نہ تھی کہ باوجودیکہ احسن الانتخاب میں ان حضرات کے سوال عاقبت پر کوئی بحث نہیں کی گئی ہے پھر بھی سید صاحب اس آیت کے اُس جزو سے استدلال کریں گے جس کا تعلق ان کی عاقبت سے ہے یہی سمجھا گیا کہ سید صاحب بھی بعض نیک نیت مصنفین کی طرح ترتیبِ فضائل صحابیت سے مختلف الرائے ہیں۔ چنانچہ ویسا ہی انکو جواب دیا گیا۔ یعنی یہ کہ

آیۂ شریفہ کا پہلا جزء ان صحابہ سے متعلق ہے جو قبل فتح مکہ مسلمان ہوئے۔ کیونکہ امیر معاویہؓ کی جلالت قدر کے متعلق جو بحث ہے وہ صرف ان سے فاضل تر صحابہ کے مقابلہ میں ہے نہ کہ غیر صحابی کے مقابلہ میں۔ اگر وہ کلاّ وعد اللہ الحسنیٰ کے مفہوم میں امیر معاویہؓ وغیرہم کے شامل ہونے سے انکار کرنا چاہتے تو اس کے لئے بھی نصائح کافیہ میں (جس کے مصنف علمائے اہلسنت سے تھے) کافی دلائل موجود ہیں انہیں نقل کرتے مگر انھوں نے وہ نقل نہیں کئے کیونکہ وہ مطمح نظر ہی انکا نہ تھا نہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ سید صاحب نے احسن الانتخاب کا وہ مطمح نظر فرض کرلیا ہے۔ اس کی تفصیل کو بھی میں آئندہ کے لئے اٹھائے رکھتا ہوں۔ اصل مبحث جو ہے (یعنی خطاء اجتہادی اور منکرم) اس کے بارہ میں مکرر سہ کرر اس قدر لکھ چکا ہوں کہ اب جو کچھ اور لکھوں اسکا شمار مزید تکرار اور رسالہ ہذا کا حجم بڑھانے کے سوا اور کسی مد میں نہو گا اور اس سے سید صاحب کو خود ہی انکار نہیں۔ صرف جزئیات کی لفظی گرفت وغیرہ ہے اس کی تفصیل کا وہی محل ہو گا۔

دیباچہ کے اخیر میں سید صاحب نے اہمیت دیکر تحریر فرمایا ہے کہ "میرے مخاطب صحیح شاہ حبیب حیدر صاحب ہیں وہ میرے جواب میں جو کچھ رطب دیابس تحریر کریں گے اس کا جواب دیا جائیگا لیکن حواریین میں سے اگر کسی صاحب نے بہتان وحنیں اور قال اقول کیا تو اس پر کوئی التفات نہ کیا جائیگا نہ انھیں قابل جواب سمجھا جائیگا"۔ یہ ارشاد اس وقت تک نہایت معقول تھا جس وقت تک یہ خطوط طبع نہیں کئے گئے تھے لیکن طباعت کے بعد نہ صرف حضرت وارث الانبیاء مدظلہ کے حواریین بلکہ ہر غیر شخص کو بھی حق حاصل ہے کہ وہ اپنی رائے جو چاہے ظاہر کرے۔ چنانچہ اسی حق سے میں استفادہ کرتا ہوں اور ساتھ ہی ظاہر کئے دیتا ہوں کہ میرے مخاطب جناب سید صاحب نہیں ہیں بلکہ میرے برادران طریقت ہیں۔ میں نہ سید صاحب سے جواب کا

طالب ہوں نہ ان کے جواب سے خائف ہوں۔ البتہ اس قدر تمنا ضرور ہے کہ اگر کوئی صاحب اس کا جواب تحریر فرمائیں تو وہ مخاطب مجھ سے کریں نہ کہ صاحب احسن الانتخاب یا حضرت وارث الانبیاء مدظلہ العالی سے بیش ازیں نیست کہ اگر میری کم علمی مانع ہوتی ہو تو مجھ سے مخاطب ایسے الفاظ میں کیا جائے جیسے کہ کسی جاہل سے خطاب کیا جاتا ہے۔ اس تنقیدی یادداشت کے آخر میں میں سید صاحب کے چند دلخراش حملوں کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جن کی مختصر تشریح درج ذیل ہے۔

(۱) اس کتاب کا نام بوارق العذاب لاعداء الاصحاب رکھا گیا اور سرلوح پہ حدیث لکھی گئی کہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا رایتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ علی شرکم۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ سید صاحب نے ہمارے حضرات کو نہ صرف سب اصحاب کے مرتکب بلکہ اعداء اصحاب قرار دیا ہے باوجودیکہ کوئی مثال سب اور عداوت کی نہ حضرت وارث الانبیاء مدظلہ کے خطوط منقولہ میں بتائی ہے۔ نہ احسن الانتخاب سے نقل کی ہے کیا کسی اہلسنت والجماعۃ حنفی کے لئے یہ الفاظ داخل اہانت نہیں ہیں؟

(۲) اس رسالہ کے تیسرے حصہ کا نام دافع اشرار فتوی رکھا ہے اور قبل اس رسالہ کو شایع کرنے کے کہ جس کے مضامین کسی بات کو خدا جانے شرارت کی تعریف میں لابھی سکتے ہوں یا نہوں پیشتر ہی سے اس کے نام کی اشاعت کے ساتھ یہ ظاہر فرمایا ہے کہ اسمیں ہمارے حضرات کا "مخالف عقائد جمہور اہلسنت و اشیل طریقت و آباء و اجداد ہونا ثابت کیا جائیگا۔ کیا قبل ثبوت پیش کرنے کے اشرار کا لفظ استعمال کرنا خلاف شان اسلامی اور قانون مروجہ کی رو سے داخل اہانت نہیں ہے؟

(۳) صفحہ ۸۹ سطر ۱۹ الغایۃ ۲۱ پر بجواب اس فقرہ کے کہ "مصنف احسن الانتخاب نے کیوں مذموم الفاظ لکھے ہیں جن کو آپ مکرر سہ کرر لکھتے ہیں اور کبھی بخط نسخ اور کبھی بخط نستعلیق اور کبھی جلی قلم سے۔ اور مجادلہ اور عناد سے براءت کا بھی اظہار ہے" سید صاحب

لکھتے ہیں "الوان و خطوط ممنوعہ محض اس وجہ سے تھے کہ پہلے خط پر کافی توجہ نہ ہوئی تھی اور اصل مبحوث عنہ کے جواب بھیجے ہی نہیں - لہذا رنگون سے ہی توجہ دلائی تھی - اگر یہ امر باعث وحشت ہوا تو سوا سیاہ اور کوئی رنگ نہ ہوگا" لفظ سیاہ پر اسی طرح خط بھی دیا ہوا ہے جس طرح کہ یہاں پر دے دیا گیا - ظاہر ہے کہ سوال میں رنگ کا کہیں ذکر بھی نہیں لیکن جواب میں رنگ کا ذکر محض لفظ سیاہ کو ذومعنیین استعمال کرنے کے لئے لایا گیا - کیا یہ صریح اہانت اور تقلید روافض و خوارج نہیں ہے؟ -

(۴) مناظرہ کے لئے جو نوٹس پہلے اخبارات میں شایع کیا اور اب اُس کی نقل کتاب میں شایع کی ہے اُس کے اخیر میں یہ آیۂ شریفہ لکھی ہے هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ - قرآن شریف میں یہ آیۂ شریفہ کفار سے تخاطب کر کے ارشاد ہوئی ہے - اس کے معنی یہ ہوئے کہ سید صاحب ہمارے حضرات کو معاذ اللہ منہا اُن الفاظ سے مخاطب کرنا ضروری سمجھتے ہیں جن الفاظ سے خداوند عالم نے کفار کو مخاطب کیا ہے - حالانکہ کوئی مثال کفر کی اس کتاب میں ظاہر نہیں کی گئی ہے - کیا یہ مخاطب کی اہانت نہیں ہے؟ -

یہ چاروں باتیں اگرچہ دائرہ خلاف ورزی قانون مروجہ کے اندر آتی ہیں - لیکن اپنے حضرات کے حلم سے مجبور ہو کر ہم حکومت وقت کے قانون سے استفادہ کرنے کے بجائے اپنے دل و جگر کے وہ زخم جو ان الفاظ نے پیدا کئے اور بڑھائے ہیں اور اُس کے بعد نمک چھڑکے ہیں خدا و رسول کے دربار میں احتجاج و فریاد کے ساتھ پیش کرتے ہیں -

اگر سید صاحب بقول خود فاطمی سادات سے ہیں تو ہمارے حضرات بھی علاوہ علوی النسب ہونے کے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے نواسوں میں ہیں اور اس طرح پر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے نواسوں میں ہیں اور خود راقم الحروف کو بھی الحمدللہ یہی نسبت حاصل ہے - ہم کو سید صاحب سے کسی مفاضلت یا مساوات نسبی کا دعویٰ نہیں

لیکن جب رشتہ کے ماموں اور بھانجوں میں منافشہ ہوتا ہے تو لازم نہیں کہ ہمیشہ ماموں ہی حق پر ہوں۔ کبھی بھانجے بھی حق پر ہو سکتے ہیں۔ اور الحمد للہ کہ اس معاملہ میں بھانجے مظلوم ہیں۔ امید یہی ہے کہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا بھی اس معاملہ میں اپنے انھیں نواسوں کی طرفداری فرمائیں گی جو مظلوم ہیں نہ اُن پوتے صاحب کی۔ جو خواہ مخواہ کے اتہامات اپنے بھانجوں کے سر تھوپ رہے ہیں اور ان کو ایسے الفاظ سے مخاطب کر رہے ہیں جنسے خدا نے کفار کو مخاطب کیا ہے۔

اس کے بعد جناب سید صاحب سے کوئی پوچھے کہ یہ ترفیض اور تکفیر اور اہانت بیجا آپ نے روافض و خوارج سے سیکھی ہے یا اہل سنت والجماعۃ سے؟

ہاں بوارق کے صفحہ ۱ میں بسلسلہ رفع الحجاب کے تذکرہ کے سید صاحب لکھتے ہیں کہ "مولوی وصی علی صاحب کی گفتگو سے واضح ہو گیا تھا کہ جواب فصل الخطاب تکیہ کی چار دیواری کے اندر مرتب ہو رہا ہے۔ اور وہیں سے فتوؤں کی مانگ ہے"۔ نیز صفحہ ۳ سطر ۱ میں ہے۔ "حالانکہ مسموع ہوا کہ کارڈ کی نقل باوجود عدم وصولی مولانا وصی علی صاحب کو تا دم آگئی یہ کس قدر دیانت ہے" ان دونوں امور کے متعلق جناب مولوی وصی علیصاحب راقم الحروف کو ایک تازہ صحیفہ میں اطلاع دیتے ہیں کہ "میں نے ہرگز کسی گفتگو میں یہ نہیں کہا کہ تکیہ کی چار دیواری میں استفتا مرتب ہوا یا جواب لکھا جا رہا ہے یہ تہمت ہے اور غلط بیانی بھی ہے۔ نیز صفحہ ۱۳ سطر ۷ پر غلط تحریر ہے کہ کارڈ کی نقل میرے پاس آئی"۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

سید صاحب نے پروپیگنڈا کمپنی کاکوری کی تائید میں صفحہ ۹۲ پر حضرت وارث الانبیا مدظلہ کا آخری صحیفہ نقل کیا ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ "کتاب احسن الانتخاب کی تردید یہاں ایک صاحب نے لکھی ہے اور اُس کو طبع بھی کرا دیا ہے۔ نیز اس کی اشاعت میں ان کو خاص اہتمام ہے۔ عجب نہیں کہ وہ رسالہ بھی آپ کے ملاحظہ سے گذرا ہوگا۔

اس کا جواب تحریر کیا جائیگا وہ بعد طبع آپ کی خدمت میں ارسال کردیا جائیگا" صفحہ ۱۵ و ۱۶ بوارق پر اس صحیفہ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "وسط شوال میں سُنا گیا کہ فصل الخطاب کا جواب تکیہ سے شایع ہوگیا۔ چونکہ (حضرت وارث الانبیاء) شاہ حبیب حیدر صاحب (مدظلہ) نے اپنے خط مورخہ ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۵۲ھ میں اس جواب کا ذکر کرکے مشتاق بنادیا تھا ساتھ ہی یہ بھی وعدہ تھا کہ وہ بعد طبع آپ کی خدمت میں ارسال کیا جائیگا...... وعدہ تو آج تک ایفا نہوا" اس کے بعد رفع الحجاب کا ذکر کرکے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہی وہ موعودہ کتاب ہے اور یہ ایوب احمد صاحب کی تالیف نہیں بلکہ خود حضرات ثلثہ میں سے کسی صاحب کی ہے اور اسی سلسلہ میں آگے چل کر مولوی وصی علیصاحب مدظلہ کے بیان کے حوالہ سے یہ الفاظ لکھے ہیں کہ "جواب فصل الخطاب تکیہ کی چاردیواری کے اندر مرتب ہورہا ہے اور وہیں سے فتووں کی مانگ ہے"۔

جہاں تک رفع الحجاب کا تعلق ہے اور جو رفع الحجاب کے بارہ میں میری رائے ہے میں پہلے عرض کرچکا ہوں۔ رفع الحجاب بے شک اپنی جگہ پر فصل الخطاب کا بہترین جواب ہے لیکن اُس کے متعلق یہ رائے قائم کرنا کہ ایوب احمد صاحب سلمہ سے اسے کوئی تعلق نہیں اور اس کی ذمہ داری تمام تر حضرات مدظلہم کے سر ہے بالکل خلاف واقع ہے۔ اور میں امر واقع سے واقف ہونے کی وجہ سے لکھتا ہوں اور صاف شہادت دیتا ہوں کہ جو صاحب اپنی یہ رائے کسی قیاس کی بنا پر رکھتے ہیں وہ قیاس غلط ہے اور جو صاحب کسی کا بیان نقل کرتے ہیں وہ بیان افتراء ہے۔

چنانچہ جناب مولوی وصی علیصاحب کے حوالے سے جو کچھ سید صاحب نے لکھا اس کا افتراء ہونا جناب موصوف کی تحریر سے ثابت کیا جاچکا۔ اب سید صاحب کے قیاس کی غلطی اس سے ثابت ہے کہ خود سید صاحب حضرت وارث الانبیاء مدظلہ کا وعدہ نقل کرتے ہیں کہ کتاب آپ کو بھیجی جائیگی پھر خود ہی رفع الحجاب کو وہ موعودہ کتاب

قرار دیتے ہیں اور اس کے نہ بھیجنے پر عدم ایفاء وعدہ کا الزام لگاتے ہیں۔ سید صاحب
تو خود "مخالفت لمرضاۃ اللہ" کے مدعی ہیں ان سے اس دھاندلی کی کیا شکایت کیجائے
لیکن اگر کوئی صاحب حسن ظن ہوتا تو اُس سے کہنے کی بھی ضرورت نہ پڑتی اور وہ خود ہی
یقین کر لیتا کہ بعد وعدہ مذکورہ کے رفع الحجاب کا نہ بھیجنا اسی کی دلیل ہے کہ یہ وہ موعودہ
کتاب نہیں ہے اور اگر ہو بھی۔ تو حضرت وارث الانبیاء مدظلہ نے موجودہ صورت
میں سائل کے خطوط کے لئے اسے جواب شافی نہیں تصور فرمایا علاوہ بریں "جواب
تحریر کیا جائیگا" کے معنی یہ قرار دے لینا کہ حضرات ثلثہ میں سے ہی کوئی صاحب اس کا
جواب تحریر فرمائیں گے یا اگر کوئی چوتھا شخص لکھے گا تو بھی اُس کے لفظ لفظ کے
ذمہ دار حضرات ثلثہ ہی ہوں گے۔ جیسی کچھ استدلال کی پختگی رکھتا ہے صاف ظاہر اور
ے پای استدلالیاں چوبیں بود کی۔ صریحی مثال ہے۔ اسی طرح تکیہ شریفہ کی چاردیواری
میں لکھی جانے کی خبر اگر صحیح بھی ہوتی تب بھی وہ حضرات ثلثہ کو ذمہ دار نہیں کرتی تھی۔
جبکہ تکیہ شریفہ کی چاردیواری کے اندر اور اشخاص بھی قیام پذیر رہتے ہیں۔ مثلاً العقائد الاکابر
بھی تکیہ شریفہ ہی کی چاردیواری میں تیار ہوئی ہے اور اُس کے ماخذ بھی کتب خانہ تکیہ شریفہ
ہی سے حاصل کئے گئے ہیں کیا العقائد الاکابر بھی حضرات ثلثہ میں سے ہی کسی ہستی
کی تصنیف ہے؟۔

بے شک رفع الحجاب میں اور نیز اوراق ہذا میں بعض مقامات پر احسن الانتخاب
کے معیار سے بھی تجاوز کیا گیا ہے لیکن اُس کی جواب دہی علی الترتیب ایوب احمد صاحب
اور راقم الحروف کے سر ہے نہ کہ احسن الانتخاب صاحب کے ذمہ۔ جاننے والے جانتے ہیں
کہ رفع الحجاب کے مسودات ایوب احمد صاحب کے قلم کے لکھے ہوئے اور مبیضات
ان کے نظر ثانی کئے ہوئے موجود ہیں اور اس کے مضامین میں سے جس مضمون پر
جو شخص ان سے بحث کرے وہ بعد بحث کے یقین کر سکتا ہے کہ انھیں اس مضمون

پر ویسا ہی پورا پورا مجبور ہے جیسا کہ ایک مولف کو اپنی تالیف پر ہوتا ہے۔

اس سے زیادہ میں اس مضمون لایعنی پر کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتا اور اتنا بھی اس لئے لکھا کہ معترضین اس لئے قائم کرنے سے دو گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ایک تو حضرات ثلثہ پر افتراء۔ دوسرے عزیزی ایوب احمد صاحب سلمہ کی حق تلفی۔ کیونکہ جو باتیں رفع الحجاب اور اوراق ہذا میں احسن الانتخاب کے معیار سے متجاوز ہیں انکا صاحب احسن الانتخاب مدظلہ یا حضرات ثلثہ دامت فیوضہم و برکاتہم کی جانب منسوب کرنا ان پر افتراء ہے اور جو باتیں رفع الحجاب کی خاص خوبی اور عزیزی ایوب احمد صاحب کی ذاتی محنت اور جانفشانی و عرقریزی کا نتیجہ ہیں ان کو حضرات ثلثہ دامت فیوضہم کی طرف منسوب کرنے میں ان کی اعلاء شان میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا اور عزیزی ایوب احمد صاحب کی حق تلفی ہوتی ہے۔

والذین یوذون المومنین والمومنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتانا و اثما مبینا (آیہ اخیرہ رکوع ۷ سورۃ احزاب)

اور جو لوگ تہمت لگاتے ہیں مسلمان مردوں کو اور مسلمان عورتوں کو بن کئے کام کے تو اٹھایا انھوں نے بوجھ جھوٹ کا اور صریح گناہ کا (ترجمہ مولانا عبدالقادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

لیکن جو لوگ اپنی "مخالفت لمرضاۃ اللہ" کے جوش میں ان دونوں باتوں کو داخل صواب اور باعث ثواب سمجھتے ہیں یا دیدہ و دانستہ قرار دیتے ہیں وہ بھی اپنی حالت سے مجبور ہیں۔ اور کسی کی کیا مجال کہ ان سے کچھ عرض کر سکے۔

۳۔ انکشافات ستم

ابھی یہ رسالہ مختصر زیر کتابت ہی تھا کہ بوارق کا حصہ دوم موسوم بانکشافات ستم بھی یکم ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ کو خیرآباد سے بقیمت ۸ر مل گیا۔ اس حصہ کو سید صاحب نے تین اجزاء پر تقسیم کیا ہے پہلے جزو میں روض الازہر کے (خالکم بدہن) مثالب ہیں۔ دوسرے جزو میں نفحات العنبریہ و کشف الآثار کے تیسرے جزو میں احسن الانتخاب اور رفع الحجاب کے۔

یہ رسالہ واقعی اس معنی میں اسم با مسمی ہے کہ اس سے ان مظالم ناروا کا انکشاف ہوتا ہے جن کو اتہامات کی شکل میں مخالفین نے ہمارے حضرات پر روا رکھا بلکہ ضروری سمجھ لیا ہے۔ پہلے جز میں روض الازھر کو قول المستحسن سے موازنہ کرکے یہ ثابت کرنے کی لایعنی کوشش کی گئی ہے کہ روض الازھر میں قول المستحسن سے عبارتوں کا (خاکم بدہن) سرقہ کیا گیا ہے اور بعض دیگر کتابوں سے جن کا حوالہ موجود ہے اخذ کرنے میں تحریف کی گئی ہے اور اسی کیساتھ صاحب روض الازھر قدس سرہ سے گویا کہ حسن ظن رکھتے ہوئے لکھا ہے "کہ اگر ان ذرا سی بھی غلطی یا قطع و برید کتاب میں موجود ہو تو اس کے ذمہ دار مطلقاً (حضرت وارث الانبیاء) شاہ حبیب حیدر صاحب (مدظلہ العالی) ہیں نہ کوئی دوسرا کیونکہ ۱۶ صفحات کا صحت نامہ شامل ہونے سے کاپی نویس کی غلطی و سہو کا عذر لنگ مدفوع ہو گیا" (صفحہ ۹) اعتراض کی سقامت استدلال سے واضح ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے "ممکن ہے کہ شاہ حبیب حیدر صاحب (مدظلہ العالی) کے کوئی معتقد یا حسن ظن رکھنے والے شفقت حب و زور عقیدت میں یہ فرما دیں کہ ان عبارتوں کو اصل مصنف صاحب نے اسی طرح تحریر فرمایا تھا لہذا شاہ حبیب حیدر صاحب نے دیانتہً ویسی ہی قائم رکھیں ایسا کہہ دینا بڑی جرأت دلیری ہوگی کہ اس کا اثر اعلی پر جاتا ہے۔ علاوہ ازیں مسودات عموماً ناقص وغیر مکمل ہوا کرتے ہیں اور بوقت نظر ثانی حوالہ جات وغیرہ کی تکمیل کیجایا کرتی ہے اسی واسطے (حضرت خداوند نعمت) حافظ (شاہ محمد) علی انور صاحب علیہ الرحمتہ نے (حضرت وارث الانبیاء) شاہ حبیب حیدر صاحب سے ارشاد فرمایا تھا کہ اگر کبھی تمہارا قصد ہماری تصنیفات سے کسی تصنیف کے چھپوانے کا ہو تو اسے بغیر اصل ماخذات سے ملائے ہوئے چھپنے کو نہ دینا چاہئیے" (صفحہ ۲۱)۔

پہلی عبارت ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں کہ کس قدر دھاندلی پر مبنی ہے۔ یعنی ۱۶ صفحہ کا

صحت نامہ لگانے کے بعد سہو کا امکان سید صاحب کے نزدیک مدفوع ہے
حالانکہ خدا و خلق کے نزدیک انسان سے سہو باقی رہنے کا امکان کسی حالت میں
مدفوع نہیں ہو سکتا۔ ۱۶۔ صفحات کا صحت نامہ اس کی دلیل ضرور ہے کہ اہتمام صحت
بہت کیا گیا ہے لیکن اس کی دلیل ہرگز نہیں کہ مصحح اس کا مدعی ہے کہ اب کوئی غلطی
باقی نہیں رہی۔ وہ غلطی خواہ کاتب کے قلم سے ہوئی ہو خواہ مصحح کی فروگذاشت سے
(اور فروگذاشت اتفاقی چیز ہے اختیاری نہیں) اور خواہ ماخذ سے نقل در نقل ہوتی ہوئی
چلی آئی ہو۔ دوسری عبارت کے جواب میں میں تو اس الزام کو حضرت وارث الانبیاء
مدظلہ کے سر سے دفع کرتے ہوئے حضرت مقتدائے جہاں شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ
کی طرف منسوب کرنے کو بے شک تیار نہیں نہ مجاز ہوں اور اس کو دونوں حضرات کے
روحانی ارتباط پر نظر کرتے ہوئے جیسے کا تیسا ہی رہنے دیتا ہوں لیکن سید صاحب
کو اگر فی الاصل حضرت مقتدائی جہاں قدس سرہ سے ایسا ہی حسن ظن ہے جیسا
کہ وہ ظاہر کرتے ہیں تو سمجھنا چاہئے تھا کہ العلم عند اللہ۔ دو حال سے خالی نہیں۔
جو الزام دے رہے ہیں یا تو وہ صحیح ہے یا غلط۔ اگر غلط ہے تو وہ نہ صرف حضرت
وارث الانبیاء مدظلہ کو متہم کر کے خاطی ہونگے۔ بلکہ اس اتہام کا اثر حضرت مقتدائی
جہاں قدس سرہ تک پہونچیگا اور اگر وہ الزام صحیح ہو تب بھی ان دو حال سے
خالی نہیں۔ پھر اگر سید صاحب حضرت مقتدائے جہاں قدس سرہ پر
غلط اور صحیح دونوں قسم کے الزام سے احتراز کرتے ہیں تو ایسی بات ہی اُنھوں نے
کیوں لکھی جس کا اثر اُن تک پہونچ سکتا ہو اور اگر احتراز نہیں کرتے ہیں تو سید
صاحب کا اُن سے حسن ظن کا دعویٰ غلط ہے۔ لامحالہ میں تو یہی کہتا ہوں اور یہی
کہوں گا کہ سید صاحب نے فی المعنی یہ اتہامات حضرت مقتدائے جہاں قدس
سرہ کی ذات والا صفات پر لگائے ہیں اور جناب موصوف ہی کی ذات پر ملامت

کا ہر تیر حضرت وارث الانبیاء مدظلہ کی ذات سے گذر کر منتہی ہوتا ہے اور دونوں حضرات پر محض اتہامات ہی اتہامات ہیں اور ان کے مصداق ہونے سے دونوں کی ذاتہائے اقدس بدرجہا بالاتر ہیں۔

المختصر ان اتہامات کی مدافعت کے لئے میں اپنے برادران طریقت کو پورا پورا اطمینان دلاتا ہوں کہ گو سید صاحب نے ۱۴۱ صفحے اسی مضمون میں رنگے ہیں لیکن کوئی بات ایسی نہیں لکھی ہے جس کا معقول جواب ہمارے پاس موجود نہ ہو۔ اسی طرح جزو ثانی میں جو حضرت مولانا شاہ تقی حیدر صاحب مدظلہ پر اعتراضات ہیں وہ سب بھی بالکل بے اصل ہیں۔ اس وقت چونکہ رسالہ ہذا کی طباعت کی جلدی ہے۔ نیز چونکہ رسالہ ہذا صرف کتاب مستطاب السیرۃ العلویہ کی متعلقہ مباحث سے متعلق ہے لہذا اسے بھی میں دوسرے وقت کے لئے رکھتا ہوں۔ اتنا ضرور عرض کئے دیتا ہوں کہ حضرت مقتدائے جہاں شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ کا دستور تھا کہ انتہائی فرطِ احتیاط کے ماتحت وہ اپنا معمولی سے معمولی مفہوم بھی حتی الامکان اپنے ذاتی الفاظ میں ادا نہیں فرماتے تھے بلکہ جہاں تک ان کو معاصرین یا سابقین علماء میں سے کسی کی تحریر اس مفہوم کی حامل ملتی تھی وہاں تک وہ انہیں کے الفاظ میں اپنا مفہوم ادا فرماتے تھے اور اپنے مفہوم سے اس عبارت میں جو کچھ فرق ہوتا تھا اُتنا اسے مختصر یا بسیط مقدم یا موخر کر لیتے تھے اور صورت اولی میں اس کا حوالہ تحریر فرماتے اور صورت ثانیہ میں نہیں تحریر فرماتے تھے اور اس رائے کی ذمہ داری اپنی ذات پر لیتے تھے۔ اسی قسم کی صورتیں جا بجا روض الازہر میں واقع ہیں جن کی تشریح انشاء اللہ بوارق کے جواب میں بشرط ضرورت کیجائیگی۔ ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ ایسے طرز تالیف کو تحریف یا قطع و برید یا سرقہ سے متہم کرنا کتنی بڑی جسارت اور کسیارات کو دن اور دن کو رات بتانا ہے۔ نیز اتنا اور عرض کروں گا کہ جن عبارتوں کا سید صاحب صفحہ ۲۱ میں ۱۳۱۲ھ

سے قبل منصہ شہود میں نہ آنا یعنی مطبوع نہونا ثابت کرتے ہیں وہ روض الازھر کے صحیفہ قدیمہ میں بجنسہ موجود ہے جو حضرت وارث الانبیاء مدظلہ کی ولادت سے بہت پیشتر بلکہ حضرت مولف قدس سرہ کے وقت کا لکھا ہوا ہے اور جس کے کاتبین ۱۳۲۰ھ یعنی روض الازھر کی تصحیح شروع ہونے سے بہت پیشتر سب کے سب وفات فرما چکے تھے۔ جسے صاحب عقائد الاکابر (جن کی ہمدردی میں سید صاحب نے یہ ساری عرق ریزیاں تصنیف وتالیف کی گوارا فرمائی ہیں) اکثر کتب خانہ قدیمیہ سے منگا کر ملاحظہ فرمایا کرتے ہیں۔ اور مجاہدات الاولیاء کی وہ عبارت بھی جس کا ذکر صفحہ ۵۶ سرمع اس کی نقل کے ہے اور جس کی تنقید صفحہ ۵۷ و ۵۸ پر بڑے زور شور سے کیگئی ہے جناب موصوف ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ حضرت غوث ملت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کے قلم خاص کی تحریر ہے۔ اور جناب موصوف کئی بار "کاشف الاسرار" کے بارہ میں علی رؤس الاشہاد یہ ارشاد کر چکے ہیں کہ اُسے جناب موصوف نے لوگوں کے مغالطہ دینے سے مغالطہ میں آکر تحریر فرمایا تھا۔ ان گواہوں میں نواب حسین نواز جنگ بہادر اس وقت بھی موجود ہیں اور ان سے زیادہ معتمد گواہ جناب موصوف خود ہیں جن سے میں یہ توقع کرنا داخل بے ادبی سمجھتا ہوں کہ انکار کریں گے درانحالیکہ خدا خود اس کا شاہد ہے۔ لہذا سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ سید صاحب نے اس رسالہ کا حجم بڑہانے کے لئے اس مدفون قصہ کو دوبارہ کیوں زندہ کر کے اپنے احیاء موتیٰ پر قادر ہونے اور کرامات الاولیاء حق کے برحق ہونیکا جدید نمونہ پر ثبوت دیا ہے۔ اصل یہ ہے کہ ہم اُنھیں بغیر کسی دلیل کے اس معنی میں مسیحا نفس ماننے کو تیار ہیں۔ اعجاز نمائی اُس کے لئے ضروری ہے جو نہ مانتا ہو۔

تیسرے جزو میں صاحب احسن الانتخاب مدظلہ پر یہی اتہامات ہیں کہ احسن الانتخاب میں ارجح المطالب سے عبارتیں (خاکم بدہن) سرقہ کیگئی ہیں حالانکہ میرے نزدیک تو

جہاں جہاں احسن الانتخاب میں ارجح المطالب سے عبارتیں ماخوذ ہیں اور اس کا حوالہ موجود ہے وہاں وہاں پر بھی اس کا حوالہ لکھنے کی چنداں ضرورت نہ تھی اور محض احتیاطاً حوالہ لکھدیا گیا ہے تو چنداں مضائقہ بھی نہیں کیونکہ فہرست مآخذ میں تو ارجح المطالب کا نام موجود ہی ہے۔ انفرادی طور پر ہر عبارت کے ساتھ حوالہ دیا گیا تو کیا اور نہ دیا گیا تو کیا۔ اور یہی صورت دوسرے مآخذ کے بارہ میں بھی ہے۔

غرضکہ سید صاحب نے بوارق کے اس حصہ ثانی سے یہ صاف نمایاں کر دیا ہے کہ انھوں نے حصہ اول صفحہ اول میں جس "مخالفت لمرضات اللہ" کا حوالہ دیا تھا اس میں للّٰہیت کس عظیم الشان پایہ کی ہے اور حضرت وارث الانبیاء مدظلہ سے احقاق حق کے پردہ میں خط و کتابت شروع کرنے کا مقصود اصلی کیا تھا۔

صفحہ ۴۱ - انکشافات ستم میں چونکہ غنیۃ الطالبین کے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہونے کی بحث پھر چھیڑی ہے اس لئے مناسب ہے کہ یہاں پر میں بھی اس کے متعلق تھوڑا بہت اور عرض کر دوں۔

حضرت وارث الانبیاء مدظلہ کے الفاظ متعلق کتاب غنیۃ الطالبین جو صفحہ ۲۳ حصہ اول بوارق میں نقل کئے گئے ہیں ملاحظہ ہوں۔

"حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا جو مقولہ کتاب مستطاب غنیۃ الطالبین سے نقل کرکے تحریر فرمایا گیا ہے تو اس کے متعلق اکثر علماء کرام کا ارشاد ہے کہ یہ حضرت کی تصنیف نہیں ہے صرف آپ کی طرف منسوب کر دی گئی ہے۔ مولانا محمد نعیم صاحب لکھنوی فرنگی محلی و مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھنوی فرنگی محلی و مولوی حکیم وکیل احمد صاحب سکندرپوری رحمۃ اللہ علیہم نے اس کو اپنے مصنفات میں تحریر بھی کیا ہے۔

اول الذکر کا ایک رسالہ موسومہ بہ تنقید الکلام المنسوب الی غوث الانام ہے اور ثانی الذکر کی تصنیف ایک رسالہ الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل ہے اور یہ دونوں

رسالے طبع بھی ہو گئے ہیں اور یہ دونوں حضرات طریقۂ سلسلہ عالیہ قادریہ کے منتسبین بھی تھے۔ مولوی حکیم وکیل احمد سکندرپوری کے رسالہ کا نام صیانۃ الایمان عن قلب الاطمینان ہے یہ بھی طبع ہو گیا ہے"

ظاہر ہے کہ اس عبارت میں ان تینوں محولہ کتابوں میں سے کسی کتاب کی کوئی عبارت یا عبارت کا خلاصہ نہیں دیا ہے کہ جس کے خلاف ان کتابوں میں نکل آیا ہو اور سید صاحب انھیں ملزم ٹھہرانے میں حق بجانب ہوں۔ بلکہ یہی لکھا ہے کہ یہ کتابیں چھپ گئی ہیں انہیں ملاحظہ فرمایئے جو اس امر کا شاہد ہے کہ جو کچھ ان کتابوں میں نکلے اُس کے خلاف حضرت وارث الانبیاء مدظلہ کی مراد نہیں ہے اور اس تحریر پہ برخوردار مولوی قطب الدین عبدالوالی صاحب سلمہ اللہ تعالی کی لفظ "محض افتراء" بھی صادق نہیں آتی بلکہ یہ لفظ خود محض افتراء ہے۔

اب ناظرین کو الرمع والتکمیل کی اُس عبارت پر غور کرنا چاہئے جو سید صاحب نے نقل کی ہے میں بجائے اصل عبارت نقل کرنے کے سید صاحب ہی کا ترجمہ نقل کئے دیتا ہوں۔

"انھیں علماء میں سے وہ ہیں کہ جو کتاب غنیۃ الطالبین کو حضرت غوث الثقلین کی تصنیف نہیں کہتے ہیں پس اس بارہ میں علماء دین کے نزدیک حضرت غوث پاکؓ پر کوئی اعتراض نہیں اور شیخ عبدالحق دہلوی کا یہ قول جو غنیۃ الطالبین کے فارسی ترجمہ کے عنوان سے ہے اس کی شہادت دیتا ہے نظر بریں کہ شاید اس میں کوئی حرف حضرت غوث اعظمؓ ہی کا ہو میں نے اس کا ترجمہ کر دیا جیسا کہ علامہ میر حسین میبندی نے اس دیوان کے دیباچہ میں جو عوام کے نزدیک حضرت امیر المومنینؓ کا کہلاتا ہے اسی قسم کی معذرت کی ہے۔ حاصل کلام یہ کہ غنیۃ الطالبین کا منجملہ تصانیف غوث پاک ہونا اگرچہ عام طور پر مشہور ہے ثابت نہیں۔ اس جواب کا

نقصان اور ضرر پاک نظر والوں سے پوشیدہ نہیں ہے جس کے تین سبب ہیں۔
پہلا سبب یہ ہے کہ غنیتہ الطالبین کا حضرت غوث اعظمؓ کی کتاب ہونے کا ذکر
ابن حجرؒ اور ان کے علاوہ دیگر اکابر کی کتابوں میں ہے لہٰذا متاخرین کے نزدیک اس کا
غوث پاکؓ کی تصنیف نہ ہونا (بلکہ صحیح ترجمہ یوں ہے کہ تصنیف ہونے کا انکار) نامقبول
ہے دوسرا سبب یہ ہے کہ جس شخص نے غنیتہ الطالبین کو اول سے آخر تک حرف بحرف
پڑھا ہے اُسے حضرت غوث پاکؓ کی کتاب ہونے کا کامل یقین ہے تیسرا سبب یہ ہے
کہ بفرض اسے حضرت غوث پاکؓ کی تصنیف نہ بھی مانا جاوے بلکہ کسی اور کی تصنیف
تسلیم کیا جاوے تب بھی اُس کے مطالعہ کرنے والے کو اس سے مولف کے فاضل
ربانی اور عالم حقانی ہونے کا یقین ہو جائیگا“۔

میرے پاس اسوقت الرفع والتکمیل موجود نہیں لیکن یہ عبارت کہتی ہے کہ کسی
نے حضرت غوث رضی اللہ عنہ پر کوئی اعتراض بواسطہ اس کتاب کے کیا ہے۔
اس پر کسی نے اس کتاب کے حضرت غوثؓ کی تصنیف ہونے سے انکار کیا ہے۔
اس کے سلسلہ میں مولانا صاحب نے یہ عبارت لکھی ہے جس کا مطلب صرف یہ ہے
کہ اس جواب سے کہ یہ کتاب حضرتؓ کی نہیں وہ اعتراض رفع نہیں ہوتا اور بس۔
راقم الحروف اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد اس امر کا مدعی ہے کہ الرفع والتکمیل کا
حوالہ دینے سے حضرت وارث الانبیاء مدظلہ نے صرف اس پوری عبارت کو مراد لیا ہے جو
اُس میں اس مفاد پر کہیں بھی موجود ہو۔ نہ کہ صرف اُتنی جتنی کہ سید صاحب سمجھے
ہوں۔ اور قطع نظر اس سے کہ تیسرا سبب خود اس نسبت کا نافی ہے اور دوسرا
سبب صرف ذوق اور وجدان سے متعلق ہے اور عقلی و نقلی حیثیت سے مطلق کوئی
اثر نہیں رکھتا۔ عبارت منقولہ کو توڑ کر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت شیخ عبدالحقؒ
دہلوی اور علماء متقدمین کے نزدیک اس کتاب کی نسبت حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ

کی طرف صحیح نہیں ہے۔ صرف ابن حجرؒ وغیرہ کے اعتماد اور کتاب کی طرز عبارت و معانی پر
نظر کرکے قرینۃً یہ مانا جاتا ہے کہ یہ کتاب حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی ہے۔ یہی
مفہوم بواسطہ الرفع والتکمیل کی اس عبارت کے حضرت وارث الانبیاء مدظلہٗ کا بھی
ہے۔ جس کا خلاصہ انکار قطعی ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ جو کچھ ہوسکتا ہے وہ یہی کہ اس کتاب
کے متعلق اگر اسانید رواۃ وغیرہ کے طریق پر جانچا جائے تو اسناد صحیحہ کے درجہ پر
نہیں پہونچتا ہے اُس سے نیچے درجہ کا انتساب رہتا ہے۔

اسی طرح سید صاحب نے صفحہ ۶ سے صفحہ ۸ تک بوارق حصہ اول میں حضرات
خمسہ قدست اسرارہم کی جن عبارتوں کا حوالہ دیا ہے ان سب میں جس جس طریقہ پر
غنیۃ الطالبین کا ذکر ہے اُس سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ حضرات خمسہ نے اسکے
اسناد کو اسناد صحیحہ کے پایہ پر مانا ہے۔ اور اس نسبت کی قطعیت کے قائل ہیں
روض الازہر میں یہ موجود ہی ہے کہ مناقب و اعمال میں احادیث و روایات ضعیفہ
سے تمسک درست ہے نیز وہ اعمال و اوراد و علوم اُن مقامات پر جہاں جہاں
حضرات خمسہ نے اس کتاب کا ذکر کیا ہے ایسی ہی ہیں کہ (اگر کتاب کی نسبت
حضرت غوث الاعظمؓ کی طرف نہ بھی صحیح ہو تب بھی چونکہ کسی بڑے بزرگ
کی طرف اس کا منسوب ہونا قرین قیاس ہے لہذا) بہر صورت اپنی جگہ پر مستند
ہیں۔ نیز اس کے مندرجہ اوراد و اعمال میں سے بہت سے اعمال کی حضرت سید شاہ
باسط علی قلندر قدس سرہ کے واسطے سے اور اکثر کی براہ راست حضرات خمسہ میں
سے کسی نہ کسی حضرت کو حضرت غوث رضی اللہ عنہ کی روحانیت سے اجازت
ہے لہذا بجائے تفصیل وار ان اوراد کو ذکر کرنے کے یکجائی طور پر اس کتاب کا
نام لے دیا ہے۔ در المنظم کی تحریر بھی اُسی پایہ کی توثیق کی بناء پر ہے جس پایہ کی
توثیق مولانا عبدالحئی رحمہ صاحب کی تحریر سے ہوتی ہے۔

اس طرح پر حضرت وارث الانبیاء مد ظلہ کی تحریر منقولۂ بالا اور حضرات خمسہ قدست اسرارہم کی تحریرات کا نتیجہ ایک ہی ہے عام اس سے کہ الفاظ کتنے ہی مختلف ہوں ۔ اور سید صاحب انھیں کتنی ہی طمطراق کے ساتھ اس سے بھی زیادہ مختلف دکھائیں ۔ اگر نتیجہ ایک نہوتا تو بقول خود سید صاحب کے روض الازھر اور در المنظم کی اشاعت تو حضرت وارث الانبیاء مد ظلہ العالی کے ہاتھوں ہوئی ہے، اسی وقت ان عبارتوں کو تبدیل نہ کر دیتے ۔ یہ تو اسی "مخالفت لمرضاۃ اللہ" کے کرشمے ہیں کہ سید صاحب کو ایسے ایسے مثالب ہاتھ آرہے ہیں کہ کوئی ذی ہوش کسی کی طرف منسوب بھی نہیں کر سکتا ۔ یعنی خود روض الازھر اور در المنظم میں وہ ایک مضمون اپنے بزرگوں کے قلم کا شایع کریں اور پھر سید صاحب کے خط میں اس کا انکار قطعی کریں اور اسی انکار قطعی کے ساتھ اس کتاب کو کتاب "مستطاب" لکھیں پھر اس انکار قطعی کا حوالہ ایسی کتاب سے دیں جس میں اس انکار کی تردید موجود ہے اور یہ لکھیں کہ "یہ کتاب چھپ گئی ہے" یعنی آپ تلاش کر کے بآسانی ملاحظہ کر سکتے ہیں یہ متضاد باتیں ایک عالم فاضل نہ سہی (خاکم بدہن) ایک بزرگ صوفی نہ سہی (خاکم بدہن) ایک پڑھے لکھے آدمی کے قلم سے قرین قیاس ہیں ؟ اور قرین قیاس نہیں ہے کہ انکی عبارت سے جو قطعی انکار سید صاحب مراد لے رہے ہیں وہ مفہوم ان کی عبارت کا نہیں ہے ۔

برادران طریقت ! ان کی عبارت کا مفہوم صرف اس قدر ہے کہ کتاب مستطاب غنیۃ الطالبین کی یہ نسبت باوجود تمام بزرگان دین اور خود ان کے اسے ماننے کے ایک مختلف فیہ نسبت باقی رہتی ہے جب تک کہ علماء میں سے کسی ایک کو بھی اس سے اختلاف ہے ۔ اور مختلف فیہ بات مناقب اور اعمال اور اوراد میں اگرچہ مان لی جاتی ہے مگر روایات میں نہیں مانی جاتی ۔

اس کے بعد میں ناظرین کے سامنے بوارق حصہ اول کا صفحہ ۲۰ سطر اخیرہ پیش کرتا ہوں جہاں سید صاحب نے یہ لکھا ہے کہ کتاب مستطاب غنیۃ الطالبین کی "فصل و یعتقد اہل السنۃ ان امۃ محمد علیہ السلام خیر الامم" کو من اولہ الی آخرہ ملاحظہ فرمایا جائے اور انصاف فرمائیے کہ مدعی قادریت و متبع سلوک غوث الثقلین کا اتنا مخالف عقائد غوث پاک ہونا کہاں تک حق بجانب ہے،

میرے سامنے اس وقت کتاب غنیۃ الطالبین مطبوعہ مطبع مرتضوی دھلی مترجم ترجمہ فارسی مولوی عبد الحکیم سیالکوٹی ہے۔ سید صاحب کی محولہ عبارت اس نسخہ کے صفحہ ۱۰۵ سطر ۷ سے شروع ہوتی ہے اور صفحہ ۱۰۸ سطر ۸ پر ختم۔

مستقبل قریب میں انشاء اللہ میں یہ سب صفحات ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے نقل کرکے احسن الانتخاب سے موازنہ کروں گا اور یہ ثابت کروں گا کہ احسن الانتخاب اس سے اتنی بھی مختلف نہیں ہے جتنے کہ حنفی عقائد حنبلی عقائد سے مختلف ہیں۔ بلکہ بیشتر جگہ تو اس سے احسن الانتخاب کی توثیق ہوتی ہے۔

مخالفت لمرضاۃ اللہ جس کا دعویٰ سید صاحب نے بوارق حصہ اول کے صفحہ اول میں کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بہترین اور لاجواب چیز ہے۔ خصوصاً مسلمین اور مخصوصاً حضرات صوفیہ کے لئے۔ اور امر واقعی یہ ہے کہ موافقت للہ اور مخالفت للہ۔ دونوں جزو ایمانی ہیں بشرطیکہ ان پر صحیح صحیح عمل کیا جائے۔ لیکن مجھے افسوس کیساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ اس مخالفت لمرضاۃ اللہ کے مظاہرہ میں اکابر دین کے نمونہ عمل اور سید صاحب کے نمونہ عمل میں بہت بڑا فرق ہے۔ **مخالفت لمرضاۃ اللہ** کی پہچان یہ ہے کہ اس کے عامل سے امر حق کسی حالت اور کسی حیثیت اور کسی پارٹی کے بھی حق میں نظر انداز نہو۔ چاہے وہ عامل اس مخالفت کے اختیار کرنے میں کسی وجہ سے خفا ہی بہ کیوں نہ ہو۔ ہم اگر اکابر دین کے عمل پر نظر کریں تو ان کی

مخالفت لمرضاۃ اللہ کو کبھی اس پہچان سے خالی نہ پائیں گے۔ مثال کے لئے جنگ جمل کو لے لیجئے۔ اس جنگ کے متحاربین میں سے جانبین کے صحابہ کرام کو حقیقۃً و یقیناً مخالفت لمرضاۃ اللہ تھی اور جنگ محض مفسدین کے افساد سے بتقدیر الٰہی واقع ہوئی۔ واقعات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ متحاربین صحابہ باوجودیکہ ایک دوسرے کی خونریزی پر تلے ہوئے تھے لیکن اس حال میں بھی ایک دوسرے کے محاسن کی داد دیتے تھے۔ اور ایک دوسرے کے بیان امر حق کی تائید کرتے تھے۔ بخلاف اس کے یہاں ملاحظہ فرمائیے کہ ہمارے حضرات کے جملہ محاسن کو سید صاحب کو اس "مخالفت لمرضاۃ اللہ" نے قبائح کی شکل میں دکھایا ہے اور جس دن سے یہ "مخالفت لمرضاۃ اللہ" پیدا ہوئی اس دن سے وہ کتابیں بھی جو سابق میں باعث حسن ظن تھیں۔ یعنی روض الازھر و در المنظم و نفحات العنبریہ وغیرہ۔ وہ سب باعث بدظنی ہو گئیں۔ بوارق حصہ اول کے صفحہ اول کے مطابق سید صاحب کو حضرت وارث الانبیاء مدظلہ کے نام پہلا خط لکھنے سے پیشتر اور اگر یہ نہیں تو یقیناً احسن الانتخاب کے مطالعہ سے پیشتر "موافقت لوجہ اللہ" تھی۔ یعنی یہی موافقت لوجہ اللہ نفحات العنبریہ اور روض الازھر سے بھی تھی کیونکہ اس سے بہت پیشتر یہ کتابیں سید صاحب کے مطالعہ میں آ چکی تھیں۔ لیکن احسن الانتخاب کے مطالعہ نے اس حسن ظن میں فرق ڈالا اور سید صاحب نے "بغرض طلب ہدایت" خط و کتابت شروع کی۔ پہلے خط کے جواب نے سید صاحب کو متزلزل کیا اور دوسرا خط لکھوایا دوسرے خط کے جواب نے بیک دفعہ اس زور شور کی مخالفت لمرضاۃ اللہ پیدا کر دی۔ کہ اللہ دے اور بندہ لے۔ اب سید صاحب کی نظر میں ہمارے حضرات کی ہر خوبی (خاکم بدہن) عیب ہے ہر لفظ غلط ہے۔ ہر بیان یا بے معنی ہے یا انہیں معانی پر مبنی ہے جو معانی سید صاحب قرار دیں۔ چنانچہ

احسن الانتخاب کیساتھ روض الازھر اور نفحات العنبریہ بھی اسی تیغ بیدریغ کی زد میں آگئیں۔ خدا سید صاحب کا زور بازو اس سے زیادہ بڑھائے۔ لیکن ناظرین کو یاد رہے کہ خطاء اجتہادی کے محسوس ہونے کے بعد اگر اس پر استبداد کیا جائے تو وہ بھی خطاء منکر ہو جاتی ہے اور جن علماء نے جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ کے مخالفین کو خطاء منکر پر مانا ہے ان کی اس رائے کا بڑا سبب یہی ہے کہ جب حضرت عمارؓ بن یاسر کی شہادت سے امر حق واضح ہو گیا تب بھی مخالفین اپنی خطاء پر قائم رہے۔ اگر یہ باتیں سید صاحب کی نظر میں نہیں ہیں (اور بیشک نہیں ہیں) تو ہم اپنے اس قول میں سچے ہیں کہ سید صاحب کو یہ مخالفت کاشف الاسرار کے مطالعہ کے بعد سے ہے اور یہ مخالفت "لمرضاۃ اللہ" نہیں ہے بلکہ "لصاحب کاشف الاسرار والعقائد الاکابر" ہے۔

۴۔ ضمیمہ۔ یکم ماہ محرم ۱۳۵۴ھ کو "انکشافات ستم" کا ضمیمہ دیکھنے میں آیا جس کے الفاظ یہ ہیں۔

"تصحیح"

"بعد طبع کتاب ہذا مجھے اتفاقاً قول المستحسن مطبوعہ ۱۲۶۷ھ دستیاب ہوئی جس میں عبارات بجنسہ موجود ہیں لہذا ان عبارات کے آخذ بجائے شاہ جلیب حیدر صاحب خود مصنف روض الازھر ہیں۔ باقی تمام شبہات کے جوابدہ بوجہ تصحیح و تدوین شاہ صاحب ہی ہیں"

"لہذا تصحیح مذکور علیحدہ چھپوا کر کتاب میں صـ۲۵ پر چسپاں کیجاتی ہے۔ (مصنف)"

ناظرین! آخر وہی ہوا جو ابھی ابھی عرض کر چکا ہوں یعنی باہمہ اظہار حسن عقیدت اور باوجود ہم لوگوں کو اس امر کی ممانعت کرنے کے کہ ان باتوں کو حضرت مولف قدس سرہ کی طرف منسوب کریں اب سید صاحب نے اتنی ترقی کی کہ ان عبارات

کے اخذ کو تو وہی جناب موصوف کی طرف منسوب کیا۔ یہ تو خیر صحیح بھی ہے لطف یہ کہ اس اخذ کے بارہ میں جو الزامات اب تک دیئے تھے وہ سب بھی تو وہی اس طرح پر بالآخر جناب موصوف کی ذات سے منسوب کر دئے اور اس طرح پر جناب موصوف قدس سرہ کو بھی اپنے الفاظ "تمام عبارات مسروقہ" کے معانی کا مورد قرار دیدیا۔ العیاذ باللہ۔

اگر سید صاحب کی نیت میں اب بھی حضرت مولف قدس سرہ کا احترام باقی ہوتا تو سید صاحب اس ضمیمہ میں اتنا ضرور لکھتے کہ میں الفاظ "عبارات مسروقہ" واپس لیتا ہوں۔ لیکن وہ ایسا کیوں کرتے ان کی نظر میں اب تک جو احترام ہمارے مرشدین کا بظاہر تھا وہ اخلاقاً تھا۔ جب ہم سے تخاطب میں اخلاق اُٹھ گیا تو ہمارے مرشدین کا احترام باقی رہنے کی وجہ؟

ہم تو پہلے ہی اپنے قلب و جگر کے زخم دربار خدا و رسولؐ میں پیش کر چکے ہیں حضرت مقتدائے جہان قدس سرہ کے ساتھ سید صاحب کی اس تازہ بے ادبی نے جو ایک تازہ زخم اور لگایا اب اُسے بھی پیش کئے دیتے ہیں۔ فصل الخطاب پارٹی سے ہمیں اس بارہ میں کچھ کہنا نہیں (اگرچہ وہ لوگ "الکشافات ستم" کی تحریریں معین ہوئے ہوں) کیونکہ وہ لوگ نبی اعمام ہیں انھیں ہاشمی فطرت کے مطابق تو اپنے نبی عم بزرگ کی اہانت ہرگز گوارا نہ ہونی چاہئے تھی مگر جب وہ حضرت علیؓ ایسے جد اعلیٰ کے استخفاف کو وسعت انکسار نفس میں داخل سمجھتے ہیں تو ایک نبی عم بزرگ کی اہانت گوارا کر لینے کو داخل کسر نفس کیوں نہ سمجھتے ہوں گے۔ البتہ مجھے حضرت مقتدائے جہاں قدس سرہ کے بعض مریدین سلسلہ طریقت سے یہ ضرور عرض کرنا ہے کہ سجادہ کاظمیہ کے خلاف سوءِ ظن پھیلانے کے لئے سید صاحب کو اُبھار کر ان سے احسن الانتخاب و ردعین الازہر و نفحات العنبریہ و کشف الآثار کے خلاف زہر تلخ اگلوانے سے اُن کی

ستم ضمیمہ ۲۵ جمادی الاول

اُگلی ہوئی پر زہریلی شراب تلخ ہاتھ آئی ہے۔ اب اسے بطیب خاطر نوش جان فرمائیں۔

۵۔ سُبُل السلام

یہ رسالہ ۲۱ شوال ۱۳۵۴ھ کو بقیمت ۸ ملا۔ یہ رفع الحجاب کا جواب ہے اور وہی رسالہ ہے جس کی تحریر اور تیاری کی خبریں رفع الحجاب کی اشاعت کے تھوڑے ہی دن بعد سے مشہور کرنا شروع کر دی گئی تھی۔ فصل الخطاب اور انتظ کی طرح پاکٹ اڈیشن پر چھپا ہے۔ دیدہ زیب اور خوشخط ہونے کی بھی کوشش کی گئی ہے اور فصل الخطاب سے حجم میں تقریباً دو چند ہے یعنی ۲۹۱ صفحہ پر ختم ہوتا ہے۔ اس کے بعد فہرست مضامین بھی شامل کی گئی ہے اور صحت نامہ بھی۔ مگر جیسا کہ عموماً ہوتا ہے پھر بھی سہو کتابت اور سقم عبارت جابجا موجود ہے۔ فصل الخطاب میں اور اسمیں جو کچھ فرق ہے وہ یہی ہے کہ (۱) مولف صاحب نے اسمیں اپنا نام صاف ظاہر کر دیا ہے (۲) اس حجاب کے اٹھ جانے سے اس کی جگہ بے حجابی اور بے باکی نے اعتدال سے اتنی زائد لی ہے کہ مجال دم زدن نہیں باقی رہی ہے۔

صاحب احسن الانتخاب مدظلہ نے احسن الانتخاب صفحہ ۱۰ میں اپنی محنت و کاوش اور کوشش تحقیق کا ذکر سادہ الفاظ میں بعد مآخذ کی فہرست دینے کے کیا تھا اور لکھا تھا کہ "میں نے کسی شیعہ کی کتاب سے مدد نہیں لی ہے۔ لیکن ہر امر کو جہانتک ممکن ہوسکا تحقیق و تنقید سے لکھا"۔ ان کے الفاظ "تحقیق و تنقید سے لکھا" پکڑ لئے گئے اور "جہاں تک ممکن ہوسکا" نظر انداز کر دئے گئے۔ اور ان پر دعوائے ہمہ دانی اور دعوائے تحقیق کے اتہامات لگانے سے ابتک نہ مخالفین کی زبان سیر ہوئی ہے نہ قلم۔ اور کسی شیعہ کتاب سے مدد نہ لینے کا اظہار اتنا اہم جرم قرار دیا گیا کہ

کہ گویا اس سے زیادہ سنگین دنیا میں اور کوئی جرم ہو ہی نہیں سکتا اور اس اظہار کی خلاف ورزی ثابت کرنا ایسا لازمی قرار پایا کہ اس کے لئے واقعیت اور غیر واقعیت حق اور ناحق۔ صحیح اور غلط کا بھی لحاظ کرنے کی ضرورت نہیں باقی رہی۔ جو شخص خدائی کا دعویٰ کرتا ہے اُس کا دعویٰ اگرچہ کھُلّم کھُلّا خود ہی مردود ہوتا ہے اور محتاج تردید نہیں ہوتا لیکن پھر بھی اُس کی تردید کے لئے معقول جوابات دیئے جاتے ہیں اور سچ بولنے سے کام لیا جاتا ہے۔ یہاں اس ذکر کی تردید ایسی آزادی سے کرنا ضروری ہے کہ اس میں حق و ناحق کی تمیز کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ چنانچہ سبل السلام میں تمام تر قوتیں عقل و فہم و ادراک و الفاظ و معانی کی اس اظہار کی تردید کی کوشش میں صرف کردی گئی ہیں اور آیہ شریفہ ولیسئلن یوم القیامۃ عما کانوا یفترون کو بالکل بھُلا کر بے ہنگی و بے باکی کے ساتھ احسن الانتخاب کے ماخذ میں سے جنتوں کے مصنفین کو دل چاہا بے تکلف رفض و شیعیت کے ساتھ متہم کردیا گیا ہے۔ کیونکہ معلوم ہے کہ اردو خوان ناظرین بیچارے ایک ایک کی تحقیق کہاں کہاں کرتے پھریں گے اگر دس بارہ میں سے کسی ایک کے بارہ میں بھی کسی ناظر کے دل میں کچھ شک باقی رہ گیا تو اتنا مطلب حاصل ہے کہ اُس ناظر کے خیال میں احسن الانتخاب کے آبگینۂ حسن تحقیق میں بال پڑ گیا۔

خیر اس کی تفصیل تو بعد میں عرض کی جائیگی۔ جو کچھ مجھکو سب سے پہلے ذکر کرنا ہے وہ یہ ہے کہ احسن الانتخاب کے الفاظ "جہاں تک ممکن ہوسکا تحقیق و تنقید سے لکھا" تو اس قدر مورد لعن و طعن ہوگئے اور اس قدر دعوائے ہمہ دانی پر مبنی قرار دیئے گئے لیکن اس کے جواب میں صاحب سبل السلام نے اپنے انکسار نفس اور اعتراف ہیچمدانی کو ان پرشکوہ اور بلند آہنگ الفاظ میں واضح فرمایا ہے "کہ محمد ایوب احمد وکیل .... جنہیں میری

غیرت علمی مخاطب بناتے ہوئی جھجکتی ہے'' (صفحہ ۵)

''ایوب احمد صاحب کا علوم عربیہ سے حرماں ہی گو وجہ کافی ہے کہ میری غیرت علمی ان سے تخاطب کو روا نہ رکھے''۔ اللہ اللہ! یہ ہیبت و جلال!

دوسری بات جو ذکر کرنے کی ہے وہ یہی کہ اسی ''غیرت علمی'' یا تمرد نے مولف صاحب کو مجبور کیا ہے کہ کھینچ کھانچ کر رنع الحجاب کا مولف بھی صاحب احسن الانتخاب ہی کو قرار دیں اور رنع الحجاب کا جواب دینے میں بھی تخاطب انھیں کی طرف کریں۔ کیونکہ ایوب احمد صاحب پر مطاعن کرنے اور انھیں الفاظ شنیع کہنے میں چونکہ بزعم خود اپنے سے بالاتر شخصیت پر گالیاں نہیں پڑتی تھیں لہذا دل کے وہ جلے پھپھولے نہیں پھوٹ سکتے تھے۔ جن کا پھوٹنا صاحب احسن الانتخاب اور ان کے استاد و برادر معظم ہی پر حملہ کرنے پر موقوف تھا اور وہ مقصد بھی نہیں پورا ہوتا تھا۔ جس کے لئے انھوں نے بقول شخصے دیوبند شریف سے علوم دین کی تعلیم حاصل کی ہے۔ (اور جسے فصل الخطاب پڑھکر ہم نے یقین نہیں کیا تھا مگر سبل السلام کا یہ طرز تحریر ہم کو بھی یقین کرنے پر مجبور کرتا ہے)۔ نیز معلوم ہوتا ہے کہ اس حرکت سے چونکہ ایوب احمد صاحب کے دل پر اُس سے زیادہ چوٹ لگے گی۔ جتنی اُس وقت لگتی اگر یہی تخاطب اُنھیں کی طرف ہوا ہوتا لہذا اس میں ایک سزا دلانہ غرض یہ بھی مضمر ہے۔ کہ آئندہ کے لئے ایوب احمد صاحب یا راقم الحروف ایسے ستر شدین قلم اُٹھانے کی جرأت نہ کریں اور یہ سمجھ لیں کہ جو کچھ ہم لکھیں گے اُس کے جواب میں ہمارے حضرات کے ساتھ براہ راست گستاخیاں کیجائینگی اور اُسکا باعث ہم ٹھہرینگے[۱]۔

فٹ نوٹ

[۱] نوٹس۔ حالانکہ سہ ماہہ بسیار ازیں خواب پریشان دیدہ ایم۔ نہ صاحب سبل السلام کا یہ عمل

صاحب فصل الخطاب کے فصل الخطاب لکھنے کے وقت پردہ کی آڑ
سے راگ سنانے اور سبل السلام کی تحریر کے وقت دن دہاڑے بے تکلف تھیٹر
کے اسٹیج پر آجانے کا اصلی راز اب تک سمجھ میں نہیں آیا۔ مختلف لوگ مختلف

فٹ نوٹ بسلسلہ صفحہ سابق

صحیح ہے۔ نہ ہم لوگ ایسے دور اندیش ہیں۔ انھوں نے پچھلی مرتبہ فصل الخطاب میں تنہا صاحب
احسن الانتخاب مدظلہ کی ذات پر حملے کئے اس کے جواب میں صاحب احسن الانتخاب نے خاموشی
اختیار کی صاحب رفع الحجاب نے اپنی طرف سے مدافعت کی اور تنہا مولف فصل الخطاب ہی
کو مخاطب بنایا۔ ان کے کسی بزرگ کسی استاذ کسی پیر طریقت کسی ہم مشرب کی طرف ساری کتاب
میں اشارہ یا کنایہ تک نہیں کیا۔ ملاہیاں اڑانا کیا معنی۔ اس کے جواب سبل السلام میں بجائے
صاحب رفع الحجاب کو مخاطب کرنے کے انھوں نے رفع الحجاب کو بھی صاحب احسن الانتخاب
ہی کی طرف منسوب کیا اور سبل السلام میں پھر انہیں سے تخاطب کرنے کے علاوہ اتنی اور ترقی کی
کہ ان کے حضرت پیر و مرشد استاد معظم و برادر بزرگ پر بھی حملے کئے اور ملاہیاں اڑائیں۔
اور نہ صرف یہ بلکہ مولوی مصباح الحسن صاحب سے ان سے خط و کتابت چھیڑ دا کر ان کے خطوط کو میدان
مباحثہ میں لے آئے اور جیسا کہ ناظرین کتاب ہذا کو معلوم ہو چکا ہے حضرت مقتدائے جہاں
شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ اور حضرت غوث ملت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ اور حضرت
قطب الارشاد شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ تک پر اکتشافات ستم میں ان سے حملے کرا دیئے
نیز سبیل السلام میں درگاہ شریف کے سجادہ نشین کی اہانت کی اور حضرت شاہ باسط علی قلندر
قدس سرہ کے مزار اقدس کا ذکر کر کے ملاہی اڑائی۔ صاحب احسن الانتخاب تو پہلے بھی خاموش
تھے اور اب بھی خاموش ہیں اور آئندہ بھی جہاں تک راقم الحروف کو امید ہے خاموش
رہیں گے اگرچہ وہ راقم الحروف کے ان الفاظ کے پابند نہیں۔ نہ ہونے کی وجہ ہے۔ لیکن
مخالفین جتنی ترقی کرتے ہیں اتنا ہی میدان ہمارے لئے بھی وسیع ہوتا جاتا ہے انھوں نے اتنی
ترقی کر کے ہم کو بھی اب اس کا موقع دے دیا ہے کہ ہم بھی اب ان کے بزرگوں ان کے اساتذہ
ان کے مرشدین اور ان کے معتقد علیہم کے خلاف ملاہیاں اڑائیں۔ گستاخیاں اور
حملے کریں اور طعن و تشنیع کے سخت سے سخت الفاظ لکھیں۔ آئندہ اگر ہمارے قلم سے ایسی
باتیں سرزد ہوں تو ہم ابھی سے صاحب سبل السلام کو نوٹس دیئے دیتے ہیں کہ اس کی ذمہ داری
انھیں کے اس رویہ کے سر اور انہیں کی پارٹی اور پروپیگنڈے کے سر ہے۔
یہ بات بھی روز روشن کی طرح روشن رہے کہ فصل الخطاب پارٹی والے جتنے ملاہیاں

وجوہ بیان کرتے ہیں۔ ایک صاحب کہتے ہیں کہ فصل الخطاب کی تحریر کے
وقت لکھنؤ یونیورسٹی کے چینسلر جسٹس سر وزیر حسن بالقابہ تھے اور مولف صاحب
یونیورسٹی میں ملازم ہیں۔ نام ظاہر کرنے سے یہ اندیشہ تھا کہ کہیں جسٹس صاحب کو
ناگوار نہ ہو۔ مگر ہم اس رائے سے بالکل غیر متفق ہیں کیونکہ صاحب سبل السلام اگرچہ
تاویل بعید کے بڑے حامی ہیں لیکن اول تو جسٹس صاحب کو ہمارے حضرات
سے کوئی واسطہ نہیں۔ دوسرے جسٹس صاحب خود اپنی مذہبیت سے کوسوں
دور ہیں تیسرے مولف فصل الخطاب کو امر حق کے سامنے نوکری کی کیا پروا
(یقین نہ ہو تو آزما کر دیکھ لیجئے)۔ البتہ ہم اتنا ضرور کہیں گے اور امر واقعی کے طور پہ
کہیں گے نہ کہ ایوب احمد صاحب کی طرح خوش طبعی و مزاح سے کہ صاحب
سبل السلام پر بالکل اُس فحبہ کی مثال صادق آتی ہے کہ جو پہلے پردہ کی آڑ سے

فٹ نوٹ بسلسلۂ سابق

ہمارے مرشدین اور بزرگوں کے خلاف اُڑائیں گے یا اُڑوائیں گے اور جتنی گستاخیاں کریں گے یا احمق
پھپھوندوی ایسوں سے کروائیں گے وہ سب گستاخیاں ان کے اپنے بزرگوں اور بزرگوں کے
مرشدین کے خلاف واقع ہوں گی کیونکہ ان کے عم محترم اور والد معظم بھی حضرت مقتدائے جہاں شاہ
تقی علی قلندر قدس سرہ کے مریدین ہیں اور چونکہ وہ گستاخیاں کذب و افترا پر مبنی ہونگی لہذا وہ
خدا و رسول کے بھی گنہگار ہوں گے لیکن ہمارے حملے انکے عم محترم اور والد معظم کو چھوڑ کر جتنے ان کے
اساتذہ انکے مرشدین انکے معتقد علیہم پر ہونگے وہ سب اساتذہ و مرشدین و معتقد علیہم ہمارے لئے بالکل غیر
ہیں اور ہم ان حملوں میں بالکل بے باک ہونگے۔ اور ہمارے حملے کذب و افترا پر مبنی نہوں گے۔ بلکہ
حقانیت پر مبنی ہونگے۔ صاحب فصل الخطاب کو یاد رہے کہ انکے اساتذہ و معتقد علیہم میں سے کوئی
شخصیت ایسی نہ ہوگی جس کے خلاف اس وقت کوئی نہ کوئی کفر کا فتوےٰ نہ موجود ہو۔
ہم جب غلیظا چھاپنے پر آئیں گے تو کیا وہ کفر کے فتوے یوں ہی بند رکھے رہیں گے۔ ؎

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

ایک متقی پرہیزگار راہگیر کو گالیاں دے رہی تھی - راہگیر صاحب کچھ بولے نہیں
چپ چاپ اپنی راہ راہ چلتے رہے اُسی طرف سے دوسرے راہگیر صاحب گذرے
اُن سے اس فحبہ سے پہلے کی آشنائی بھی تھی انھوں نے اپنی بے تکلفی کی وجہ سے
کچھ مزاح آمیز الفاظ کہے اور اُسی کے ساتھ ان متقی راہگیر صاحب کی حمایت
کی فحبہ کو جوش آیا تو اُس نے موقع دیکھا نہ بے موقع - مادرزاد ننگی ہو کر پردہ
سے باہر نکل آئی اور اپنے آشنا کے تو رسید کیں دو لاتیں اور پھر انھیں متقی
صاحب کو گالیاں دیتے اور ان سے لپٹ جانے کی کوشش میں مصروف
ہو گئی اور اُن کے ساتھ اور بزرگوں پر بھی ملاحیاں اُڑاتی رہی -

مجھے صاحب سبل السلام سے نہ پہلے کی بے تکلفی ہے نہ اب بے تکلف
ہونا چاہتا ہوں - نہ ان سے مزاح کرنا پسند کرتا ہوں - لیکن ناظرین فصل الخطاب
پڑھیں پھر رفع الحجاب پڑھیں پھر سبل السلام پڑھیں اور خدا کو حاضر وناظر جان
کر انصاف کریں کہ یہ مثال صادق آتی ہے یا نہیں - مثال بڑی بیہودہ قسم
کی ہے ناظرین میری بیہودہ گوئی کو معاف فرمائیں - مگر اسے میں کیا کروں کہ
صادق یہی مثال آتی ہے -

سبل السلام کی تعریف کا

ملاحیوں کی تفصیل نہ پوچھئے -

(۱) حضرت شاہ باسط علی قلندر قدس سرہ کی اولاد شیعہ ہو گئی" (سفید جھوٹ)

(۲) دگڈھے (شریف) کے سجادہ نے اسکی (شیعیت کی) پرورش کی -

(العیاذ باللہ! - یہ اتہام حضرت شاہ علی اکبر قلندر قدس سرہ اور حضرت
شاہ تقی مظہر قلندر قدس سرہ پر ہے کیونکہ حضرت شاہ علی اکبر قلندر کے بعد سے
دگڈھے شریف کا سجادہ خالی ہے - جناب موصوف حضرت شاہ علی اکبر
قلندر کاکوروی اور حضرت شاہ واجد علی قلندر کاکوروی قدس سرہما کے پیر

خرقہ تھے۔ اور حضرت شاہ علی مظہر قلندر قدس سرہ حضرت شاہ حیدر علی قلندر قدس سرہ کے پیر و مرشد تھے)۔

(۳) حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے اخلاف گلبرگہ میں شیعہ ہو گئے (صاف اتہام)

(۴) ابن قتیبہ شیعہ تھے (العیاذ باللہ)

(۵) صاحب روضۃ الصفا شیعہ تھے (توبہ توبہ!)

(۶) صاحب حبیب السیر شیعہ تھے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

(۷) ملا حسین واعظ کاشفی صاحب تفسیر حسینی شیعہ تھے (خدا میرے اس افتراء کے نقل کرنے کو معاف فرمائے)

(۸) مسعودی صاحب مروج الذہب شیعہ تھے (بالکل بے دلیل دعویٰ)

(۹) اعثم کوفی شیعہ تھے (اللہ ری تحقیق)

(۱۰) صاحب عقد الفرید شیعہ تھے۔ (استغفر اللہ)

(۱۱ و ۱۲) صاحب نصائح الکافیہ اور سبط ابن الجوزی شیعہ تھے (افتراء محض)

غرضکہ جن بزرگ کے قول سے استدلال کیا جائے وہ لوٹ کر انھیں کو شیعہ کہہ دینے کو تیار ہیں۔ تفصیل وار کہاں تک گنایا جائے۔ جس کتاب کے مولف کو سر دست شیعہ نہیں لکھ سکے اُس کتاب سے جو عبارت ماخوذ ہے وہ دراصل اُس کتاب کی عبارت نہیں ہے بلکہ یا تو ارجح المطالب کی ہے یا عبقات الانوار (مولفہ مولوی ناصر حسین صاحب شیعی لکھنوی) کی اس پر بھی سیری نہ ہوئی تو ایک چلتا ہوا فقرہ یہ لکھ دیا کہ فصل الخطاب کی طباعت سے بعد سے بار بار صاحب احسن الانتخاب مدظلہ شیعہ مشیر کاروں سے مشورہ کرنے کے لیے لکھنؤ جاتے رہے اور ادر جلگھوں کے سفر کرتے رہے۔ (یہ بھی سفید جھوٹ! سرتاپا اتہام!)۔

ہم لوگ تو خیر مجرم ہیں۔ معترف بجرم ہیں۔ واجب القتل ہیں۔ ہمارے ساتھ وہ اکابر بھی واجب القتل ہی جن سے ہم نے سند لی ہو۔ شاہ باسط علی قلندر قدس سرہ کی اولاد اور دمگڈھے شریف کے سجادہ نے کیا قصور کیا۔ صرف یہی نہ؟ کہ ہمارے پیرزادوں اور پیران سلسلہ میں ہیں[1]۔ اچھا وہ بھی اتنے کے قصوروار سہی۔ حضرت خواجہ بندہ نواز کے اخلاف کو تو ہم سے کوئی بھی واسطہ نہیں ان کا صبر ناحق ہی تو سمیٹا۔ مگر تیغ بیدریغ کے سامنے کسی کی ہستی ہی کیا۔

ہمارے حضرات قدست اسرارہم کی کتابیں پڑھنے والے جانتے ہیں کہ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر۔ تفسیر حسینی۔ عقد الفرید مسعودی وغیرہ سب کتابیں ہمارے حضرات کے ماخذ میں رہی ہیں۔ اور شیعہ مولفین و مصنفین سے اخذ کرنے سے ہمارے سبھی حضرات نے احتیاط کی ہے۔ قطع نظر اس سے کہ انکو شیعہ ماننے سے شہادت نامہ اور روض الازھر اور تفریح الاذکیاء وغیرہ کی تحقیق پیش نظر آتا ہے ہمارے پاس ان سب کے اہل سنت ہونے کے دلائل موجود ہیں۔ مگر اس مختصر میں ہم ان کے بارہ میں بحث اس لئے نہیں کرتے کہ ہم کس کس کی طرف سے صفائی پیش کریں۔ جس سے ہم اخذ کریں گے وہی شیعہ قرار پا جائیگا مرگ انبوہ جشنے دارد۔

فٹ نوٹ

[1] دمگڈھے شریف کے حضرات جہاں ہمارے مرشدین اور پیرزادگان ہیں وہاں صاحب سبیل السلام کے عم محترم اور والد معظم کے بھی مرشدین اور پیرزادگان میں ہیں۔ جن کے نام سے سبیل السلام بخرے کے ساتھ معنون کی گئی ہے۔ تعجب ہے کہ ان دونوں حضرات کو اپنے مرشدین اور مرشدزادگان کی اہانت کیونکر گوارا ہوئی۔ قیس

آئندہ کے لئے ہم تو امام نسائیؒ امام شافعیؒ خواجہ حسن بصریؒ اور ایسے ایسے
جملہ اکابر کی شان میں بھی گستاخیاں سننے کو تیار ہی ہیں مگر علماء فرنگی محل بھی تیار
رہیں کہ ان سے پہلے ہی حضرت مولانا بحر العلوم اور حضرت ملا نظام الدین
قدس سرہما اور حضرت ملا محمد مبینؒ اور حضرت مولانا عبد القدوسؒ کا نمبر ہے۔
غرضکہ سبیل اسلام کا بڑا کارنامہ یہی ہے کہ جتنے اکابر کے حق میں ممکن
ہوا ہے شیعیت کا اتہام لگایا گیا ہے اور علمی مباحث سب نظر انداز کر دیئے
گئے ہیں اور جہاں نظر انداز نہیں کیا ہے وہاں وہی فصل الخطاب کے الفاظ
دراوقت دیگر دہرا دیئے گئے ہیں۔ رفع الحجاب میں جو کچھ تردید ان الفاظ
کی کی گئی ہے اس پر کوئی اعتنا نہیں کی گئی ہے۔ حالانکہ یہ کتاب رفع الحجاب
ہی کا جواب ہے نہ کہ احسن الانتخاب کا۔

رفع الحجاب میں جن بعض صحابہ کے نام اس استدلال میں پیش کئے گئے تھے
کہ عامہ صحابہ سے خطاء اجتہادی سے تجاوز اور خطاء منکر کا ارتکاب ممنوع نہیں
اور اس سے ان کی صحابیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ مثلاً قاذفین حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہم۔ اس استدلال پر نظر کرنے کے بجائے۔ صاحب
رفع الحجاب کو چھوڑ کر صاحب احسن الانتخاب پر مزید اتہام یہ لگایا گیا ہے
کہ انھوں نے ان صحابہ کی بھی (معاذ اللہ منہا) قدح کی ہے۔ حالانکہ ان محترم
نے اور نیز صاحب رفع الحجاب نے یہ نام صرف اس معنی میں پیش کئے تھے
کہ عامہ صحابہ کرام سے گناہ کا ارتکاب قادح صحابیت نہیں ہو سکتا اور اس
گناہ کو گناہ سمجھنا اور ان صحابی کی طرف منسوب کرنا داخل بے ادبی نہیں ہے
اور بس۔ اور یہی اوراق ہذا کے پچھلے صفحات میں ذکر کیا گیا ہے۔ مگر وہاں
اتہام رفض کے شوق کا نشہ ایسے کچے گھڑے کی شراب کا نشہ نہیں ہے کہ جلد

ص۱۲۷/۱۲۸

اُتر جائے - وہاں تو یہی ہے کہ جو کچھ کہے گا اُس کے جواب میں رافضی بنا دیا جائیگا خواہ آپ رفض سے ہزاروں کوس دور کیوں نہ ہوں - اس سے زیادہ پر لطف یہ کہ بات کہیں صاحب رفع الحجاب اور رافضی بنیں صاحب احسن الانتخاب - بات کہوں میں - اور متہم ہوں صاحب احسن الانتخاب - کیوں ؟ اس لئے کہ صاحب سبل السلام دیوبند تعلیم ہی اسی لئے حاصل کرنے گئے تھے -

تزئینِ اکابر سے تھوڑی ہی سی فرصت ملی تو حضرت علیؓ سے بدلا لینے کو دل چاہا اور صفحہ ۱۶۴ پر خمر نوشی کی وہ روایت از سر نو بیان کر دی جو حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کی طرف منسوب ہے اور جس کی نفائس المنن صفحہ ۱۲۵ پر تردید ہو چکی ہے - اس سے زیادہ دل چاہا تو صفحہ ۱۶۸ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مثالب بیان کر دیئے - صفحہ ۱۷۰ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ میں چند کھجور کے درختوں کے واسطے "سب" یعنی گالی گلوچ کا ہونا بیان کر دیا حضرت عقیلؓ اور حضرت صدیق اکبرؓ کے درمیان ترش گفتگو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عقیلؓ کو تہدید فرمانا بیان کر دیا - صفحہ ۱۷۳ سطر ۱۴ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تذلیل و تحقیر کا اتہام لگا دیا اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو اس کا باعث قرار دے دیا - خدا معلوم وہ روایتیں کس پایہ کی ہیں اور کس پایہ کی نہیں - ادھ کٹی روایتیں بیان کرنے کی تو عادت ہی ہے -

حضرت امیر معاویہؓ کی تاویل بعید کی حمایت پر آئے تو حضرت علیؓ کی طرف صفحہ ۱۷۶ میں اس فقرہ کو منسوب کر دیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اللہ نے قتل کیا اور میں اللہ کے ساتھ ہوں اور اسی کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ

وجہ پر قائلین حضرت عثمانؓ کی دلجوئی کا اتہام لگادیا۔ صفحہ ۱۷۴ میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیۂ شریفہ قرآنی کے معانی کی تاویل بعید کو
منسوب کردیا۔ اور ایسے بھونڈے طریقہ پر کہ توبہ توبہ! فرماتے ہیں "دیکھئے
حضرت رسول کریم نے عبداللہ بن سلول (؟ سلول) کی نماز جنازہ جو
مغفرت کے لئے پڑھی جاتی ہے پڑھادی حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔
قرآن شریف میں ہے ان تستغفر لہم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لہم[1] —
آنحضرت نے جواب میں فرمایا کہ ستر بار سے زائد دعا کروں گا۔ حالانکہ
ظاہر ہے کہ سبعین مرۃ محاورۂ عرب کے بموجب تحدید کے لئے نہیں
ہے بلکہ تکثیر کے لئے ہے یعنی چاہے جتنی بار کرو۔ اسی کے ساتھ یہ بھی باور
نہیں کیا جاسکتا کہ آنحضرت قرآن شریف کے معنی نہیں سمجھے (نعوذ باللہ)
پھر ضعیف تاویل آپ نے فرمادی۔ ظاہر ہے کہ اُس وقت آنحضرت
پر وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین[2] کا غلبہ تھا اپنی ضعیف تاویل نظر میں مغلوب
ہوگئی تھی"۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ یہ آج معلوم ہوا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسی غلبۂ حال کی وجہ سے قرآن شریف کی ضعیف تاویل
فرمادیا کرتے تھے (نعوذ باللہ منہا) اور یہ بھی آج ہی معلوم ہوا کہ محاورۂ عرب
معانی قرآنی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فہم سے زائد مستند تھا
(استغفر اللہ) اور یہ بھی آج واضح ہوا کہ ساڑھے تیرہ سو برس پہلے کے محاورۂ
عرب سے صاحب سبل السلام (خاکم بدہن) آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم اور صحابہ کرام سے زیادہ واقف ہیں (معاذ اللہ منہا)۔ ظاہر ہے

فٹ نوٹ

[1] ترجمہ۔ (اے رسول!) اگر آپ ان (منافقین) کیلئے ستر بار استغفار کریں گے تب بھی اللہ ہرگز
انکی مغفرت نہ کریگا۔ (توبہ)

[2] ترجمہ۔ ہمنے تمکو اے رسول تمام عالموں کیلئے رحمت بناکر بھیجا۔

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میں ستر بار سے زائد دعا کرونگا"
اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سن کر سکوت کیا۔ اگر محاورہ عرب کی رو سے
"سبعین مرۃ" کے یہی معنی ہوتے جو صاحب سبل السلام نے مراد لئے
ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر لوٹ کر یہ سوال کرتے کہ آیۂ قرآنی میں
محاورہ مروجہ کے خلاف یہ معانی کیسے؟ میں تو اس موقع کے لئے اس امر
کا قائل ہونا زیادہ بہتر سمجھتا ہوں کہ "سبعین مرۃ" کے معنی محاورہ عرب میں جہاں
تکثیر کے لئے جاتے تھے وہاں تحدید کے بھی لئے جاتے ہوں گے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی فہم قرآنی کو صحابہ کرام کی فہم قرآنی سے بدرجہا زائد
فائق سمجھتا ہوں۔ بجائے اس کے کہ محاورہ عرب کی رعایت کرنے کے
لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو تاویل بعید قرار دیا جائے
اور اس کا سبب آنحضرت کی کسی چیز سے بھی مغلوبیت قرار
دیجائے خواہ وہ چیز خود آنحضرت ہی کی صفت رحمت ہی کیوں نہ ہو۔
ہمارا عقیدہ تو اب تک یہی ہے کہ رسول بجز قضا و قدر کے کسی اور
چیز سے مغلوب نہیں ہوتا۔ بلکہ بعض وقت رسول کی دعا سے قضا
پلٹ گئی ہے کہ لا یرد القضاء الا الدعاء (ترجمہ قضاء کو کوئی چیز بجز دعا کے
رد نہیں کرسکتی)۔

اس کے بعد فرماتے ہیں "اسی طرح حضرت معاویہؓ پر انتقام قتل
عثمان رضی اللہ (؟ عنہ) کا غلبہ تھا۔ قاتلین عثمانؓ کو دیکھکر خون میں جوش
آتا ہوگا لہذا آپ نے بھی تاویل کردی کہ سبب بعید کی طرف انتساب قتل
کا کردیا۔" سبحان اللہ آپ نے حضرت امیر معاویہؓ کی جوش انتقام
سے مغلوبیت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جوش رحمت کی (اپنی مفروضہ)

مغلوبیت سے مقابلہ کیا ہے اور یہ اُس تاویل بعید پر بھی طرہ ہے۔ ذرا جوش انتقام (یعنی قہر و غضب) اور رحمت کی یکجنسی کو تو ملاحظہ فرمائیے۔ گویا امیر معاویہؓ کی شخصیت اتنی بڑی جلیل القدر تھی کہ ان کا قہر بھی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت دونوں مساوی پایہ کی چیزیں تھیں۔ کہ وہ اپنی مفروضہ تاویل بعید اور بعید در بعید تاویل بعید ایک ہی حکم میں آگئیں بلکہ ایک ہی سانچہ میں ڈھل گئیں حالانکہ ؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

سب سے بڑی کامیابی جو احسن الانتخاب و نفائس اللغٰن کے مضامین کو رفض قرار دینے میں بزعم خود صاحب سبیل السلام کو ہوئی ہے وہ ارجح المطالب اور اُس کے مولف مولوی عبید اللہ بسمل امرتسری کے مثالب ہیں۔ انکشافات ستم اور سبیل السلام کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کتابوں کے مولفین نے باہم مشورہ سے ارجح المطالب کے متعلق اپنی اپنی خدمات تقسیم کرلی ہیں۔ چنانچہ انکشافات ستم میں (جیسا کہ سابقاً ذکر ہو چکا) یہ دکھایا گیا ہے کہ احسن الانتخاب و نفائس اللغٰن تمام تر ارجح المطالب ہی کا آئینہ ہیں۔ بلکہ انھوں نے یہ زبردستی کا اتہام لگایا ہے کہ خاکم بدہن ارجح المطالب کی عبارتوں کا غصب کیا گیا ہے (حالانکہ جب احسن الانتخاب میں فہرست مآخذ میں ارجح المطالب کا نام موجود ہے تب اس میں سے کوئی عبارت بھی کہیں سے اخذ کی جائے داخل غصب یا سرقہ نہیں کہی جاسکتی۔ چاہے مفہوماً اخذ کی جائے چاہے لفظاً۔ چاہے جزءً چاہے کلاً۔ چاہے ہر عبارت کے ساتھ حوالہ دیا جائے یا نہ دیا جائے اسکا وقائع تو صفحات سابق میں ہو چکا ہے)۔ اور سبیل السلام میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ صاحب ارجح المطالب نے جو کچھ لکھا ہے شیعہ عقائد کے ماتحت

لکھا ہے - چنانچہ اس مقصد کے لئے مولف ارجح المطالب کا ایک خط برخوردار ضیاء الدین صاحب کرمانی نے حاصل کیا اور ان سے لے کر سبیل اسلام میں شایع کیا گیا - جس کے مخصوص الفاظ یہ ہیں کہ "ارجح المطالب اُس وقت کی تالیف ہے جب کہ خاکسار مذہب امامیہ کا پیرو تھا یہ کتاب احقر نے اسی مذہب کی تائید میں اسی مذہب کی مخصوص ذہنیت کے ماتحت لکھی تھی بحمد اللہ اب عاجز کو شرح صدر ہو گیا لہذا باتباع حق باطل کو ترک کر دیا ہے .... میں شیعہ مذہب سے تائب ہو چکا ہوں اور احمدی مشرب ہوں -"

اس کے ساتھ کسی مولانا عبد الخالق صاحب مدرس مدرسہ چوک فرید امرتسر کا ایک خط شایع کیا گیا ہے جس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ مولف ارجح المطالب کھتری تھے - پہلے خالی الذہن مسلمان ہوئے پھر شیعہ ہوئے پھر قادیانی ہو گئے - اور ان کی مطلقہ بیوی اور اُن کا خاندان شیعہ ہے وغیرہ وغیرہ -

صاحب ارجح المطالب اس وقت ضرور قادیانی ہیں مگر اس سے صاحب احسن الانتخاب کی اُمکانی کوشش تحقیق" پر کوئی اثر نہیں پڑتا - صاحب احسن الانتخاب کا فرض اسی قدر تھا کہ وہ کتاب ارجح المطالب کے ملاحظہ سے اندازہ کریں کہ یہ کتاب شیعہ عقائد کے مطابق ہے یا اہل سنت کے عقائد کے اُس کو انھوں نے پڑھ کر عقائد اہل سنت کے من اولہ الی آخرہ مطابق پایا اور اُس سے انھوں نے مدد لی اور ڈنکے کی چوٹ پر مدد لی - فہرست ماخذ میں اس کا نام لکھ کر مدد لی - اُس میں انھوں نے یہ بھی دیکھ لیا کہ اُس کے مولف کا دعویٰ ہے کہ کسی شیعہ سے اخذ نہیں کیا گیا - جتنی کتابوں کے حوالے ہیں

وہ سب کتابیں اہل سنت کی ہیں۔ جو عبارت اخذ کی وہ کتاب موجود سے بھی ملائی اور بیشتر اُس کا حوالہ بھی لکھ دیا۔ اُس کے علاوہ بھی ایک دو کتابوں سے ملا لیا اس سے زیادہ امکانی تحقیق اور کیے کہتے ہیں۔

کتاب کے سرورق شیخ عبدالعلی الھروی الطہرانی (جن کے نام کے ساتھ سرکار شریعت مدار کے الفاظ لکھے ہوئے ہیں) کی تقریظ دیکھی جس میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ "والحق کہ کتابے بہ ایں ہیچ از کتب اہل سنت وجماعت تاحال تالیف شدہ" ان کو کوئی وجہ بدگمانی کرنے کی نہ تھی کہ کتاب کے مولف اہلسنت نہیں ہیں۔

صاحب ارجح المطالب اگر اس کی اشاعت کے بعد قادیانی ہوگئے تو اس سے ارجح المطالب پر کیا اثر پڑتا ہے۔ کل کو صاحب سبل السلام بھی خدانخواستہ قادیانی ہو جائیں اور ان کو ان کا کوئی دوست تین چار خطوں میں متواتر لکھے کہ یہ الفاظ لکھ بھیجے کہ میں نے فصل الخطاب یا سبل السلام شیعہ عقائد کے ماتحت لکھی تھی اور اس وقت میں نے تقیہ کر لیا تھا۔ اور ان خطوط میں ان پر ایسا رنگ بھی جمائے کہ اگر حسب دلخواہ جواب دیا جائیگا تو یہ شخص بھی قادیانی ہو جائے گا تو کون کہہ سکتا ہے کہ صاحب سبل السلام اس کے حسب دل خواہ جواب نہ لکھ دیں گے دور کیوں جائیے اگر اس وقت بھی کوئی ان کے حالی خاطر کرے کہ اگر میرے حسب دل خواہ کوئی تحریر دے دیجئے گا تو میں احسن الانتخاب کی تردید لکھوں گا اور اس کا یقین دلا دے تو جو چاہے ان سے لکھوالے۔ بہت زیادہ احتیاط کریں گے تو سیدھے سادے الفاظ نہ لکھیں گے تاویل بعید کا مفہوم لئے ہوئے الفاظ لکھ دیں گے مگر کچھ نہ کچھ لکھ ضرور دیں گے۔ اسی طرح مجھے یقین ہے کہ برخوردار ضیاءالدین صاحب

کرمانی سلمہ نے صاحب ارجح المطالب کو جو خطوط لکھے اُن میں متعدد بار اُن سے یہ الفاظ لکھ بھیجنے کی خواہش کی اور ساتھ ہی ان پر ان کی ہمخیالی و ہم مشربی کا ایسا رنگ جمایا کہ وہ یہ سمجھے کہ اگر اس وقت ان کا دل ہاتھ میں لیا جائیگا تو شاید آگے چل کر یہ بھی قادیانی جماعت میں شامل ہو جائیں۔ اور ایک ایم۔اے اور اتنے بڑے عربی داں کا انکی جماعت میں شامل ہو جانا ظاہر ہے کہ کتنی بڑی نعمت اور کتنا فوز عظیم اُن کے لئے ہے خصوصاً ایسی حالت میں کہ وہ اس وقت اپنے آپ کو اپنی نیست میں امر حق پر سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اُنھوں نے بھی تاویل بعید کا مفہوم اپنے ذہن میں رکھکر یہ الفاظ لکھدیئے کہ میں اُس وقت شیعہ خیال کا تھا اور انھیں خیالات کے ماتحت میں نے یہ کتاب لکھی تھی۔ جب تاویل بعید کے مستند ہونے کا استناد حضرت امیر معاویہ رضؓ کے فعل سے کر ہی لیا گیا ہے تو صاحب ارجح المطالب کی تاویل بعید ان کے لئے کیوں معیوب سمجھی جائے۔ انھیں کیا معلوم تھا کہ کرمانی صاحب بجائے قادیانی ہو جانے کے سر دست اس خط کو ان کے خلاف غلیظ بنا کر اُچھیا لیں گے اور انکی اس کتاب کو جو کہ شیعوں میں تو مطعون ہے ہی۔ اب اہلسنت میں بھی مطعون کریں گے۔

جیسا کہ ثابت کیا گیا ہے مولف ارجح المطالب کے موجودہ یا سابقہ مذہب کی تحقیق کی کوئی ضرورت نہ تھی دیکھنا صرف یہ تھا کہ خود ارجح المطالب اپنے مولف کا کیا مذہب ثابت کر رہی ہے۔ چنانچہ ارجح المطالب خود پکار پکار کر اپنے آپ کو اہل سنت کی کتاب بتا رہی ہے۔ علاوہ بریں اگر صاحب سُبل السلام نے ارجح المطالب کو اس وجہ سے ناقابل اعتماد سمجھا ہے کہ وہ اُس کے مولف کو شیعہ سمجھتے ہیں تو اُن کو اُسی مولف کے خط پر اعتماد کرنا

کیوں زیبا ہے۔ باایںہمہ چونکہ اُنھوں نے صاحب ارجح المطالب کے خبط اور تاویل بعید پر (جس کے کہ وہ بہت بڑے حامی ہیں) اعتماد کیا ہے لہذا میں بھی ان کے خطوط سے کہ جو خود میرے نام ہیں عبارتیں اقتباس کر کے ذیل میں پیش کرتا ہوں کہ جن سے یہ ثابت ہو جائیگا کہ اُنھوں نے مذکورہ بالا فقرات کس دھوکے میں آکر اور کیا مراد لے کر لکھے تھے۔ اور یہ تو پہلے ہی سے ثابت ہے کہ ان کی اس طرز تحریر کا اثر احسن الانتخاب و نفائس اللغات وغیرہ پر ہرگز نہیں پڑتا ہے کیونکہ اسمیں جو کچھ اخذ کیا گیا ہے وہ درحقیقت اُس کے ماخذ سے اخذ کیا گیا ہے جو اہل سنت کی کتابیں ہیں۔

۱۔ " مولف ارجح المطالب عبید اللہ بسمل امرتسری .... وہ مرم کوٹ میں پیدا ہوا۔ امرتسر میں پرورش پائی رام پور میں جوانی گذاری۔ بوڑھا ہوا تو قادیان میں آ گیا۔ ...... ابا عن جد حنفی المذہب تھا پھر وہابی ہوا پھر شیعہ پھر تفضیلی پھر احمدی۔ ...... اولاً نقشبندی پھر قادری پھر چشتی آخر میں احمدی مشرب مشہور ہوا والد ماجد حاج الحرمین الشریفین ملا منظر جمال طاب اللہ ثراہ نقشبندی مجددی حضرت سید امام علی شاہ صاحب سجادہ نشین درگاہ ترپہتر شریف کے خلیفہ تھے۔ ...... جب امرتسر میں وفات پا کر میاں عبد الصمد کے تالاب کے کنارے جو کھنڈی میں مدفون ہوئے تو میر کرامت اللہ صاحب میر تخلص نے تاریخ کہی ؎

پئے سال تاریخ آں خوش خصال بگو ہادی ہند منظر جمال

آپ قوم ککے زئی کے ایک فرد تھے جو پنجاب اور یو۔ پی۔ میں پھیلی ہوئی ہے ان میں سے بعض کا دعوٰے ہے ہم صدیقی ہیں اور بعض کا خیال ہے ہم ملک طالوت کی نسل سے ہیں اور بنی اسرائیل ہیں اس لئے ملک کہلاتے ہیں بعض کہتے ہیں ہم افغان ہیں جس پر زئی کا لفظ دلالت کرتا ہے .... واللہ اعلم بحقیقۃ الحال .... میری والدہ سیالکوٹی تھی۔ میرا نانا میر عبد الغنی بلوچستان کا رہنے والا

تھا۔ میرے ماموں محمد یار کو جب وہ امرتسر میں آیا تھا ایک شخص نے
خانصاحب کہکر پکارا تھا وہ برہم ہوکر بولے تھے میں خان نہیں سید ہوں
العہدۃ علی الراوی۔ عبیداللہ بسمل کی امرتسری بیوی کا نام زینب ہے
امیر پیر صاحب کی بیٹی ہے امیر پیر صاحب مرحوم مخدومی پیرزادوں
میں سے تھے سنی المذہب قادری مشرب تھے میاں مظہر جمال صاحب
کی بزرگی اور سجادہ نشینی کی وجہ سے یہ تعلق قائم ہوا تھا........ جبکہ
عبیداللہ بسمل امرتسری نے ارجح المطالب کے دیباچہ میں خود لکھا ہے
اصغر العباد عبیداللہ بن مظہر جمال امرتسری' تو یہ تحقیق کرلینا زیبا تھا
کہ میاں مظہر جمال کون تھے اور ان کے کتنے بیٹے تھے۔ کیا کوئی عبیداللہ
بسمل بھی تھا یا نہیں۔ میاں مظہر جمال کس قوم سے تھے اور کیسے تھے
.... خدا کے فضل سے عبیداللہ مسلمان بن مسلمان بن مسلمان ہے
نہ کھتری ہے نہ نومسلم..... پھر عبیداللہ بسمل نے یہ لفظ ارجح المطالب
یا کسی کتاب کے سرورق پر کب لکھا ہے کہ میں سید ہوں۔ میں اگر
کھتری نومسلم ہی سہی کتاب تو کھتری نہیں۔ انظر الی ما قال ولا تنظر
الی من قال۔ میرے ہمنام مولوی عبیداللہ نومسلم مصنف کتاب
تحفۃ الہند گذرے ہیں آج تک اُن کے نام پر لوگ رحمۃ اللہ علیہ
کہتے ہیں........"

"مکرر عرض ہے میں نہیں جانتا کہ کسی صاحب نے کیوں اس قدر
تگ و دو کی ہے کہ امرتسر خط لکھا اور میرے حسب و نسب کی جستجو
کی۔ کتاب میں میں نے کب دعوی کیا تھا کہ میں سید صحیح النسب ہوں
اول تو مجھکو خط لکھا کہ آپ نے شیعہ مذہب ترک کیا ہے؟
لکھ بھیجو۔ جب میں نے یہ لکھدیا کہ ہاں صحیح ہے تو پھر اس پر مولانا مولوی
عبدالخالق صاحب کی خدمت میں لکھا......"

۲۔ خاکسار گمنامی کے گوشہ میں عمر کے آخری ایام گذار رہا تھا یہاںتک کہ
قوم کے زبان کے تاریخ نویس نے لکھدیا کہ بسمل قادیان کی سرزمین
میں جاکر پیوند خاک ہوگیا اور لوگوں نے ہنسی اڑائی کہ آجکل کے محققین
کی یہ تحقیق ہے۔ میں تو عزلت گزینی ہی کو پسند کرتا تھا کہ مولانا مولوی

ضیاء الدین صاحب کرانی نے عطوفت نامہ بھیجکر ارجح المطالب کی نسبت استفسار فرمایا کہ تم نے یہ کتاب کس وحیثیت میں لکھی تھی۔ ہم نے سوال کی اہمیت پر غور نہ کیا اور سادہ لوحی سے لکھدیا کہ میں اس وقت شیعہ خیال کا تھا۔ اب تائب ہوں۔ مولانائے موصوف نے خاکسار کی تحریر کو ایک مجذوب کی بڑ سمجھ کر اعتبار کے لائق نہ سمجھا اور مولویانہ جرح و تعدیل شروع کردی اور مولانا مولوی عبدالخالق صاحب امرتسری کو لکھا۔ بسمل کون ہے؟ کس خاندان کا؟ مولانا عبدالخالق کی تحقیق انیق میں بسمل ایک کھتری زادہ نو مسلم نکلا۔ کیونکہ بسمل کی مطلقہ بی بی شہادت دیتی ہے۔ شریعت غرا میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں شہادت کے لئے ضروری ہیں لیکن مولانا عبدالخالق صاحب مدرس مدرسہ چوک فرید امرتسر نے ایک ہی عورت کی شہادت پر حکم لگانا کافی سمجھا اور مولانا ضیاء الدین صاحب نے بھی ان کی جرح و تعدیل کو یحیٰی بن معین کی تعدیل کے ہم پایہ مستند تصور فرمایا اور مزید تحقیقات کی ضرورت نہ سمجھی۔ حالانکہ ارجح المطالب کی تالیف میں خاکسار کا منصب صرف ناقل روایات ہے نہ راوی روایات کتاب کا دیباچہ پڑھکر دیکھ لیا جائے۔ میں نے کھلے لفظوں میں لکھا ہے کہ امامیہ مذہب کی روایات سے نقل نہیں کیا حتیٰ کہ صحاح اربعہ تک کو بھی ہاتھ نہیں لگایا۔ جو مضمون درج کیا ہے وہ اہل سنن کی کتابوں سے لیا ہے۔ چنانچہ ان کتابوں کی فہرست دیباچہ میں لکھدی ہے تنقید کے تو یہ معنی تھے کہ مولانا ضیاء الدین صاحب پروفیسر لکھتے کہ فلاں حوالہ غلط درج کیا ہے یا فلاں عبارت میں تصرف کرکے عبارت کو بگاڑا ہے اس وجہ سے کتاب غلط روایات کا دفتر ہے تاکہ میں شکریہ کے ساتھ اصلاح قبول کرتا اور مطالعہ کرنے والوں کو بھی فائدہ ہوتا.....

..... میں نے جناب امیر کی محبت میں جو کچھ بھی لکھا ہوا پایا اس کے قلم بند کرنے کو اپنے لئے سرمایہ ایمانی سمجھا خواہ اس کو کوئی غلو سمجھے یا فرط عقیدت ..... ابن خلکان کی تاریخ وفیات الاعیان ملاحظہ ہو امام نسائی جیسے بزرگ کی نسبت کیا لکھا ہے۔"

سو۔ "مکرمنا۔ میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں اور اب بھی عرض کرتا ہوں
کہ میں ابا عن جد شیعہ ہرگز نہیں تھا۔ میرے والد وجد سنی المذہب
تھے۔ میرا خیال شیعہ مذہب کی طرف مائل ہو گیا تھا اسی ذہنیت
کے ماتحت ارجح المطالب کا لکھنا شروع کیا تھا مگر اثنائے تحریر میں
میرا خیال پلٹ گیا اور تفضیل کا مسئلہ مجھ کو پسند آیا پوری کتاب اسی
خیال کے ماتحت ہے۔ خواہ کرمانی صاحب نے دھوکا دیا ہو یا نہ دیا ہو۔
میں نے یہ لکھدیا تھا کہ بیشک میرا خیال شیعہ مذہب کی طرف تھا
اور اب نہیں ہے۔ میں سچ سچ عرض کرتا ہوں کہ متواتر تین خط کرمانی
صاحب نے میرے پاس بھیجے کہ یہ لکھ کر بھیجو کہ میں نے شیعہ
ذہنیت کے ماتحت یہ کتاب لکھی تھی اب تائب ہوں میں نے
جو الفاظ کرمانی صاحب نے لکھے تھے بجنسہ لکھدیئے۔ میری آنکھیں
اس وقت دکھتی تھیں خالق رضا سے لکھوائے۔ اب جبکہ انھوں نے چال
کھیلی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ انکی غرض کیا تھی۔ میں کسی ڈر یا خوف کے
ماتحت نہیں بلکہ خدا کو حاضر و ناظر کر کے کہتا ہوں کہ ابتداء کتاب میں
میرا خیال ضرور شیعہ مذہب کی طرف تھا مگر مطالعہ کرتے کرتے بعض واقعات
نے میرا خیال بدل دیا اور میں نے تفضیلی خیال پر کتاب لکھی اور اہلسنت
والجماعۃ کی کتابوں سے اخذ کیا اور شیعہ کتب کو ہاتھ تک نہیں
لگایا۔ حضرت علیؓ کے فضائل و مناقب ابھی میرے معتقدات میں ویسے
ہی ہیں جیسے اس کتاب کے لکھتے وقت تھے البتہ اب حضرت ابوبکر رضی
اللہ عنہ کی فضیلت کی طرف مائل ہوں۔ میں نے کتاب میں صاف
صاف لکھدیا تھا ۔ پاس ادب بہر پہار است ؛ لیکن بعلیؓ غزار
کار است۔ تعجب ہے کرمانی صاحب پھر کیوں خفا ہیں ۔۔۔۔۔۔۔
مکرر لکھتا ہوں کہ کتاب کے لکھتے لکھتے میرا خیال ہرگز یہ نہیں رہا تھا کہ
اصحاب ثلثہ اصحاب رسول نہیں مقبول خدا نہیں السابقون الاولون میں
نہیں۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ ان کی شان میں وارد نہیں۔ یا انھوں نے
خدمت اسلام نہیں کی۔ یا جناب امیرؓ نے ان کے حق میں بری گواہی دی
ہے۔ یا حسنین علیہما السلام نے انکی شان میں کچھ ہتک آمیز کلمات

کہے ہیں۔ پھر کہاں سے اور میری کس تحریر سے یا کتاب کے کس فقرہ سے
انھوں نے اخذ کیا ہے کہ میں کتاب کے لکھتے وقت غالی شیعہ تھا۔ بے شک
ابتداء میں میں مائل بہ اہل تشیع تھا لیکن کتاب کے لکھتے لکھتے میں شیعہ نہیں
رہا۔ محبت اہلبیت علیہم السلام جیسی میرے دل میں پہلے تھی اب بھی ہے اور
اسی کو میں اپنا ایمان سمجھتا ہوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنا پیشوا جانتا ہوں۔
حضرت ابوبکر صدیقؓ کو نبی تو نہیں جانتا مگر انبیاء سے کم نہیں مانتا۔ امیر معاویہ کو
میں صحابی تو مانتا ہوں مگر مجتہد صحابی نہیں مانتا۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان کی خطا
خطاء منکر تھی یا نہیں۔ اس بارہ میں کف اللسانی بہتر جانتا ہوں اور معاملہ
خدا پر چھوڑتا ہوں[1]۔ یزید کو ملعون جانتا ہوں[2] شمر کو لعنتی۔ یزید کے لشکر
سے متنفر ہوں اور سخت متنفر ہوں۔ میرے مکرم و معظم! میں ایک روسیاہ
بدعمل انسان ہوں مگر بحول اللہ و قوتہ بد اعتقاد نہیں۔ وہ اعتقاد جو مضر اسلام
نہو۔ اور جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کا شائبہ نہو اور جس میں
خیر امت کی کسر شان نہ ہوتی ہو اور جس میں صحابہ کرام و اہلبیت عظام کی نسبت
سوء ظن نہو۔ آئمہ ہدیٰ کی مذمت کا پہلو نہ نکلتا ہو اولیاء اللہ کی توہین نہوتی
ہو وہ میرا ایمان ہے اگر کوئی امر اس کے برخلاف ہے تو میں خدا کو گواہ کرکے
کہتا ہوں کہ میں اس سے بیزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھکو مرتے دم تک اس پہ
رکھے اور اس پر میرا خاتمہ ہو۔ اگر کرمانی صاحب یا کوئی اور میری تذلیل یا
توہین کے درپے ہیں تو میں اس کو اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھتا ہوں۔ خدا
مجھکو ایسی توفیق نہ دے کہ میں کسی کی مذمت یا تحقیر یا تذلیل کے پیچھے لگ جاؤں
کرمانی صاحب یا مصنف سبل السلام دل کھول کر مذمت کریں، ہجو کریں گالیاں
دیں۔ خدا ان کو توفیق دے کہ وہ ایسا کریں۔ میں انکی خدمت میں بے ادبی
نہ کروں گستاخی نہ کروں۔ فقط والسلام"

۴۔ "فرض کرو میرے قلم سے یہی نکلا ہو یا میں یہی کہتا ہوں کہ میں نے کتاب
کے شروع میں شیعہ ذہنیت کو مدنظر رکھا تھا مگر کتاب تو نہیں کہتی کہ میں
شیعہ ذہنیت کے ماتحت ہوں۔"

۵۔ جو کچھ انھوں نے تحریر فرمایا تھا میں نے خالق رضا سے نقل کرادیا تھا۔
میری آنکھیں علیل تھیں لیکن میرا عذر عذر لنگ ہے کیونکہ مجھکو ہرگز

[1] ناظرین! کیا شیعہ مذہب کے یہی عقائد ہیں؟

[2] یہ الفاظ البتہ فصل الخطاب اینڈ کو کے پیٹ میں پھر درد پیدا کرنیوالے ہیں۔

معلوم نہیں تھا کہ بات کہاں تک طول پکڑ جائیگی والله علی ما نقول شہید۔ میں اپنی بات پر قائم ہوں کہ ابتدائے کتاب لکھتے وقت شیعہ خیال تھا۔ درمیان میں میرا خیال تفضیل کی طرف مائل ہوگیا اور میں نے شیعہ ہونے سے توبہ کرلی ہے۔ بے شک اگر شیعہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ صحابہ ثلثہ کو برا کہا جائے تو میں اس سے تائب ہوں اور اگر شیعہ ہونے کے معنی محب اہلبیت نبوی کے ہیں تو میں تائب نہیں۔ اسی طرح سے اگر سنی ہونے سے یہ مراد ہے کہ اہل بیت نبوی سے روگردانی جائے تو میں سنی ہونے سے بھی تائب ہوں اور اگر سنی کے معنی ہیں صحابہ کرام سے ارادت رکھنا تو میں الحمد للہ شیعہ سنی المذہب ہوں۔

۶:- ارجح المطالب کے مطالب میں نے اہل سنت والجماعت کی کتب سے اخذ کئے ہیں اہل تشاع کی کتابوں سے کوئی مطلب نہیں لیا۔ کتابوں کی فہرست ابتدا میں درج ہے اگر وہ کتابیں اہل سنت کے نزدیک مستند ہیں تو مطالب بھی مستند ہیں۔ ارجح المطالب کا رد کرنا ان کتابوں کا رد کرنا ہے۔ کرمانی صاحب یا مصنف سبل السلام کے لئے لازم ہے۔

(۱) یا تو یہ تحریر فرمائیں کہ ارجح المطالب میں جو روایات درج ہوئی ہیں ان کے نقل کرنے میں ارجح المطالب کے مولف نے تصرف کیا ہے۔

(۲) یا یہ رقم فرمائیں کہ یہ حوالجات ان کتابوں میں موجود نہیں۔ جن کا حوالہ ارجح المطالب میں درج ہے۔ باقی ماندہ مولف کے مذہب سے یا اس کے چال چلن سے بحث کرنا یا اس کو برا جاننا یا نیک جاننا نہ کتاب کی حیثیت بگاڑ سکتا ہے نہ سنوار سکتا ہے۔ ذاتیات پر حملہ کرنا شریفانہ شیوہ نہیں تنگ حوصلہ لوگوں کا کام ہے امام نسائی کی الخصائص۔ امام احمد بن حنبل کی کتاب المناقب۔ تاریخ ابن عساکر تاریخ طبری اٹھا کر دیکھیں ارجح المطالب سے زائد مطالب اس میں موجود ہیں اور یہ کتابیں اہلسنت والجماعت کے مشاہیر بزرگوں کی ہیں۔ اگر کوئی صاحب بہادر ہے تو ان کی تردید لکھکر دکھائے...... سبحان اللہ! بس مل تو حضرت علیؓ کے مناقب اور فضائل اور خصائص لکھے۔ بجائے اس کے کہ اس کو ایماندار شخص کہا جائے...... فاسق فاجر...... کے خطابات سے یاد کیا جائے اور خود کچھ بھی نہ کریں اور محقق مدقق نکتہ رس نکتہ فہم محب آل رسول محب صحابہ کہلائیں"۔

۷۔ بے شک میں شیعہ خیال سے تائب ہوں کہ صحابہ کرام کی جناب میں سبّ و شتم و لعن کرنا میرے نزدیک گناہ کبیرہ ہے۔ مگر تفضیل کا اعتقاد نہ گناہ کبیرہ ہے نہ صغیرہ اہل بیت کرام سے محبت اور صحابہ کرام سے ارادت میرے نزدیک جزو ایمان ہیں کتاب (ارجح المطالب) یہی کہہ رہی ہے اور میں بھی بلا خوف و خطر یہی کہہ رہا ہوں۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ میرا خاتمہ اسی پر ہو۔ میں نے ارجح المطالب میں حضرت علیؓ کو خدا نہیں لکھا۔ رسول خدا نہیں لکھا۔ ہاں مظہر صفات خدا لکھا ہے۔ آئینہ کمالات مصطفےٰ لکھا ہے اعلم صحابہ لکھا ہے۔ اقرء صحابہ لکھا ہے۔ افرس العرب لکھا ہے۔ اسخی الناس لکھا ہے۔ افضل الناس بعد خیر البشر[۱] لکھا ہے اور اب بھی لکھتا ہوں۔ ہاں بعض خدمات دین میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اور بعض میں مولا علی کرم اللہ وجہہ کو افضل جانتا ہوں[۲] اور اس پر بھی حقیقۃ الفضل عند اللہ کہتا ہوں[۳]۔ میں نے خلافت کا جھگڑا کتاب میں نہیں لکھا کہ کون حق یا خلافت تھا اور کون نہیں تھا میں نے صحابہ کے مطاعن پر ہرگز ہرگز قلم نہیں اٹھایا[۴]۔ میں نے کتاب کے دوران میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں بحمد اللہ کوئی گستاخی کا لفظ نہیں لکھا۔ فرض کر لیں میرے قلم سے بھی نکلا ہو یا میں یہ بھی کہتا ہوں کہ میں نے کتاب کے شروع میں شیعہ ذہنیت کو مد نظر رکھا تھا مگر کتاب تو نہیں کہتی کہ میں "شیعہ ذہنیت" کے ماتحت ہوں۔ ہاں اگر تفضیل کے پہلو کو شیعہ پن سمجھا جاتا ہے تو یہ ایک دوسری حقیقت ہے۔ لاریب میں نے حضرت علی کو حضرت صدیق اکبر پر کلی فضیلت دینے کا حرف لکھا ہے تو یہ میری ایک غلط فہمی تھی اگر جزئی فضیلت کا حرف ہے تو میں اب بھی اسی پر ہوں[۵]"

ناظرین! اسکے بعد مولف ارجح المطالب کے متعلق ایک شیعہ ادیب یعنی اڈیٹر "اصلاح" کی رائے بھی ملاحظہ فرمائیں جو انھوں نے شیخ ابو الفضل بادشاہ حسین (شیعی) انسپکٹر آبکاری سیتاپور کے نام ایک نجی خط میں لکھی ہے۔ یہ خط اڈیٹر "اصلاح" نے

دفتر "اصلاح" کھجوا ضلع سارن سے ۲ ذی القعدہ ۱۳۵۳ھ کو انسپکٹر صاحب کے نام لکھا ہے۔

(۱) "مولوی عبید اللہ امرتسری ہرگز شیعہ نہیں تھے۔
(۲) ان کے رشتہ دار بھی شیعہ نہیں ہیں نہ تھے۔ دلیلیں ملاحظہ ہوں۔
(الف) ممدوح کا نام ہی کہتا ہے کہ وہ شیعہ نہیں تھے۔
(ب) اس نام کا کوئی شیعہ کبھی بھی امرتسر میں نہیں تھا۔
(ج) کوئی صاحب ان کو شیعہ کہیں تو وہ ثبوت دیں کہ (؟ کیونکہ) انکے والدین سنی تھے اور امرتسر کا کوئی شخص بھی بتائے کہ اس نام کا کوئی شخص وہاں کبھی شیعہ تھا۔ جس نے شیعوں کی سی نماز پڑھی ہو یا سنیوں کی عیدگاہ میں نہ گیا ہو۔
(د) اگر امرتسر میں وہ صاحب شیعہ ہوتے تو اپنی کتاب کسی شیعہ مطبع میں طبع کراتے یا کسی شیعہ دوکاندار کو دیدیتے۔ اس کے خلاف یہ کتاب کئی مرتبہ سنی مطبع ہی میں چھپی اور اس کی طبع و اشاعت کا دائمی حق مصنف نے ایک مشہور سنی دوکاندار شیخ جان محمد آلہ بخش گنائی تاجران کتب لاہور کو دیا اور وہی برابر چھاپ کر شائع کر رہے ہیں۔
(ہ) اگر وہ شیعہ ہوتے تو لاہور امرتسر سے بہت قریب ہے اور ہر وقت ایک دوسرے سے ہر قسم کے تعلقات قائم ہیں۔ گویا لاہور اور امرتسر ایک مکان کے دو کمرے ہیں۔ شیخ جان محمد تاجر کتب سے مصنف کا شیعہ ہونا یا تقیہ میں ہونا مخفی نہیں رہتا اور وہ اس کتاب کی طبع و اشاعت سے انکار کر دیتا کہ شیعہ کی کتاب میں کیوں چھاپوں۔ یہ بہت بڑی زبردست دلیل اس کی ہے کہ شیخ جان محمد مولوی عبید اللہ کو خوب اچھی طرح جانتا اور ان کے حالات سے اچھی طرح واقف تھا........." "علاوہ بریں مصنف نے اس کتاب میں شیعوں کی کافی رد کی ہے مثلاً ان واقعات تحقیق سے چشم پوشی کر کے جو کچھ جس کے جی میں آئے سو کہے نہ وہ بزرگوار غاصب تھے اور نہ کسی کا حق چھینا چاہتے تھے جو کچھ انھوں نے کیا وہی مقتضائے وقت تھا۔

ان کی نیت بالکل نیک تھی۔ ان کی نیک نیتی کی بدولت خدا نے ان کو وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کا صلہ عطا فرمایا تھا صفحہ ۵۴ کیا یہ مذہب شیعہ کو منہدم کرنا نہیں ہے؟"

"ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے" یہ خاکسار جو اپنا مسلک رکھتا ہے ہدیہ ناظرین کرتا ہے (۱) جناب سرور عالمؐ کے بعد جناب امیرؑ سب صحابہ سے افضل اور اعلیٰ تھے (۲) جناب امیرؑ اور اہل بیت کے بعد بلاشبہ حضرات شیخین تمام صحابہ سے افضل تھے (۳) عشرہ مبشرہ میں سے ہر ایک صاحب مستحق خلافت تھا کیونکہ خلافت فی النبوۃ امر محال ہے باقی رہگئی خلافت فی البقار اصلاح امۃ۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہر ایک کو اس کا استحقاق حاصل تھا جس کو حاصل ہوگئی وہی خلیفہ ہوگیا" "خلافت امر منصوص نہیں تھا اگر ہوتا تو اس قدر جھگڑے کیوں پیش آتے۔ اور انصار منا امیر و منکم امیر کیوں کہتے۔ مہاجر اس نص کو پیش نہ کرتے"۔ (صفحہ ۸۳ سطر ۷ تا ۱۴) کیا کوئی سنی اس سے زیادہ شیعوں کی رد کریگا۔ اصل یہ ہے کہ وہ تفضیلیہ سنی تھے ...... وقت ہو تو اس کتاب سے اور عبارتیں ایسی نقل کی جائیں جن میں اس نے شیعوں کے خلاف بہت لکھا ہے مثلاً" اگر بفرض محال وہ حضرات ایسے ہی تھے جیسے کہ ہمارے امامیہ احباب بیان کرتے ہیں تو جناب امیرؑ نے ان کو آنحضرتؐ کے ممبر پر کیوں بیٹھنے دیا۔ آنحضرتؐ کے مدفن اطہر کے پہلو میں کیوں دفن ہونے دیا اگر یہ کہا جائے کہ تقیہ کیا تھا تو بھی ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اصحاب جناب امیرؑ جیسے اشجع عرب سے فدک چھین لیں خلافت غصب کرلیں۔ بیٹی چھین لیں گھر جلادیں اور جناب امیرؑ ان کا منہ دیکھتے کے دیکھتے رہ جائیں۔ جناب حسینؑ نے تو اپنا سر اقدس کٹا دیا تھا پھر اپنا گھر جلوایا تھا۔ جناب امیرؑ زندہ ہوں اور اُن کے سامنے ان کا گھر جلایا جائے نہایت تعجب کی بات ہے"۔ اسی طرح بہت ہے اگر زیادہ کی ضرورت ہو تو جواب آنے پر دوبارہ نقل کرکے روانہ کردوں"۔

غرضکہ میں نے ناظرین کے سامنے مولف ارجح المطالب کے خطوط کے اقتباسات بھی پیش کردیئے اور ایک شیعہ ادیب کی

رائے بھی اس کتاب کے بارہ میں پیش کردی اور اس ضمن میں اس کتاب
کے بھی اقتباسات پیش کردیئے ۔ یہ بھی دکھا دیا کہ اُس کتاب میں خود ہی
یہ دعویٰ موجود ہے کہ اُس میں شیعہ کتابوں سے اخذ نہیں کیا گیا اور ایک
شیعہ ادیب کی تقریظ میں اس امر پر فخر موجود ہے کہ یہ کتاب ایک
اہل سنت کی ہے ۔ اب ناظرین خود فیصلہ کرلیں کہ کتاب اپنے آپ کو
سُنی عقائد کے ماتحت بتاتی ہے یا شیعہ ۔ اور شیعہ اس کو سُنی عقائد کے
ماتحت قرار دیتے ہیں یا شیعہ اور خود مؤلف صاحب اس کو سُنی عقائد کے
ماتحت قرار دیتے ہیں یا شیعہ ۔ اس کا طابع و ناشر سُنی ہے یا شیعہ ۔
نیز بیس برس سے زیادہ اس کتاب کی اشاعت کو ہوئے اب تک سُنی
اس کتاب کو سنی عقائد کے ماتحت قرار دیتے رہے یا شیعہ

ناظرین یہ بھی انصاف کریں کہ آیہ شریفہ ومن یہن اللہ فما لہ من مکرم
جو صاحب سبل السلام نے اس موقع پر بڑی مسرت کیساتھ لکھی ہے ۔
اب کس پر صادق آتی ہے ۔

اس کے بعد ناظرین کے سامنے سبل السلام کا صفحہ ۴۴۲ پیش
کرتا ہوں جس میں سطر ۱۰ پر "محققین مورخین کو اس سے اختلاف ہے"
لکھکر احسن الانتخاب کی عبارت منقولہ کی تردید کی ہے اور اپنے استدلال
میں لیکچر ("اسلام میں اختلافات کا آغاز" مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی اسلامیہ
کالج لاہور) کو پیش کیا ہے ۔ یہ لیکچر قادیانی خلیفہ کا ہے ۔ یعنی مارٹن
ہسٹاریکل سوسائٹی اور قادیانی خلیفہ صاحب سبل السلام کے نزدیک
محققین مورخین ہیں ۔ اگر قادیانیت ہی صاحب سبل السلام کے نزدیک
مقبول ہے تو پھر بیچارے سید احمد بریلوی کو جا بجا طعناً "ثم القادیانی"

کیوں لکھا ہے ؟ ۔ اور اگر نہیں مقبول ہے تو پھر قادیانی خلیفہ کے لکچر سے استدلال کرنا کیا معنی ؟

صفحہ ۱۹۰ سطر ۱۳ سے صفحہ ۱۹۱ سطر ۱۳ تک یہ لکھنے کی کوشش کی ہے کہ مولانا بحرالعلوم صاحب قدس سرہ نے حضرت ملا نظام الدین قدس سرہ کا تخطیہ کیا ہے اور حضرت آخرالذکر قدس سرہ سے تسامح واقع ہوا ۔ اور استدلال میں شرح مسلم الثبوت صفحہ ۲۴۲ کی یہ عبارت پیش کی ہے کہ "معاویۃ والذی علیہ جمہور اہل السنۃ ان ہذا ایضاً خطاء فی الاجتہاد" الخ ۔ گویا کہ اتنی سی عبارت نقل کرکے اپنے نزدیک یہ ثابت کرکے فارغ ہوگئے ہیں کہ مولانا بحرالعلوم رح امیر معاویہ رض کی خطاء کو اجتہادی قرار دیتے ہیں اور اپنے والد مغفور کے تسامح کی طرف اشارہ کرتے ہیں ۔ حالانکہ یہاں بھی صاحب سبل السلام نے اپنی پرانی عادت پر عمل کیا ہے اور ادھ کٹی عبارت لکھکر اور بعدہ اس کو اپنا موید قرار دیکر ناظرین کو دہوکھا دیا ہے ۔ پوری عبارت مع ترجمہ کے ملاحظہ ہو ۔

بقی امر بغی معاویۃ والذی علیہ جمہور اہل السنۃ ان ہذا ایضاً خطاء فی الاجتہاد ولا یلزم منہ بطلان العدالۃ لکن یخدشہ عدم اظہار الحجۃ فی مقابلۃ امیر المومنین علی وکان ہو الیمین للحق واصرارہ علی الصنیع الذی صنع مع ان قتل عمار کان من ابین الحجج علی حقیقۃ رای امیر المومنین ولم ینقل الخ

باقی رہا امر بغاوت معاویہ رض اور جسکی طرف جمہور اہل سنت گئے ہیں کہ یہ بھی خطاء اجتہادی تھی اور اس سے عدالت باطل نہیں ہوتی لیکن اسکو مخدوش کرتی ہے عدم اظہار حجت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں درانحالیکہ وہ (حجت) امر حق کیلئے ظاہر نہ تھی (اور مخدوش کرتا ہے) انکا (یعنی امیر معاویہ کا) اپنے فعل پر قائم رہنا باوجودیکہ حضرت عمار رض کا قتل حضرت امیر المومنین رض کی حقیقۃ رائے کی انتہائی حجت تھی اور اس کے

الحنفية اعم من ان يكون عادلاً او جابراً او باغياً او امام حق لان المتنزهين من الصحابة كانوا يصلون الجمعة خلف مامور من قبل معاوية بامامة الجمعة بل و خلف معاوية ايضاً مع ان الحق كان بيد امیر المومنين على بلاشبهة وفى الواقع وفى اعتقادهم ولذا اعتزلوا عن الدخول فيما احدث معاوية ۔	حنفیہ کے نزدیک عام اس سے کہ امام عادل ہو یا جابر یا باغی یا امام حق - اس لیئے کہ متنزہین صحابہ ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جو امامت جمعہ کیلئے معاویہ رضؓ کی جانب سے مامور تھے بلکہ معاویہ رضؓ کے پیچھے بھی پڑھتے تھے باوجودیکہ حق حضرت علیؑ کی طرف بلاشبہ تھا اور واقعہ میں اور ان کے اعتقاد میں بھی تھا اسی لئے وہ محدثات معاویہ رضؓ سے یکسو رہے تھے ۔

اور صفحہ ۵۰۲ میں لکھتے ہیں کہ قائلوا امامۃ معاویۃ لم یکونوا مجتہدین (یعنی معاویہ رضؓ کی امامت کے قائل بھی مجتہدین نہ تھے)

چونکہ پچھلے اوراق میں علماء فرنگی محل سے مطالبہ کر چکا ہوں کہ مجھے وہ عبارت عطا فرمائیں جس میں کہا جاتا ہے کہ حضرت مولانا بحر العلوم قدس سرہ نے اپنے والد ماجد قدس سرہ کا تخطیہ فرمایا ہے اور چونکہ اسی معنی میں اس ادھ کٹے ٹکڑے کو صاحب سبیل السلام نے پیش کیا تھا اس لئے اور بھی میں نے یہ پوری عبارت پیش کر دی ہے اگر علماء فرنگی محل کے نزدیک بھی یہی وہ عبارت معلومہ ہے تو قدردانی عالم بالا معلوم شد کیونکہ یہ عبارت توبجائے حضرت ملا نظام الدین قدس سرہ کی رائے کا تخطیہ کرنے کے کھلی کھلی تائید کر رہی ہے اور اگر عبارت معلومہ اس کے سوا کوئی اور ہے تو اب بھی میں عرض کروں گا کہ وہ تحریر ہم کو معلوم ہونا چاہیئے۔

صفحہ ۲۰۴ سطر ۱۳ سبیل السلام میں زہر خورانی حضرت امام حسن علیہ السلام

کو حضرت امیر معاویہؓ کی طرف منسوب کرنے والے پر لعنت بھیجی ہے اور اس
طرح پر احسن الانتخاب کے خلاف زہر اگل کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کیا ہے اور لکھا
اس مضمون کو ماشاء اللہ کس خوش اسلوبی سے ہے۔ فرماتے ہیں۔ "اہل
سنت والجماعۃ جو حضرت علیؓ پر ایسا (یعنی قتل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا)
الزام لگائے اُس پر بھی اور جو حضرت معاویہؓ پر (قتل امام حسن علیہ السلام کا)
الزام لگائے اس پر بھی لعنت بھیجتے ہیں۔"

ظاہر ہے کہ خود ہی حضرت علیؓ پر ایسا الزام لگانے والوں کو اب تک
خطاء اجتہادی پر کہتے آئے ہیں اور ظاہر ہے کہ اصحاب جمل اور اصحاب صفین
سبھی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ایسا الزام لگایا تھا۔ مگر اصحاب جمل
نے اس رائے سے توبہ کی اور اصحاب صفین نے نہیں کی اب صاحب سبل السلام
سے کوئی پوچھے کہ یہ لعنت جو انھوں نے حضرت علیؓ کو الزام لگانے والوں
پر اہل سنت کی طرف سے بھیجی ہے کس پر پڑتی ہے۔ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ
ناظرین! خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں۔ ملاحظہ فرمایئے کہ صاحب سبل السلام
جس بات کا اتہام صاحب احسن الانتخاب پر لگا رہے ہیں اس کے کھلم کھلا
خود ہی مرتکب ہو گئے۔ ان پر اتہام لگاتے ہیں کہ اُنھوں نے امیر معاویہؓ پر
سبّ کی ہے اور ان کی عبارتوں کو کھینچ کھانچ کے سبّ کی تعریف میں لانا
چاہتے ہیں اور وہ نہیں آتیں۔ اور خود کھلم کھلا نہ صرف امیر معاویہؓ بلکہ ان
کے سب ساتھیوں پر مذکورہ بالا الفاظ میں (معاذ اللہ منہا) کیا لکھ رہے ہیں؟

دوسری طرف جو حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت کو امیر معاویہؓ
کی طرف منسوب کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے اس کا حال ملاحظہ ہو کہ وہ
کس کس پر معاذ اللہ منہا پڑنے کے بجائے لوٹتی ہے اور پھر متلاشی ہوتی ہے کہ

ہیں لوٹ کر کس پر پڑوں۔ میں کتابوں اور مولفین کا حوالہ مع صفحات کے لکھے دیتا ہوں۔ اور بعض عبارتیں بھی۔ سب عبارتیں نقل کرنے کی جگہ اس کتاب میں نہیں ہے حسب ذیل حضرات نے ایسی رائے ظاہر کی ہے۔

(۱) صفحہ السیر الاولیا مولفہ مولانا سید مبارک علوی کرمانی ملقب بہ امیر خورد خلیفہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاؒ۔

(۲) صفحہ ۲۸ سعادت الکونین مولفہ شیخ اکرام الدین احمد نبیرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔

(۳) شواہد النبوۃ قلمی مولفہ مولانا جامی "و مشہور آں است کہ وی را خاتون وی جعدہ زہر دادہ است بفرمودہ معاویہ"۔

(۴) صفحہ ۲۲۶ تاریخ ابن عساکر" ان معاویۃ قد تلطف لبعض خدمہ ان یسقیہ سما فسقاہ"۔ ترجمہ:۔ معاویہؓ نے اپنے کسی خادم کو متوجہ کیا کہ وہ (حضرت امام حسن کو) زہر پلادے اُس نے پلادیا۔

(۵) صفحہ ۱۴۲ تا ۱۴۶ استیعاب۔

(۶) تاریخ ابوالحسن ابن المدائنی قلمی جس میں یہ ذکر ہے کہ امیر معاویہؓ نے جعدہ سے ایک لاکھ درہم اور یزید کے ساتھ عقد کا وعدہ اس شرط پر کیا تھا کہ امام حسن علیہ السلام کو زہر دے۔ اور بعد شہادت امام حسن علیہ السلام ایک لاکھ درہم کا وعدہ پورا کیا لیکن عقد یزید کے بارہ میں یہ کہکر انکار کر دیا کہ تم میرے بیٹے کے ساتھ ایسا ہی کرو گی جیسا کہ ابن رسول اللہ کے ساتھ کیا۔

(۷) صفحہ ۴۲ مراۃ الاسرار مولانا عبدالرحمٰن چشتی مداری۔

(۸) صفحہ ۳۸۱ جلد ۲ مروج الذھب مسعودی جو تاریخ نفح الطیب کے حاشیہ پر طبع ہوئی ہے۔

یہ سب شواہد ان کتابوں کے علاوہ ہیں جن کا حوالہ رفع الحجاب صفحہ ۱۸۱ میں موجود ہے یعنی تذکرہ خواص الامۃ از سبط ابن الجوزی و سعادت الکونین و طبقات ابن سعد اور جن کا ذکر احسن الانتخاب صفحہ ۳۵۷ و ۳۶۵ میں ہے یعنی تاریخ الخمیس و عیون الانباء و حیواۃ الحیوان بحوالہ ابن خلکان و روضۃ الصفا و طبری و تبیعی ابوالحسن مدائنی و مروج الذہب مسعودی و اعثم کوفی۔ ہاں ان میں سے سبل السلام میں سبط ابن الجوزی و اعثم کوفی و مسعودی صاحب روضۃ الصفا کو از راہ قابلیت شیعیت سے متہم کیا گیا ہے لیکن اگر یہ اتہام بے اصل ہو تو صاحب سبل السلام حشر میں انھیں کیا منہ دکھائیں گے اور اگر صحیح بھی ہے تو ان بقیہ مولفین کو کیا جواب دیں گے۔ اور حشر تک انتظار کیوں کیجئے وہ لعنت تو ان اکابر دین اور ان کے متبعین تک پہونچ نہیں سکتی وہ صاحب سبل السلام کے قلم سے نکلتے ہی کے وقت سے اپنے صحیح محل کی متلاشی ہے۔

اس کے بعد میں صاحب سبل السلام سے پوچھتا کہ اہل صفین کو تو آپ حضرت علیؓ کو قتل حضرت عثمانؓ کا الزام دینے میں اب تک خطاء اجتہادی پر مانتے تھے پھر حضرت امام حسنؑ کی شہادت کو حضرت امیر معاویہؓ کی طرف منسوب کرنے والے اگر غلطی پر بفرض محال ہوں تو کیا خطاء اجتہادی سے زیادہ کے مرتکب ہو سکتے ہیں یا انپر آپ لعنت کیوں بھیجتے ہیں کیا اہل خطاء اجتہادی مورد لعن ہو سکتے ہیں؟ مگر میں اب ان سے یہ نہ پوچھونگا کیونکہ صریحاً وہ اسی کے ساتھ جیسا کہ اوپر بیان ہوا اہل صفین کے حق میں بلکہ اہل جمل کے حق میں بھی وہ ناگفتنی لفظ لکھ چکے ہیں۔ جو شخص لعنت کا لفظ استعمال کرنے

ہیں اتنا جری ہو اُس کے منہ کون لگے ۔ البتہ اب صرف یہی پوچھنا باقی ہے کہ پھر صاحب احسن الانتخاب مدظلہ آپ کے مزعومہ سبّ و شتم کے لئے کیوں مطعون ہیں؟ ۔ اور یہ کہ احسن الانتخاب میں بھی کوئی معترض ایسی ہمہ گیر بے ادبیوں اور رفض و خارجیت کا جامع کوئی فقرہ دکھا سکتا ہے؟ ۔

اب یہ کہ شہادت نامہ میں امیر معاویہؓ کی برارت کیوں کی گئی ہے تو اسکا بڑا سبب صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت مذکورہ بالا حضرات اکابر سلسلہ چشتیہ کی کتابیں کتب خانہ انور میں موجود نہ تھیں اور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت پیر و مرشد قدس سرہ کے ملاحظہ سے نہیں گذریں ۔ علاوہ بریں شہادت نامہ میں جو کچھ لکھا ہے اُس سے امیر معاویہؓ کی برارت واضح نہیں ہوتی ۔ بلکہ جس قدر لکھا ہے اس سے ناظر اس کنہ تک پہونچ جاتا ہے کہ امیر معاویہؓ نے قاتلۂ امام حسنؓ کو ڈانٹ ڈپٹ کر چھوڑ دیا اور یزید سے بھی کوئی مواخذہ نہیں کیا اور ان کے اس سکوت و صموت اور اس سے قبل حضرت علیؓ سے طلب قصاص حضرت عثمان میں جو کچھ کھلا کھلا تضاد انصافی اور تسلسل سیاسی ہے اُس کو سمجھنے کے بعد جب ناظر شہادت نامہ استخلاف یزید کی بحث پڑھتا ہے تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہی نظر آتا ہے اور نفس زہر خورانی کو امیر معاویہؓ کی طرف منسوب نہ کرنا بھی منسوب کرنے ہی کے برابر ہو جاتا ہے ۔

اس کے علاوہ ایک پر لطف بات یہ بھی ملاحظہ ہو کہ صفحہ ۲۰۳ سبل السلام میں ابو الفداء کا حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت سری سے انکار نقل کیا ہے اور خود اس کی تائید کی ہے اور اسی سلسلہ میں اپنی ناصبیت کا بخار حضرت امام حسن علیہ السلام سے ان الفاظ میں نکالا ہے کہ حضرت امام حسنؓ

حضرت امام حسنؓ ... [illegible]

نے جعدہ کو طلاق کیوں نہ دے دی"۔ اس کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام سے بخار ان الفاظ میں صفحہ ۲۰۴ میں نکالا ہے "کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو البتہ خواہش (خلافت) تھی جیسا کہ وصیت مذکورہ (امام حسن علیہ السلام) سے ظاہر ہوتا ہے زہر دینا تھا تو ان کو زہر دیتے بلکہ تمام خاندان نبوت کو زہر کھلا دیتے تو بات تھی"۔ العیاذ باللہ۔ ایک صحیح الخیال اہل سنت کے قلم سے یہ الفاظ نکل کیونکر سکتے تھے جن کے نقل کرنے میں قلم خدا سے پناہ مانگ رہا ہے کیا اس ساری بے حرمتی اس ساری قتل و غارت اور ان ساری خون ریزیوں کے بعد بھی جو یزید کے ہاتھوں حضرت امام حسین علیہ السلام اور خاندان نبوت کیسا تھ عمل میں آئیں اب بھی صاحب سبیل السلام کے دل میں کچھ ارمان باقی رہ گیا ہے جو اس وقت اگر ہو جاتا تو پورا ہو جاتا۔ آئندہ کے لئے خدا اہل سنت کی آنکھوں کو ایسی جگر خراش ناصبی تحریر کے مطالعہ سے محفوظ رکھے ایک شیعہ نے کیا خوب کہا ہے (آشفتہ)

کون سے دور میں پیدا ہوئے شمر و یزید ؎ کم خدائی سے مگر ماتم سرور نہ ہوا

سبیل السلام میں جا بجا صوفیت۔ قوالی اور ہمارے حضرات کے بعض دیگر اوراد و معمولات خاندانی پر ادھیاں ہیں اور صوفیت و شیعیت کو ایک کر کے دکھانے کی کوشش کی گئی ہے ان کو ہم اس لئے نظر انداز کرتے ہیں کہ وہ کوئی نئی بات نہیں اور وہابی ہمیشہ حضرات صوفیہ پر معترض رہے ہیں البتہ اس بات پر افسوس ضرور ہے کہ حضرت مولانا شاہ میر محمد قلندر قدس سرہ اور حضرت مولانا شاہ حسین بخش قلندر شہید قدس سرہ ایسے اولیاء باکمال اور حضرت مولانا ابو المحسن حسن قدس سرہ و سر آمد مداحان رسول حضرت مولانا محمد محسن قدس سرہ ایسے علماء و صوفیاء خوش خصال کی اولاد آج وہابی

رد وہابیت شعار نظر آتی ہے جو نجدی دشمنان اہل بیت کی قولاً و فعلاً متبع ہے اور قصبہ میں وہابیت نجدیت ناصبیت و خارجیت پھیلانے کے لئے کوشاں ہے افسوس صد افسوس۔

سبل السلام میں اس کا بھی رونا رویا گیا ہے کہ اعراس و فواتح کے موقع پر امامیہ مذہب والوں سے رونق محفل ہوتی ہے اور نیازمندان و معتقدین میں بڑی تعداد انھیں لوگوں کی ہے۔ یہ بھی اتہام ہے اول تو محافل سماع میں پابند مذہب اہل تشیع شریک ہی نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کے یہاں خود سماع غنا کی ممانعت اس حد تک ہے کہ الغنی اشد من الزنا۔ لیکن جو لوگ ایسے زیادہ پابند مذہب نہیں اور محفل سماع میں شریک ہوتے ہیں وہ معدودے چند ہوتے ہیں اور ایسے چند شیعی اشخاص کی شرکت اعراس (جن سے بدرجہا زیادہ تعداد ہنود کی ہوتی ہے) کوئی نئی بات نہیں۔ مشہور ہے کہ حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کے زمانہ میں بھی کئی شیعہ عمائدین لکھنؤ حاضر آستانہ اور شریک محافل ہوا کرتے تھے اور حضرت شاہ علی اکبر قلندر قدس سرہ کے زمانہ میں تو مرزا عالی قدر بہادر اور ان کے احباب نیز نواب شہنشاہ دولہا وغیرہم اکثر حاضری دیا کرتے تھے۔ نواب مرزا سلیمان قدر بہادر نے بھی حاضری دی ہے۔ حکیم عباس مرزا صاحب شرکت عرس کے پابند تھے اور حکیم سید آغا صاحب بھی اور اور بہت سے اشخاص قدیم معتقدین میں تھے۔

نواب صاحب شیش محل کے یہاں صاحب سبل السلام کے برادر بزرگ اب سے کچھ ہی پیشتر بعہدہ اتالیقی صاحبزادگان عرصہ تک ملازم رہ چکے ہیں۔ گو کہا جاتا ہے کہ ملازمت آپ نے "وسلام علیکم" پر ناراض ہو کر چھوڑی لیکن سنتا ہوں کہ پنشن اب بھی پا رہے ہیں۔ کسی تقریب میں حسب دستور مولوی

صاحب کو خلعت بھی ملا تھا جس میں سونے کے بٹن بھی تھے جن کا قبول کرلینا باوجود ذکور کے لئے اس کا استعمال حرام ہونے کے تو خیر اس وجہ سے غالباً جائز سمجھا گیا ہوگا کہ مفت را چہ گفت لیکن سوال صرف یہ ہے کہ جب ہمارے حضرات کے لئے کسی شیعہ کو اپنی محفل میں آنے دینا یا کسی شیعہ سے میل ملاقات جائز رکھنا یا بات کرلینا اس قدر قابل طعن و تشنیع ہے تو صاحب سبل السلام نے اپنے برادر بزرگ کے لئے کسی شیعہ کی ملازمت کرنا ان کا نمک کھانا ان سے پنشن لینا ان کے ہدایا قبول کرنا کیونکر جائز رکھا۔

صاحب احسن الانتخاب مدظلہ کے بارہ میں یہ لکھنا بھی اتہام ہے کہ وہ بار بار کھجوہ تشریف لے گئے۔ بے شک ملا نظام الدین قدس سرہ کی بعض تصانیف فرنگی محل میں نہ ملنے کے باعث وہ صرف دو بار انھیں کتابوں کی تلاش میں کھجوہ کا کتب خانہ دیکھنے تشریف لے گئے تھے اور ناکام واپس تشریف لائے لیکن اس سے ان پر شیعیت کا اتہام لگانا کیا معنی۔

نیز بعض شیعہ اشخاص کا معتقد ہونا یا کسی متفق علیہ امر میں ہمخیال ہونا کوئی دلیل شیعیت یا دلیل رفض نہیں۔ اس سے بہت زیادہ تعداد میں اہل تشیع سے علماء فرنگی محل سے روابط و ضوابط ہیں۔ اور تقریبات شادی و غمی میں آمد و رفت۔ ابھی کل کی بات ہے کہ سارا فرنگی محل اور سارے مجتہدین شیعہ سلطان ابن سعود کی مخالفت میں متحد تھے۔ کھجوہ کے کتب خانہ سے اولاً شناسائی بھی جناب مولانا مولوی عبدالباری صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی وساطت سے ہوئی تھی جو غالباً مولوی محمد بقا صاحب فرنگی محلی کو بھی یاد ہو۔ کل کو لوگ اسی دلیل سے علماء فرنگی محل کو بھی خواہ مخواہ شیعہ کہنے لگیں گے۔

علاوہ بریں میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ جو شیعہ یہاں حاضر

وشریک ہوتے ہیں وہ سنیت سے متاثر ہوتے ہیں نہ کہ ہم لوگوں کو شیعیت سے متاثر کرسکیں ۔ مختصر یہ کہ ان سب باتوں کی اصلیت صرف اسی قدر ہے کہ خاندان کاظمیہ کی مرجعیت دیکھکر متبعین بنی امیہ کے پیٹ میں خواہ مخواہ درد اٹھتا ہے ۔ خدا کسی طبیب کو بھیجدے کہ ان کے لئے کوئی چورن تیار کردے یا احتقان کا نسخہ تجویز کردے ۔

رہا بعض اہل تشیعہ کا احسن الانتخاب سے کچھ اخذ کرکے اپنے استدلال میں پیش کرنا اور اس پر شیعوں سے مناظرہ کرنے والوں کا شیعوں کو چھوڑ کر صاحب احسن الانتخاب سے برہم ہونا ۔ یہ بجنسہ ویسا ہی ہے جیسے باغیان مصر سے جب رومیوں کے مقابلہ میں مہم پر جانے کو کہا گیا تو انھوں نے کہا کہ ہم پہلے گھر کی اصلاح ضروری خیال کرتے ہیں اور یہ کہکر انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بغاوت کی ۔ ظاہر ہے کہ شیعہ اہل قلم استدلال ہمیشہ اہل سنت ہی کی کتابوں اور احادیث سے کرتے ہیں اور اسی میں مناظرہ کے اپنے خاص اور خاص الخاص اصولوں کو برتتے ہیں ۔ اہلسنت کے مقابلہ میں وہ کبھی اپنے علماء مذہب کے اقوال نہیں پیش کرتے وہ مسند امام احمدؒ سے بھی استدلال کرتے ہیں ۔ بخاری شریف اور ترمذی شریف سے بھی مسلم شریف سے بھی ۔ اگر احسن الانتخاب سے استدلال کیا تو کیا نئی بات ہوگئی ۔ کیا امام بخاریؒ ۔ امام احمدؒ اور ان کے پایہ کے سب اکابر بھی صاحب احسن الانتخاب کی طرح اسی جرم میں مطعون ہونے کے قابل ہیں ۔ کہ ان سے شیعوں نے اخذ کرکے استدلال کیوں کیا ؟ نہیں بلکہ دیکھنا صرف یہ ہے کہ اولاً جو عبارت انھوں نے اخذ کی ہے وہ اہلسنت کی کتابوں میں موجود ہے یا نہیں دوم جو استدلال انھوں نے کیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط ۔ اور ان دونوں

صورتوں میں احسن الانتخاب پر کوئی حرف نہیں آتا۔ ص

جہاں تک سبل السلام کا احسن الانتخاب سے تعلق تھا اور جہاں تک رسالہ ہذا کے مطمح نظر سے تعلق تھا اس میں سے جو موٹی موٹی باتیں میری نظر میں آئیں وہ میں نے اس نوٹ میں لکھدیں۔ یہ رسالہ کسی کتاب کے لفظی جواب کے لئے نہیں ہے بلکہ صرف اس مقصد کے لئے لکھا گیا ہے کہ مخالفین کی دھاندلیوں۔ ریشہ دوانیوں۔ پروپیگنڈوں۔ زیادتیوں۔ مظالم وغیرہ کا مختصراً ذکر کیا جائے۔ اس ضمن میں جن موٹی موٹی باتوں کے جوابات کا موقع پڑگیا وہ بھی لکھدیئے گئے اور آئندہ اگر ضرورت ہوگی تو انشاءاللہ اور لکھے جائیں گے۔ سبل السلام کا لفظی جواب لکھنے کا حق صاحب رفع الحجاب کو ہے اور اس امر کو خصوصاً اتنے حصہ کو جس کا تعلق خالص رفع الحجاب سے ہے میں انھیں کے اختیار پر چھوڑتا ہوں۔

غرضکہ سبل السلام کا نام جیسا پیارا ہے اور اس نام کے معانی آیہ شریفہ من اتبع رضوانہ سبل السلام سے موید ہونے کے بعد جیسے پاکیزہ ہیں کتاب اس کے بالکل برعکس ہے۔ "سبل السلام" کے لفظی معنی "سلامتی کی راہیں" ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ سبل السلام میں جو کچھ ہے اور جس میں سے مشتے نمونہ از خروارے اس وقت ذکر کیا گیا "سلامتی کی راہوں" میں شمار ہونے کے قابل ہے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

۷ و ۸ دو اور مضمون

سبل السلام صفحہ ۲۸۱ میں حکیم شاہ محمد یوسف صاحب اعظم گڈھی زیدمجدہ اور کسی اور جگہ سندیلہ کے کسی صاحب کے تنقیدی مضامین کا ذکر کیا ہے چونکہ یہ مضامین راقم الحروف کی نظر سے اب تک نہیں گذرے لہذا ان کے بارہ میں

...فتوؤں اور ... کے بارہ میں آپ کیا کہتے ہو جنھوں (انھوں) نے آپ کے حضرت پیر مرشد جناب مولانا اشرف علی صاحب تھانوی

ناظرین سے کچھ عرض کرنے سے قاصر ہے۔

مخلص نما مخالفین

ہم صاحب بوارق اور صاحب سبل السلام کے ممنون و متشکر ہیں کہ انھوں نے بعض مخلص نما مخالفین کو بے نقاب کر دیا۔ بعض غلاف کعبہ میں ملفوف مخلصین و احباب سے ہم کو ہرگز یہ اُمید نہ تھی کہ ان کا باطن کچھ اور ہوگا اور ظاہر کچھ اور۔ نہ ان پر ہمارے حضرات کا کوئی ظاہری دباؤ تھا نہ ہمارے حضرات سے انھیں کوئی ایسے توقعات تھے کہ جن کی وجہ سے انھیں اس کی ضرورت ہو کہ وہ بظاہر ہمارے حضرات سے ملے رہیں۔ تعجب ہے کہ انھوں نے بھی شروع ہی سے صاحب سبل السلام اور انکے اب وعم کی طرح یکرنگی کیوں نہ اختیار کی۔ جو ابتدائً اگرچہ اپنا نام تحریر میں نہیں لائے لیکن زبانی اعتراضات کرنے اور فصل الخطاب کے حامی ہونے میں ان کا ظاہر کچھ اور باطن کچھ اور نہیں ہوا۔ صاحب سبل السلام نے ان مخلص نما مخالفین کی بابتہ تحریر کیا ہے کہ یہ لوگ باوجود ہمارے حضرات کے اہل ارادت ہونے کے مخالفین ہیں حالانکہ اس فخر کی ضرورت نہ تھی۔ وہ سب تخفیفیں صاحب سبل السلام کی اعزّہ قریب ہیں۔ ان کے اب وعم کے ہمیشہ بجز ہمارے حضرات سے بیعت کر لینے کے ہر امر میں متبع رہے اور بجا متبع رہے۔ اس امر خاص میں بھی اگر اب متبع ہوگئے ہیں تو کیا تعجب ہے۔ تعجب تو صرف یہ ہے کہ انھوں نے یکرنگی نہیں اختیار کی اور ہمارے حضرات سے اپنی غیر جانب داری کا اظہار کرتے رہے اور یہ ظاہر کیا کہ انھوں نے نہ احسن الانتخاب پڑھی ہے نہ فصل الخطاب وغیرہ۔ وہ اگر اب بھی اپنے معاہدات بیعت پر قائم ہیں تو بحیثیت ایک برادر طریقت

کے ان سے میرا التماس ہے کہ اگر وہ بدظنی سے توبہ کرکے احسن الانتخاب کو حسن ظن کے ساتھ پڑھیں گے اور ساتھ ہی اوراق ہذا کا بھی مطالعہ فرمائیں گے تو ان کے شبہات حل ہوجائیں گے اور خدا ان کی مدد کریگا اور اگر نہ بھی حل ہوں تو بھی اگر حسن ظن قائم ہے تو کسی نہ کسی طرح وہ بالمشافہہ حل کرسکتے ہیں۔ علاوہ بریں جس مرید کو صحیح علم دین حاصل ہو اُس کے لئے معمولی جزئی اختلاف رائے میں بھی چنداں مضائقہ نہیں بشرطیکہ حسن ظن پر اُس اختلاف رائے سے کوئی اثر نہ پڑے۔ طریقۃً مرشد کو معصوم سمجھنا ضروری نہیں البتہ ہر حال میں اُس کے ساتھ حسن ظن قائم رکھنا ضروری ہے۔ مسائل مبحوث عنہا میں اختلاف تو معمولی جزئی اختلاف ہے جو بیشتر ارباب دین کے نزدیک شامل عقائد بھی نہیں۔ مرشدین ایسے بھی گذرے ہیں۔ متقدمین میں بھی اور متاخرین میں بھی۔ جو بظاہر تارک صلوۃ تھے یا اور کسی امر خلاف شرع کے بظاہر مرتکب۔ اور ان کے مریدین کی تعداد لاکھوں تک پہونچتی تھی۔ ان میں سے کسی کے حسن ظن میں کبھی فرق نہیں آیا خواہ انھوں نے تاویل کچھ بھی کرلی ہو۔ ایسی حالت میں مرید کو طریقۃً ترک صلوۃ یا امر خلاف شریعت کا اتباع ہرگز جائز نہیں لیکن بہر صورت حسن ظن کے ساتھ تاویل نیک کرنا اس کا فرض ہے۔ اور اگر ایسا شیخ کامل ہوتا ہے اور اس کا یہ (بظاہر) غیر شرعی فعل کسی غلبہ حال یا کسی سر حقیقت پر مبنی ہوتا ہے تو خدا اس کے مرید پر ایسے حسن ظن اور تاویل نیک کے صلہ میں وہ سر اور ویسے اور اسرار منکشف کرتا ہے۔ غرضکہ ان نفس مسائل میں اہل علم مرید بقدر اپنے علم صحیح اور فہم و فراست و عقل سلیم کے ایک آزاد رائے رکھنے کا حقدار ہے لیکن نہ اُسے اس رائے کی بنا پر اپنے

مرشدین سے بدظن ہونا چاہیئے نہ اس رائے کو ان سے مخفی رکھنا چاہیئے نہ اُن کے مخالف پروپیگنڈا کرنے والوں کا کسی طریقہ پر بھی شریک ہونا چاہیئے خصوصاً اس حد تک شرکت کہ جیسی سبل السلام میں واضح کی گئی ہے۔

اور اگر ایسے مخلص تمام مسترشدین اس حد تک بدگمان ہو چکے ہیں کہ طریقۃً نقض بیعت کی تعریف میں آتا ہے تو میرے نزدیک ان کا شمار بھی فصل الخطاب اینڈ کو میں ہے اور ان سے بجز اس کے اور کچھ عرض کرنا میں سعی لاحاصل سمجھتا ہوں کہ وہ بھی اپنی مخالفت کا صاف اعلان کر دیں اور اس طرح پر نفاق و منافقت سے تائب ہو جائیں۔ اپنے مرشدین۔ اپنے پیر زادگان۔ اپنے برادران طریقت اور خود اپنے نفس کو دھوکے میں رکھنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ایسا مرید ایسا مسترشد ایسا معتقد ایسی عجیب و غریب اور پر فریب عقیدت کی حالت میں جو کچھ خدمت کرتا ہے وہ بھی خاک میں ملجاتی ہے اور کوڑیوں کے مول بھی نہیں پوچھی جاتی۔

ہم اپنے برادران طریقت کی روز بروز زیادتی تعداد کے لئے ضرور دعا گو ہیں لیکن ہم کو ہرگز ہرگز ایسے برادران طریقت نہیں چاہیئے جن کا عمل نفاق پر ہو۔ نفاق کی مذمت میں آیات قرآنی ناطق ہیں کہ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔ اور ان المنافقین یخادعون اللہ وھو خادعھم۔ اعاذنا اللہ واخواننا من ذلک ﮯ

زنہار ازاں قوم نباشی کہ فریبند ❊ حق را بسجودے و نبی را بدرودے

اور اگر ایسا ہی کہ سبل السلام میں جو کچھ انکے متعلق لکھا گیا ہے وہ اتہام ہے تو انکو ایسا اعلان کرنا چاہیئے تا کہ وہ من وعن ہمیں ہمارے ایسے ثابت ہوں۔

خلاصہ

خلاصہ اس ساری تحریر کا یہ ہے کہ ہمنے شروع میں جملہ معترضین کے اعتراضات

کو حسب ذیل اقسام پر تقسیم کیا تھا۔
(۱) مسئلہ تفضیل شیخین (۲) متعلقہ امیر معاویہ وغیرہم (۳) اپنے بزرگوں کے خلاف بے راہ روی (۴) سقم عبارت و سہو کتابت۔

ان میں سے پہلے امر کے متعلق جو کچھ عرض کیا گیا ہے اُسے پڑھکر ناظرین کو کافی طور پر معلوم ہو گیا ہو گا کہ محترم مولف نے احسن الانتخاب میں متعارف تفضیل شیخین بلکہ متعارف تفضیل خلفاء ثلثہ سے کہیں پر انکار نہیں کیا ہے بلکہ نفائس السنن میں اس کا دفع دخل بھی کر دیا ہے۔ دوسرے امر میں بھی یقین ہے کہ متجسسین پر حل ہو گیا ہو گا کہ امیر معاویہ اور ان کے ساتھیوں کے جیسے بھی مخالفانہ تعلقات جنگ صفین میں اور اُس کے بعد حضرت علیؓ اور اہل بیت کے ساتھ رہے ان کو "صواب" تو کسی نے بھی نہیں مانا ہے۔ "خطا" سب نے مانا ہے۔ اب بحث صرف یہ ہے کہ خطا اجتہادی تھی یا منکر سو بعض لوگوں نے ادب سے اجتہادی کہا ہے لیکن بیشتر علماء نے اسے منکر قرار دیا ہے۔ اور جب یہ امر مسلم ہے کہ جو حضرات فتح مکہ کے بعد زمرۂ صحابہ میں داخل ہوئے ہیں ان میں سے کچھ سے منکر خطائیں واقع ہوئی ہیں اور انھوں نے ان کی حد و برداشت کی ہیں اور حضرت امیر معاویہ وغیرہم اسی زمرۂ صحابہ میں ہیں تو ان کی بھی بعض خطاؤں کو منکر قرار دیکر یہ امید اپنے عقیدہ میں رکھنا کہ حضرت علیؓ اور رسولؐ خدا اور خداوند تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا ہو گا کوئی گناہ یا فسق نہیں ہے اور ایسی رائیں رکھنے والے صرف علماء مقلدین ہی نہیں بلکہ رفع الحجاب سے ظاہر ہے کہ بہت سے اہل حدیث بھی ہیں۔ رفع الحجاب اور اوراق ہذا کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہو گا کہ اس بارہ میں "احسن الانتخاب" میں بمقابلہ اکابر علماء کی بیشتر تحریرات کے

بہت ہی کم لکھا گیا ہے اور جو کچھ لکھا گیا ہے وہ تاکید "کف لسان" کے دائرہ کے اندر ہے ورنہ جن اکابر نے لکھا ہے وہ کیوں لکھتے ۔ رہا یہ کہ زہر خورانی امام حسن کو ان کی طرف منسوب ثابت کرنے کے بعد بھی وہ "کف لسان" کے مستحق رہے یا نہیں اور نہ منسوب کرنے کی صورت میں بھی قاتلہ کو صرف ڈانٹ ڈپٹ کر چھوڑ دینا ان کو صفحہ تاریخ میں کس قدر مطعون کرتا ہے اس سوال کو بھی احسن الانتخاب میں ہاتھ نہیں لگایا گیا ہے یعنی اس سوال پر بحث کرنے سے بھی "کف لسان" کیا گیا ہے ۔

صاحب احسن الانتخاب مدظلہ کی احتیاط ملاحظہ ہو کہ اس کے بعد بھی انھوں نے جنگ صفین کو خطاء منکر تو ضرور قرار دیا ہے لیکن پھر بھی احسن الانتخاب صفحہ ۳۹۲ سطر ۲ پر لکھا ہے کہ " وعید نار مستلزم کفر نہیں ۔ دیگر معاصی مثل شرب خمر و زنا و سرقہ کی سزا بھی دوزخ ہے جو توبہ اور شفاعت نبوی سے معاف ہو سکتی ہے اسی طرح اہل صفین کی خطا کے متعلق بھی خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ توبہ ۔ عفو مرتضوی ۔ شفاعت نبوی اور رحمت باری سے معاف ہو سکتی ہے "۔

رہا سب و شتم ۔ تو جیسی زبان "احسن الانتخاب" کی ہے وہ اکابر علماء کے نزدیک سب و شتم نہیں ہے اور جسے اکابر علماء سب و شتم کہتے ہیں اس سے احسن الانتخاب میں پرہیز کیا گیا ہے ۔ یہاں تک کہ تفریح الاذکیاء کی ارد سے بھی پرہیز کیا گیا ہے باوجود اسی کی عبارتوں سے اس امر کا استناد کرنے کے کہ ایسی زبان داخل سب و شتم نہیں ہے ۔

تیسرا الزام اپنے بزرگوں کی روش سے علیحدہ راستہ اختیار کرنے کا ہے یہ الزام بھی جھوٹ ہے جیسا کہ اوراق ہذا میں ثابت کیا گیا ۔

چوتھا الزام سقم عبارت اور سہو کتابت کا ہے وہ جہاں پر ردمیں یا اتفاقی
طور پر واقع ہوا ہے وہاں پر تسلیم ہے اس لئے کہ مولف صاحب احسن الانتخاب
کا شمار گو عباد صالحین میں ہے مگر ایسی ہستیوں میں نہیں جن سے غلطی و سہو
از روئے نص صریح کے ممنوع ہو۔ مگر ایسے سہو کے بیان میں بھی مخالفین نے
بیحد مبالغہ اور غلط نمائی سے کام لیا ہے۔ جس کی تفصیل رفع الحجاب میں ہو چکی
ہے اور اگر خدا چاہے گا تو آئندہ اور ہو گی۔ اس قدر تو اصلیت ہے۔ اس
سے جو کچھ زائد کہا جاتا ہے اس کی بنا مخالفین کی شورش و عناد و افترا ہے
واللہ یحکم بین عبادہ۔

تائید

یہاں تک جو کچھ اس رسالہ تنبیہ المفترین میں لکھا گیا وہ مفترین کے افتراء
اور اتہامات کی مدافعت میں تھا اب کثیرمیں سے وہ چند تحریرات احسن الانتخاب
اور اس کے مولف صاحب کی مدح و ثنا میں نقل کئے جاتے ہیں جو ایسے
بزرگوں کے قلم سے ہیں جنھیں معتقدانہ یا مسترشدانہ قسم کا کوئی تعلق نہیں
ہے وہ اہل قلم اپنی اپنی جگہ پر مقتدر مشہور۔ اور آزاد ہستیوں میں شمار ہوتے ہیں۔

(۱) گرامی نامہ جناب مولانا سید شاہ محمد سلیمان صاحب قلندر
پھلواروی مدظلہ العالی المتعالی۔ ذیل میں جناب مولانا صاحب مدظلہ
کا ایک عربی منظوم مکتوب نقل کیا جاتا ہے احسن الانتخاب کی ترتیب و تدوین
کے زمانہ میں جناب موصوف شرکت عرس شریف حضرت شاہ محمد کاظم قلندر
قدس سرہ کے لئے کاکوری تشریف لائے حضرت مولف احسن الانتخاب پر بہت
شفقت فرمائی اور جناب موصوف سے تفضیل اور خطاء اجتہادی و منکر وغیرہ

کے مباحث پر تبادلۂ خیالات ہوا۔ جناب موصوف حضرت مولف کو اپنا ہم خیال پاکر بہت محظوظ ہوئے اور اپنے صاحبزادے جناب مولوی حسن میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کشکول مطالعہ کے لئے مرحمت فرمایا۔ واپس تشریف لیجانے کے بعد ایک عریضہ کے جواب میں یہ نظم صحیفہ صادر فرمایا۔ وہو ہذا

سلام مثل امواج البحار
سلام مثل شمس فی النہار
علی علم الہدیٰ جم المعالی
سمی المرتضیٰ بدر الکمال
علیٌّ حیدرٌ حبرٌ تقیٌّ
حبیب مرشد فطن ذکی
دنیٌّ زاہدٌ برٌّ کریم
ولیٌّ عابدٌ حبرٌ عظیم
صدیقٌ صادق حبٌّ حبیب
انیسٌ مونس لبٌّ لبیب
بلیغ مدرہ لسنٌ اریبٌ
فصیح فاضل یقظ ادیبٌ
حلیف الفضل والجاہ الرکین
لفیف المجد والعز المبین
سجیتہ السماحۃ والسخاء
وشیمتہ المروۃ والوفاء
فقیہٌ نابٌ شیخ جلیل
فہا ان یکون لہ عدیل

سلام (ایسا پر جوش) جیسے سمندر کی موجیں
سلام (ایسا روشن) جیسے دن میں سورج
اس ہدایت کے علم بزرگیوں کے خزینہ پر
جو علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کا ہمنام ہے اور کمال کا چاند ہے
(یعنی) علی حیدر۔ عالم جید پرہیزگار۔ صاحب
محبت مرشد۔ عاقل۔ ذہین
صاحب وفا۔ زاہد۔ نیک۔ کریم
ولی۔ عابد۔ بہت بڑا عالم صادق
سچا دوست۔ پیارا محب
انیس۔ مونس۔ صاحب واقفیت عاقل عقلمند
صاحب بلاغت۔ صاحب درایت۔ صاحب زبان ماہر
فصیح۔ فاضل۔ بیدار۔ ادیب
صاحب فضل اور صاحب جاہ و پایندہ
بزرگی اور کھلی کھلی بڑائی کا لباس پہننے والا
دریا دلی اور سخاوت اسکی عادت ہے
مروت اور وفا اسکی خصلت ہے
جوان فقیہ اور صاحب جلال بوڑھا پس ہرگز
کوئی اسکا مثل نہیں۔

ولیس الفضل الا دھو حاویہ
ولیس المجد الا فی مطاویہ
حدیث الغابرین فقد حواہ
وتذکار المشاہیر قفاہ
الی بیت الوصی لہ انتمار
فاعزاز وجاہ و اعتلار
تراب من نعال ابی تراب
مطوبی للتراب المستطاب

قولاہ الذین ہم ورایہ

دعا واہ الذین لہم غبادہ
حماہ اللہ عن شر العنود
وقاہ اللہ من ضر الحسود
بحمد اللہ قد وصل الکتاب
فکرمنی وشرفنی الخطاب
کتاب من حبیب ذی فنون
الی شیخ کئیب ذی شجون
سلیمان المجن المستکین
کلیل الفکر مہموم حزین
خطاب من حبیب ذی المفاخر
زعیم بالمکارم والمآثر
اسحرٌ ہو ام درٌ نظیم
یضئی بنورہ اللیل البہیم

کوئی فضیلت ایسی نہیں جس پر وہ حاوی نہیں
بزرگی صرف اسی کا لباس ہے
متقدمین کی باتوں پر وہ حاوی ہے
اور تذکرہ مشاہیر (کاکوری) اسکا ثبوت ہے
وصی (رسول) کے گھر سے اُسکی نسبت ہے
جس سے اسکو اعزاز اور جاہ اور گرانقدری حاصل ہے
وہ ابوتراب (رضی اللہ عنہ) کے کفش پاکی خاک ہے
پس ایسی خاک پاک کا کیا کہنا

جن لوگونکو امعان نظر حاصل ہے وہ اُسے دوست رکھتے ہیں

اور جو غبی ہیں وہ اُس کے مخالف ہیں
خدا اُس کو دشمنوں کے شر سے بچائے
اور حاسدونکی نقصان رسانی سے محفوظ رکھے
خدا کا شکر ہے کہ خط پہونچا اور اس تخاطب نے
مجھ کو شرف اور بزرگی دی
ایسا خط جو صاحب فنون دوست کیطرف سے
ایک بڈہے محزون . مغموم کے نام ہے
(جسے سلیمان کہتے ہیں) جو ناچیز ہیچ
ناسمجھ - مغموم - محزون ہے
یہ خط ایک دوست صاحب مفاخر -
اور بزرگیوں اور برگزیدگیوں کے پیشوا کا ہے
یہ خط کوئی جادو ہے یا موتی کی لڑی
کہ جسکے نور سے سیاہ راتیں روشن ہوجاتی ہیں

سطورٌ قد حوت شرح الصدور
والفاظ کنور فوق نور
عقود من لآل او رجوم
نجمها قد تحیرت الفهوم
فنادی الشوق حی علی الرحیل
ولکن فیه مالی من سبیل
وارجاف الفواد من اشتیاق
تکاد تذیب جسمی فی المساء
کان الجسم فی الثلج الجسیم
ورجلی فیه کالطود العظیم
وانواع لشدائد فی اشتداد
فها انا کنت متلوج الفواد
ففی بطن السقیفة لی قرار
ولکن لا ازور ولا اُزار
الا یا طالبی انجاح حاجه
ففی لبادة الصوفی راحه
وفی ارجوزتی نیل المرام
وحسن القول فی قصر الکلام
کلام موجز لب لباب
وما فیها من الاطناب عاب
هذا ما قلته علی سبیل الارتجال مع
مع قلة الفرص وتشتت البال و

جنکی سطریں شرح صدر کا باعث ہیں
اور جس کے الفاظ نورٌ علی نور ہیں
موتی کی لڑیاں ہیں یا عبارتیں کہ جن سے عقل
حیران ہوگئی
پس شوق نے ندا دی کہ سفر کے لئے اٹھو
لیکن میرے لئے اُس کی کوئی سبیل نہیں۔
جاڑوں میں دل کا کانپنا قریب ہے کہ شام کو
میرا جسم پگھلا دے
گویا کہ جسم ایک مجسم برف میں ہے اور میرا پیر
اُسمیں ایک بڑے پہاڑ کی طرح ہے
اور طرح طرح کی شدتیں بڑھتی جاتی ہیں
تو میرا دل برف ہوکر جم گیا
میں خانقاہ کے اندر پڑا ہوں نہ کسی سے ملنے جاتا ہوں
نہ کوئی مجھ سے ملنے آتا ہے
اے مجھسے اپنی حاجت پوری ہونیکی طلب کرنیوالے
راحت صرف صوفی کے لبادہ میں ہے
اور اس قصیدہ میں میرے مقصود کا حصول مضمر ہے
اور قول کی خوبی کلام کو مختصر کرنے میں ہے
مختصر کلام ۔ خلاصہ کار ہوتا ہے
اور اسمیں کوئی طوالت کا عیب نہیں۔
یہ ہے جسے میں نے فی البدیہ کہا ہے باوجود
کمی وقت ۔ انتشار خاطر ۔ کثرت رنج

تکاثر الغصص و وفور ملالی و
صنعف القوی و نحول البدن
کالشن البالی - ولیس انشاد الاشعار
شعاری - ولا من بیت الشعراء
وناری - بل بیت التطہیر مثاقیٰ
والی باب الولایۃ مصیری وملجائیٰ
ومن خم غدیر خمریٰ ومن الولاء سکریٰ

زیادتی ملال ضعف قوۃ - اور لاغری جسم کے جو مثل پرانی
مشک کے ہوگیا ہے اور شعر کہنا میرا طریقہ نہیں اور
نہ شاعروں کے گھر سے میرا تعلق ہے - بلکہ میرے
نشوونما کی جگہ اہل تطہیر کا گھر ہے - اور باب ولایت
میرا جائے بازگشت اور جائے پناہ ہے - اور
خم غدیر سے میری شراب نوشی ہے اور
ولاء سے میرا نشہ ہے

ع

مریدم پیر مغانم و گرنمی دانم
خراب بادہ آنم دگر نمی دانم
کاتب الصحیفۃ وناسخ النمیقۃ حفید المنتد
الحسن المثنی کان اللہ لہ

ع

میں پیر مغان کا مرید ہوں اور اسکی
شراب کا خراب ہوں اسکے سوا کچھ نہیں جانتا
بقلم نبیرۂ جناب مصنف
حسن مثنیٰ

جاننے والے جانتے ہیں کہ جناب مولانا سید شاہ سلیمان صاحب پھلواروی نہیں - واعظ نہیں - مولود خوان نہیں - بلکہ کامل صوفی اور قلندر منش بزرگ اور کمالات باطنی میں اپنی آپ مثال ہیں - ان کی اتنی بڑی نظم کیا خالی خیالی شاعری ہے - جس کے اپنا شعار ہوتے سے انھوں نے انکار بھی فرمایا ہے - کیا مکتوب الیہ کی خوشامد اور دلجوئی کے لئے انھوں نے ایسا لکھا - جس کی نہ کاتب مدظلہ کو ضرورت تھی نہ مکتوب الیہ دام فیوضیہ کو - بلکہ جو چیز اس نظم کی داعی ہوئی انھوں نے اس خط میں ظاہر بھی فرمادی ہے - کہ ولاء کا نشہ اس نظم کا داعی ہوا ہے - یاران طریقت انصاف کریں کہ کیا یہ ایک نظم ایک ہزار فتووں کا جواب نہیں ہے؟ کہا جاسکتا ہے کہ یہ صحیفہ دوران تدوین احسن الانتخاب کا ہے - لازم نہیں کہ

احسن الانتخاب کی موجودہ صورت و معنی پر بھی اُن کی حسن ظن کی یہی حالت قائم رہی ہو۔ اس کے دفع دخل کے لئے جناب موصوف کے صاحبزادہ جناب مولانا شاہ محمد حسین عرف حسین میاں صاحب ابقاہ اللہ کے تازہ صحیفہ کو جو راقم الحروف کے نام ہے پیش کرتا ہوں۔

(۲) انتخاب والا صحیفہ جناب مولانا شاہ محمد حسین عرف حسین میاں صاحب خلف مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب پھلواروی مدظلہما العالی

صدر دفتر بزم صوفیہ بہار و اڑیسہ۔ پھلواری شریف ضلع پٹنہ

میرے مخلص و محترم کثر اللہ امثالکم فلینا السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ابھی آپ کا مکرمت نامہ ملا یاد فرمائی کا تہ دل سے شکریہ۔ میں اس وقت ایک تقریب شادی میں مشغول ہوں اس لئے اختصار نویسی کی معافی چاہتا ہوں۔

جناب نے میری حقیر رائے طلب فرمائی ہے پس میری رائے وہی ہے جو شاہ علی حیدر صاحب نے تحریر فرمایا اور جس کو احسن الانتخاب کے نام سے شایع کیا گیا ہے زیادہ عرض کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ؎

حیدریم قلندریم مستیم ❊ بندۂ مرتضےٰ علی ہستیم

والسلام غلام غلامان آل محمدؐ

حسین (میاں)

اس کے علاوہ ایک صحیفہ جناب مولانا صاحب مدظلہ کا رسالہ التفریح الاحباب کے متعلق صادر ہوا تھا وہ بھی یہاں پر نقل کیا جاتا ہے۔ (بوسیلہ جناب مولف مدظلہ)

(۳)

جامع المناقب والفضائل مشرف الاشباہ والاقران کثر اللہ امثالکم فینا

از فقیر خاک پائے درویشان محمد سلیمان قادری چشتی ہدیہ تسلیم پذیرا فرمائید اما بعد

آج آپ کا سرفراز نامہ و رسالہ مولد امیر المومنین سلام اللہ علیہ ملا۔ یاد فرمائی کا ممنون و مشکور ہون۔ از اول تا آخر پڑھا۔ خوب ہے اور بہت خوب ہے۔ کل ۱۳ رجب کو محفل مولد میں اسی کا انتخاب پڑھا جائیگا۔ روایات کے مباحث سے مجھے کچھ بحث نہیں میں تو تولا و عزام و حب و شغف کو دیکھتا ہوں اور اسی کا قدردان ہون۔

جب مجھے اب ضعف پیری بہت ہے اسی لئے ۴۰ برس کے بعد آستانہ خواجہ غریب نواز قدس سرہ کی حاضری سے محروم رہا۔

آپ کی بڑی کتاب[1] دیکھنے کا بہت شایق ہون۔ خدا کرے میری زندگی میں وہ چھپ جائے اور میں اُس سے مستفید ہوں۔

اپنے بھائی صاحب کو میری جانب سے تسلیم فرمایئے اور دعائے حسن خاتمہ کا امیدوار ہون۔

آپکا دعاگو

محمد سلیمان قادری چشتی

۱۲ رجب

[1] مراد از سیرۃ العلویہ فی ذکر مآثر المرتضویہ۔

(۴۴) انتخاب مکتوب مولانا حکیم سید شرف الدین[2] صاحب نقوی المنیری نزیل پھلواڑی شریف ضلع پٹنہ

(موسومہ جناب مولف مدظلہ)

محترمی مکرمی متع اللہ المسلمین بطول بقائکم و حصل اللہ مرادکم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ میں سخت حیرت میں ہوں کہ جناب کو کون الفاظ سے مخاطب کرون۔ خداوند

[2] یہ ایک معمر بزرگ حضرت شاہ محمد سلیمان صاحب پھلواڑوی اور انکے بزرگوں کے صحبت یافتہ ہیں۔ چالیس سال سے وہان مقیم ہیں اور مطب کرتے ہیں۔ مولف

کریم آپکو جزاء خیر دارین عطا فرمائے۔ ایک عرصہ سے ہم نا اُمید ہو چکے تھے اور یہ سمجھ چکے تھے کہ اس زمانہ میں صوفیت اور خارجیت دونوں ایک چیز ہو گئیں۔ (سلطان ابن سعود کی ابتلاء الازمانہ اور حضرات صوفیہ کا اس نجدی (حاکم) کی مداحی کرنا اور پھر شجرہ میں انہیں حضرات مظلومین سے وسیلہ قائم کرنا تعجب ہی تعجب ہوا کرتا تھا۔ اب جب سے یہ کتاب جس کا نام احسن الانتخاب فی ذکر منقبۃ سیدنا ابی تراب ہے۔ میری نظر سے گذری۔ دل کو ایک عجیب قسم کی راحت محسوس ہوئی کہ بحمد اللہ ابھی مردان خدا سے دنیا خالی نہیں ہوئی ہے۔ ابھی کچھ لوگ صحیح النسب و العقیدہ ہماری جماعت میں موجود ہیں۔ یہ وہ لاجواب تالیف ہے جس کی مثل اس صدی میں تو شاید نہیں لکھی گئی ہوگی۔ میں آپ کی تبحر علمی کی داد نہیں دے سکتا۔ حقیقتاً آپ اس موجودہ صدی کے بنے انتہا صاحب علم و تحقیق ہیں۔ اللہ اللہ کس درجہ کتب بینی کی ہے۔ اُسپر آپ حقیقت میں شیر خدا علی مرتضیٰ کی ذات میں فنا ہیں۔ نہ کسی کا خوف اور نہ کسی قسم کا ڈر۔ مداہنت کا نام ہی نہیں سچائی اسی کا نام ہے۔

میں قصبہ منیر ضلع پٹنہ کا رہنے والا ہوں میرے اب وجد کل اسی مسلک پر تھے اب کچھ عرصہ سے یہاں رہتا ہوں۔ بوڑھا بہت ہو چکا ہوں حاضری سے مجبور ہوں اپنا سر آپکے قدموں پر رکھکر خواہاں ہوں کہ میری بیعت قبول فرما کر مطلع فرمائیں۔ صرف اس عقیدہ کے سبب سے میں آپکا غلام بنتا ہوں۔

(۲) مکتوب منظومہ سید عظمت اللہ حسینی بن سید عزیز اللہ حسینی مرحوم و مغفور اورنگ آبادی (دکھنی) بنبیرۂ سید فاضل مظہر الحق اکبر آبادی ثم اورنگ آبادی مصنف مخبر الواصلین قدس سرہ

اے علی حیدر دلم قربان تو | ہست بر ہر خاص و عام احسان تو
بر دل تو ہست فیض پنجتن | مشک در ہر جا و آہو در ختن

له یہ بزرگ اورنگ آباد کے مشہور بزرگوں میں ہیں اور صاحب علم و عمل ہیں۔ خاندانی بزرگ اور [illegible]۔ مؤلف

فیض ہا بخشید ایں تالیف تو / کلک من بشکست این تصنیف تو

رشک دارم بر ہمہ تحریر تو / شک ندارم در ہمہ تقریر تو

پایہ ات در رائے اندر اجتہاد / ہست در تحقیق مرصاد العباد

رشک تو پیدا چو شد عمرا درا / عین از تحریف کرد آن صادرا

او مگر بر نفس خود بیداد کرد / از جہالت عاقبت برباد کرد

آدمی را غلبۂ نفسانیت / می نماید خارج از انسانیت

نیست انساں گر شود مغلوب نفس / می شود انسانیت در بند حبس

بر چنیں نفسانیت باید گریست / بہر بے دینی خود بازی گری است

کاشش ننوشتے اگر فصل الخطاب / فاش کردے پردہ کے رفع الحجاب

انچہ در کوزہ بود آید بہ در / انچہ در خانہ بود آید بدر

گر بود نفسانیت اندر خمیر / کے بود انسانیت اندر ضمیر

ہیچ دانا کار بدنامی کند / آن ز نادانی مگر عامی کند

وائے اکنوں گر نیابد راہ راست / مشکل این آمد صلاحیت کجاست

گفت حیدر راست اندر سہ کسان / خارجی ہم یک بود او را بدان

ایں تناسب بنگری در ہر زبان / بغض حیدر می دہد آن را نشان

حب حیدر نیست آنرا دلپذیر / بغض حیدر ہست او را ناگزیر

پس چگونہ رد کند تقدیر را / نیست دخلے اندران تدبیر را

مرتضی را ایں فضیلت نیست کم / این کرامت ہست جاری یک قلم

از خدا توفیق شد اقبال را / می پذیرد اہل بیت و آل را

الراقم سید عظمت اللہ الحسینی القادری چشتی ابو العلائی الفردوسی اورنگ آبادی

۲۴ ماہ رجب ۱۳۵۳ھ روز شنبہ مقام اورنگ آباد دکن محلہ دریہ پان

(۵) مکتوب جناب حکیم[1] حافظ محمد عبد المجید صاحب جھوائی ٹولہ لکھنؤ

قبلہ جاجانی و کعبہ مرادانی جناب مولانا شاہ علی حیدر صاحب قبلہ مدظلہم العالی۔ بعد تسلیم بصد تعظیم کے مدعا نگار ہوں کہ تحفہ گرامی یعنی احسن الانتخاب موصول ہوکر باعث عزت افزائی و تقصیر نوازی ہوا فی الواقع اس کتاب کی صوری و معنوی تعریف کسی طرح سے ممکن نہیں اس کتاب کے معانی و مطالب کی وہ شان ہے جو کہ علماء متقدمین اور فضلاء محققین کی تصانیف میں پائی جاتی ہے۔ میں بغیر مبالغہ کے محض انصاف کی نظر سے ضرور یہ عرض کرنے کیلئے مجبور ہوں کہ یہ کتاب اپنے طرز بیان اور اپنی تحقیق و تدقیق میں اپنی آپ نظیر ہے فی زمانہ اس شان کی کتاب سیرت میں اب دوسری موجود نہیں۔ خدا جانتا ہے کہ جب میں نے اس کتاب کو پڑھا میرے ایمان اور یقین اور اعتقاد کو نہایت تقویت پہونچی۔ اگر جناب کا خیال شریف تھوڑی دیر کیلئے ہٹا دوں تو یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب آجکل کے مصنفین کی جودت طبع کا نتیجہ ہے بلکہ ایسا مشاہدہ ہوتا ہے کہ کسی قدیم محقق اور فلسفی دماغ نے خامہ فرسائی فرمائی ہے۔

حق تعالیٰ حضور کے اعزاز و اکرام کو اس سے زیادہ اوج ترقی پر پہونچا دے اور یہی مشاغل تحقیق و تدقیق کا سلسلہ برابر جاری رکھے۔ مشائخ صوفیہ میں تو حضور کا مرتبہ ہمیشہ سے بلند چلا آتا ہے مگر اب میرے اعتقاد میں حضور کا درجہ محققین کے گروہ میں بھی شامل ہوگیا یہ جامعیت دوسری جگہ مشکل سے نظر آوے گی۔ اگر حضور بھی معاف فرمائیں تو میں ضرور یہ کہونگا کہ اب حضور کا مرتبہ اسلاف عظام سے بھی بلند ہوگیا۔[2]

---

[2] گو حضرت مولف مدظلہ اس آخری جملہ سے قطعاً متفق نہیں ہیں تاہم یہ فقرہ چونکہ جناب حکیم صاحب کی افراط مسرت کا صحیح آئینہ ہے لہذا بے کم و کاست نقل کر دیا گیا تا کہ ناظرین کو معلوم ہو کہ صحیح الخیال اہلسنت کیلئے احسن الانتخاب نے کسقدر افراط سے مسرت بہم پہونچائی ہے۔ میں بھی حضرت مولف سے اس جملہ کو نقل کرنیکے بعد معافی خواہ ہوں۔ نقاقیس

اگر اس عریضہ میں الفاظ گستاخانہ اضطرار میں نکل گئے ہوں تو حضور اُس سے درگذر فرمائیں۔ میں وفور مسرت اور افراط مسرت میں حضور کی خدمت میں یہ ناچیز عریضہ لکھ رہا ہوں۔ فقط خاکسار محمد عبد المجید عفی عنہ، جمادی الاول ۱۳۵۱ھ

گرامی نامہ جناب سید مہدی حسین صاحب حسنی و حسینی سجادہ نشین درگاہ کولھوامن شریف پرگنہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ

مکرم بندہ سلام مسنون۔ آج میں نے موضع قلندر پور میں آپ نے جو سیرت حضرت امیر علیہ السلام تحریر فرمائی ہے بغور دیکھی پڑھ کر دل کو از حد فرحت ہوئی مدت سے تلاش ایسی کتاب کی تھی جس میں فضائل حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہوں مگر دستیاب نہیں ہوتی تھی۔ آج میرے اوپر جناب داروغہ عبد الصمد صاحب نے مہربانی فرماکر سیرت پڑھنے کو دیا دل سے دعا نکلی۔ خدا اس کے عوض میں اور مرتبہ اعلیٰ آپ کو عطا فرمائیگا کیونکہ اردو میں ایسی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ہے یہ بڑا کرم آپ نے مسلمانوں پر کیا۔ جو جو شکوک دل میں حضرت امیر علیہ السلام و امیر معاویہؓ کی جانب سے ہوتے تھے وہ اس کتاب کے مطالعہ سے نکل گئے۔ آپ نے بلا خوف اعتراض دلیل کے ساتھ یہ سیرت تحریر فرمائی ہے جس میں شک وشبہ کی گنجایش نہیں جو لوگ اعتراض کرتے ہیں وہ اُسی گروہ کے خاندان کے ہیں اس کی جناب پرواہ نکریں اس وقت چند ضروری کام ہیں۔ انشاءاللہ عرس میں حاضر ہوکر یہ کتاب خریدوں گا۔ میں اپنا پتہ یہ دیتا ہوں کہ اعظم گڈھ میں ایک موضع کولھوامن میں درگاہ ہے جہاں حضرت سید احمد بادپا قدس اللہ سرہٗ کی آرام گاہ ہے، حضرت ہی کے خاندان سے میں ہوں اور اُس آستانہ کا ادنیٰ چاکر ہوں۔ میرا سلسلہ نسبی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ملتا ہے قلندر پور

برائے زیارت مزار حضرت شاہ فتح قلندر آیا ہوں۔ جناب داروغہ عبدالصمد صاحب و محمد یسین صاحب نے بہت خاطر و مہربانی کی۔ بقیہ اپنے خاندانی حالات بروقت ملاقات عرض کرونگا الخ۔ خادم فقیر مہدی حسن تاریخ ۱۲ صفر

سید صاحب کا یہاں کسی نے نام بھی نہیں سُنا تھا نہ اس سے زیادہ اس وقت تک ان سے واقفیت ہے جتنا کہ انھوں نے خود تحریر فرمایا اور نقل کیا گیا۔ انکی شخصیت اتنی بڑی درگاہ کے سجادہ نشین ہونے سے ظاہر ہے اور اگر رائے کی وقعت شخصیت پر نظر کرکے کیجا سکتی ہے تو ناظرین اس خط کو ملاحظہ کریں۔

ہمارا انفاق و شقاق

ناظرین! جیسا کہ متعدد بار عرض ہو چکا ہے یہاں پر پھر عرض ہے کہ ان اوراق کی تسوید کا مقصد مخالفین سے مناظرہ یا مباحثہ نہیں بلکہ اپنوں کو انکے پروپیگنڈے کے زہریلے اثر سے بچانا ہے۔ گو دعا مخالفین کے حق میں بھی یہی ہے کہ اُن میں سے جو اپنی نافہمی سے مخالف ہیں ان کی سمجھ میں زیر بحث عبارتوں کے صحیح مفہومات آجائیں اور انکی نافہمی دفع ہو اور جو ہٹ دھرمی سے مخالف ہیں ان کے قلوب میں خدا کا خوف پیدا ہو اور کذب و افترا چھوڑ کر سکوت اختیار کریں۔

ہم نے کتابوں میں پڑھا اور بزرگوں سے سنا ہے اور ہمیشہ اس پر فخر کیا ہے کہ ہمارا قصبہ صدیوں سے ہندوستان کے مسلمان قصبات میں ممتاز رہا ہے کیا بحیثیت دینی اور کیا بحیثیت دنیوی۔ کیا بحیثیت اخلاق اور کیا بحیثیت علم و عمل۔ کیا بحیثیت برگزیدگی نفوس اور کیا بحیثیت نمود و شہرت مگر افسوس کہ مسلمانوں پر جہاں آجکل عام ادبار ہے وہاں ہمارے قصبہ پر عام و خاص ہر طرح کا ادبار نازل ہے۔ اور لطف یہ کہ اس پر ہائے ہائے سب کرتے ہیں مگر سبب پر کوئی نظر نہیں کرتا۔ ساری دنیا

کے مسلمانوں میں بھی اور ہمارے قصبہ میں بطریق اولے ۔ اور جو نظر کرتے ہیں اور اصلی سبب کو پکڑ بھی پاتے ہیں وہ یا تو اُس کے دفعیہ کی قدرت نہیں رکھتے یا قدرت رکھتے ہیں مگر دیدہ ودانستہ اُسے دفع نہیں کرتے بلکہ اختیار کرتے ہیں۔ ناظرین! اس ادبار اور تباہی کی بناء صرف ایک چیز ہے۔ جس کا نام "نفاق" ہے یہ ام الامراض اپنی اولاد حسد وکینہ وکذب وافتراء کی مدد سے جتنا جتنا فتنہ وفساد پھیلاتی ہے اُتنا اُتنا ہم ہر طرح کی پستی کی طرف گرتے چلے جاتے ہیں۔ اور لطف یہ کہ آپ ہیں تو "نفاق" مگر شکل اختیار کرتے ہیں "اخوت" کی۔ "کمیٹی" کی۔ "خیر خواہی" کی۔ "پروپیگنڈے" کی "مجلس شوریٰ" کی۔ ہیں تو "حسد" مگر اپنا نام بتاتے ہیں "اصلاح"۔ ہیں تو "کینہ"۔ مگر کہتے اپنے آپ کو "ہمدردی" ہیں۔ ہیں تو "کذب وافتراء" مگر مدعی "حق وحقانیت" ہونے کے ہیں۔ برادران طریقت! خدا کے لئے ان کو پہچانیے اور ان سے بچیے۔ ذرا غور تو کیجئے کہ ہم اب سے پہلے کیا تھے اور اب کیا ہیں۔ اگر ہم اس کو بھول بھی جائیں کہ ہم میں اولیاء اللہ گذرے ہیں۔ ہم میں صوفیہ کاملین گذرے ہیں۔ ہم میں علماء متبحرین گذرے ہیں۔ ہم میں عابدین وزاہدین معتکفین وچلہ نشین گذرے ہیں۔ ہم میں صلحاء ومتورعین گذرے ہیں۔ تو اتنا تو نہ بھولنا فطری ہے کہ ہم میں بڑے بڑے امراء بڑے بڑے دولتمند افراد ہوئے ہیں۔ بڑی بڑی مشہور ہستیاں گذری ہیں بڑے بڑے خوش خلق اور ہردلعزیز لوگ گذرے ہیں۔ جو جہاں جہاں رہے ہیں وہاں کے لوگوں کی نسلیں انھیں آج تک یاد کرتی ہیں۔ مانا کہ آجکل دنیا بڑی حد تک اولیاء اللہ سے خالی ہے اور جو ہیں انھوں نے اپنے آپ کو یا کسی دوسرے لباس میں مخفی کر رکھا ہے یا ملامت میں مانا کہ علم دین کی طرف زمانہ متوجہ ہونے نہیں دیتا۔ مانا کہ عابد وزاہد ہم اس وجہ سے نہیں ہوسکتے کہ ؎ چو خود ناید از فرزندم۔ مانا کہ اعتکاف وچلہ نشینی کو ہم نے اس لئے خیرباد کہا ہے کہ ہمارے

قویٰ بہ نسبت سابقین کے ضعیف ہیں اور ہم بھوک پیاس کی برداشت نہیں کر سکتے مانا کہ ورع وتقویٰ ہمارے لئے اس زمانہ میں ایک فضول چیز ہے مگر کوئی خدا کا بندہ ہمیں اتنا تو سمجھا دے کہ آخر اب ہم پر اس قدر افلاس کیوں پھٹ پڑا ہے۔ بزرگون سے سنا ہے کہ بہت عرصہ نہیں ہوا ابھی ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانہ میں ہمارے قصبہ کے ۱۸۰ افراد ایک وقت میں جج تھے جو اس وقت میں قاضی کہلاتے تھے اور پنجاب سے لیکر بنگال تک پھیلے ہوئے تھے۔ صدر عدالت کلکتہ میں قائم ہوئی اور اس کے عہدہ دارون کا لقب قاضی القضاۃ ہوا اُن میں کا بھی ایک عہدہ دار ہماری کاکوری ہی میں گذرا ہے۔ فوج کی افسری ہمارے بزرگوں نے کی۔ سفارت کا کام ہمارے بزرگون نے کیا۔ آج نظر اُٹھا کر دیکھئے تو ہم میں سے ایک فرد بھی محکمہ دیوانی میں ملازم نہیں۔ جج اور سفیر اور فوجی افسر ہونا تو بڑی بات ہے خدا معلوم کتنے افراد ہماری آنکھوں کے دیکھتے ڈپٹی کلکٹر تھے۔ نقال محفلون میں نقل کرتے تھے کہ کاکوری کی لونڈی بھی ڈپٹی کلکٹر سے کم درجہ کی اولاد نہیں پیدا کرتی۔ آج سارے ہندوستان کی عدالتوں میں گھوم آیئے کوئی ڈپٹی کلکٹر کاکوری کا رہنے والا نہ ملیگا۔ جو دو ایک پنشن یافتہ اپنے گھر دن یا جلاوطنی میں پڑے ہوئے ہیں خدا ان کو زندہ رکھے۔ ہمارے بزرگ سب انسپکٹری پولیس قبول کرنا عار سمجھتے تھے، آج ہم اپنے گریجویٹ لڑکوں کے لئے سب انسپکٹری کی کوشش کرتے ہیں اور نہیں ملتی۔ آنریری مجسٹریٹی کو ہم کوئی قابل ذکر اور قابل خیال چیز نہ سمجھتے تھے اور بزرگان وطن میں سے جن کو اپنے گھر کی ضروریات سے غیر معمولی فرصت ہوتی تھی وہ عزت وقت کے لئے نہیں۔ شان وشوکت کے لئے نہیں۔ رعب وحکومت کے لئے نہیں (کیونکہ یہ چیزیں ان کو پہلے ہی سے اس سے بدرجہا زیادہ حاصل ہوتی تھیں) صرف تفریح اور دل بہلانے کے لئے حکام

سرکاری کے پیہم اصرار پر اس عہدہ کو قبول کر لیتے تھے۔ آج خدا نے وہ بھی ہم
سے چھین لی اور لکھنؤ کے ایک شیعہ مجسٹریٹ کو دیدی۔ انتہا ہو گئی کہ انگریزی کا
ایک مڈل اسکول تھا وہ بھی نہ رہا۔ قصبہ کے سب انسپکٹر پولیس ہمارے بزرگوں
کے سامنے آ کر ہاتھ جوڑا کرتے تھے آج ہم ہر چھوٹے اور بڑے معاملہ میں سب انسپکٹر
پولیس کے حضور میں تھر تھر کانپتے ہوئے جاتے ہیں اور ہاتھ جوڑتے ہیں۔ ایسا
ادبار اور قصبات پر تو بفضلہ ابھی طاری نہیں ہوا ہے مسلمانوں کی اس تباہی کے
زمانہ میں بھی بلگرام و سندیلہ کے بہت سے افراد اس وقت بڑے بڑے عہدہ
دار ہیں ضلع بارہ بنکی کے افراد ہائیکورٹ کے جج ہیں اور چوٹی کے وکلا و بیرسٹر
ہیں۔ امیٹھی بندگی میاں کے لوگ بھی خوشحال اور ذی حیثیت ہیں آخر کیا سبب
ہے کہ ہمارا ہی قصبہ نیست و نابود ہو جانے پر مائل ہے۔ اس کے جواب میں سب
سے پہلے بات آپ بھی فرمائیں گے کہ تعلیم کی کمی۔ میں عرض کروں گا کہ اول
تو اس کے بھی ہم ہی ذمہ دار ہیں ہم کو چاہئے تھا کہ قصبہ میں ہائی اسکول قائم کرنے
کی کوشش کرتے اس کے بجائے ہم اپنے نفاق کے ہاتھوں مڈل اسکول
بھی توڑ بیٹھے۔ دوسرے یہ کہ باینہمہ بھی ہمارے نونہالوں میں جو طبعاً ذہین
ہوتا ہے وہ فاقے کر کے اور بھیک مانگ کر یعنی غیروں سے وظیفہ لے کر کبھی
نہ کسی طرح گریجویٹ ہو ہی جاتا ہے ذرا شمار کیجئے تو بفضلہ آپ ہمارے نوخیز
لڑکوں میں تعلیم کی کمی نہ پائیں گے۔ ہمارے قصبہ میں گریجوئیٹوں کی تعداد آبادی
اور عسرت کو دیکھتے ہوئے کچھ بری نہیں ہے۔ البتہ بدقسمتی کا یہ عالم ہے کہ جو گریجویٹ
ہوتا ہے اس کو سوائے کسی مدرسہ کی ماسٹری کے اور کوئی جگہ نہیں ملتی۔ ہمیں یاد
ہے کہ ابھی چالیس سال پیشتر قصبہ میں وکالت پیشہ بزرگوں کی کافی تعداد تھی
آج جو دو چار افراد ہیں وہ اس پیشہ میں بھی خاک پھانک رہے ہیں۔ یہ نہیں کہ

ہم نے وکالت کی ڈگری حاصل کرنے کی کوشش چھوڑ دی ہو جب وکالت کے لئے بی، اے، مشروط نہ تھا زیادہ تعداد میں وکلاء تھے اب بی، اے، مشروط ہے تو لوگ بی، اے، ہو کر ایل، ایل بی پاس کرتے اور وکیل ہو جاتے ہیں مگر افلاس پھر بھی ان کا ساتھ نہیں چھوڑتا۔ آخر یہ ہے کیا؟ زمینداریوں اور جائدادوں کو دیکھئے تو سب انھیں بنیوں کی طرف کھنچی چلی جا رہی ہیں جو اسوقت بھی ہماری رعایا ہیں۔ تجارت اختیار کیجئے تو اسکی دو صورتیں ہیں۔ یا بیرون دریا درون قصبہ۔ درون قصبہ کی صورت یہ ہے کہ وہی بنیئے جو ہماری رعایا ہیں پرانے تاجر اور گھر گھاٹ دیکھے ہوئے ہیں۔ ہم کو ان سے مقابلہ کرکے یا تو منہ کی کھانا یا اپنی رعایا کو نقصان پہونچانا ہے۔ بیرون قصبہ نکلئے تو تقدیر ساتھ ہے ہمارے کئی بھائیوں نے ہمت کی۔ اور آفرین ہے ان کی ہمت پر۔ مگر ملاحظہ کیجئے کہ ان میں تباہ کتنے ہوئے اور تباہی سے جو اب تک بچے ہوئے ہیں وہ کس حال میں ہیں اور کس قدر ان کی زندگی انکو تلخ ہے۔ آپ کہیں گے کہ جو تباہ ہوئے وہ اپنی بے اصولی اور ناواقفیت کے ہاتھوں تباہ ہوئے۔ میں عرض کروں گا کہ بجا ہے لیکن جو اصول پر چل رہے ہیں اور تباہی سے بچے ہوئے ہیں وہ کیوں اپنی جان سے عاجز ہیں۔ برادران! چاہے مجھے کوئی وہمی کہے چاہے خبطی۔ میں یہی کہوں گا اور پھر یہی کہوں گا کہ یہ سب نفاق کی نکبت ہے اور نفاق کا ادبار ہے۔ بے شک ہم نفاق کے علاوہ اور بہت سے اقسام کے فسق و فجور میں بھی مبتلا ہیں اور ان سے بھی ہم کو بچنا چاہئے مگر وہ فسق و فجور جاذب ادبار نہیں اس کے سوا اور چاہے جتنے نقصانات کے حامل ہوں۔ جاذب ادبار نفاق اور اُس کی ذریت ہی ہے۔ ہمارے سابقین میں جہاں اولیاء اللہ تھے فقراء تھے علماء تھے صلحاء تھے عباد تھے زہاد تھے وہاں بعض بعض فاسقین و فاجرین بھی

تھے خدا ان کی مغفرت کرے اور کہاں نہیں ہوتے ۔ مگر نہیں تھے تو منافقین نہیں تھے تو حاسدین ۔ نہیں تھے تو مکذبین و مفترین ۔ جب سے یہ لوگ پیدا ہوئے ہیں تبھی سے ادبار نازل ہے ۔ مجھے اپنے نانا شیخ سعید الدین صاحب مغفور کی زبانی ایک روایت یاد آئی ۔ وہ فرماتے تھے کہ ہم اپنے عنفوان شباب میں آستانہ کاظمیہ کے مخلصین سے نہ تھے ۔ مگر عمر میں بہت زیادہ ہونے اور بزرگ صورت ہونے کی وجہ سے حضرت شاہ تراب علیصاحب قلندر اور حضرت شاہ حیدر علیصاحب قلندر اور حضرت شاہ تقی علیصاحب قلندر قدست اسرارہم کا ادب واحترام کرتے تھے ۔ مگر ہمارے ہمعمرون اور ہمجنسوں میں سب ایسے نہ تھے ۔ بعض ایسے بھی تھے جو ان پر معترض تھے اور ان پر مضحکہ کرتے اور فقرے کہتے اور آوازے کستے تھے ۔ چنانچہ ہمارے ایک خواجہ تاشش نے وصلی پر حضرت صاحب کی ہجو ملیح لکھی اور ہمارے دروازہ کے سامنے اس کھڑکی کے پاس جو پورب رخ ہے کھڑے ہوئے اپنے ہمعمروں کو سنا رہے تھے ۔ ہمارے بڑے بھائی شیخ وحید الدین صاحب مرحوم نے ان کو منع کیا اور کہا کہ یہ واہیات بات ہے حضرت شاہ تراب علیصاحب اگر کچھ بھی صاحب باطن نہوں تو بھی عمر میں تمہارے دادا کے برابر ہیں ۔ تم کو شایان نہیں کہ تم ان پر اعتراض کرو ۔ اسی اثنا میں سامنے سے حضرت صاحب نمودار ہوئے اور تشریف لاکر کھڑکی کے پورب طرف لاٹھی ٹیک کر اور لاٹھی پر اپنی ٹھڈھی ٹیک کر کھڑے ہوگئے ۔ ہم سب لوگ مع ان خواجہ تاشش کے آداب بجالائے آپ نے سب کو سلام کے جوابات دینے کے بعد اُن کو مخاطب کیا اور اُن کا دلار کا عرف استعمال کر کے شفقت آمیز لہجہ اور کچی بولی میں فرمایا کہ " فلانے ! جس سے ناراض ہوا اس پر اگر غصہ لگے تو گالی دے لے ۔ اور زیادہ ناراض ہو اور جی نہ مانے تو اُسے

مارے لکھنا نہ چاہئے۔ لکھا حشر تک رہتا ہے[1]"۔ یہ فرما کر آپ جس طرف تشریف لئے جا رہے تھے چلے گئے۔ ہمارے خواجہ تاشں صاحب کے قلب اور ہاتھوں پیروں میں تھرتھری پڑ گئی اور اُنھوں نے فوراً وہ وصلی دھو ڈالی ملاحظہ ہو کہ خاندان کا ظلبہ پر لوگ اُس وقت بھی اتنے معترض تھے کہ نو عمر لڑکے ہجو ہلیج لکھتے تھے۔ لیکن چونکہ وہ نفاق سے دور تھے لہذا حضرت صاحب قدس سرہ نے ان کو صرف تنبیہ فرما دی اور وہ ہر قسم کے ادبار و نقصان سے محفوظ رہے۔ اس سے موازنہ کیجئے ہمارے زمانہ کے نفاق کا۔ کہ صاحب سبل السلام دیوبند شریف تعلیم ہی اس لئے حاصل کرنے بھیجے گئے تھے کہ تعلیم پانے اور تکمیل علمی کرنے کے بعد خاندان کا ظلبہ کو (خاکم بدہن) بزعم خود نیچا دکھانے کی کوشش کریں گے۔ اس میں اسقدر کامیابی تو ہوئی کہ صاحب عقائد الاکابر کو اپنے قابو میں کر لیا۔ مگر دوسرے حضرات اُن کے قابو میں نہیں آئے اسی کی یہ ساری کشمکش ہے ظاہر ہے کہ جو علم و فن و کمال اس نیت سے حاصل کیا جائے وہ چاہے حاصل کتنا ہی کچھ ہو جائے لیکن کیا اُس سے یہ اُمید بھی کیجا سکتی ہے کہ نکبت و ادبار کے بجائے وہ اپنے ساتھ رحمت و اقبال لائیگا؟۔ استغفراللہ میں نے رجب سنہ ۱۳۲۱ ہجری میں نفاق کا ایک مظاہرہ ایک شادی میں دیکھا تھا اس وقت جو ملائک نفوس بزرگ موجود تھے انھوں نے جس فروتنی جس کسر نفسی جس پامردی اور جس اولوالعزمی سے اُس کا مقابلہ کرکے اُسے دفع کیا تھا اُس کی مثال اُن کے سابقین میں تو شاید ملجائے لیکن لاحقین میں ملنا دشوار ہے

---

[1] اسی لئے میں نے بھی یہ اوراق سیاہ کر ڈالے ہیں کہ اگر فصل الخطاب اور سبل السلام حشر تک رہیں تو اوراق ہذا بھی رہیں۔ فقط قیس

جس کی داد دئے بغیر جناب مولانا مولوی امجد علیصاحب محدث ایسے برگزیدہ صفات بزرگ رہ نہ سکے ۔ اس مظاہرہ میں بھی یہی ہوا تھا کہ حسد نے اپنا نام اصلاح رکھ لیا تھا اس کے بعد دوسرا مظاہرہ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ میں ہوا جسکے شاخسانے اب تک باقی ہین ۔ مجھے یاد ہے کہ قصبہ میں ان دونوں مظاھروں کے بعد طاعون پھیلا اور اچھی اچھی ہستیان اُس کی نذر ہوئیں ۔ چونکہ ان دونوں مظاہرون کا تعلق سجادۂ کاظمیہ سے نہیں تھا لہذا اُس کی تفصیل کا یہ محل نہیں ۔ لیکن صاحب سجادہ کاظمیہ کے خلاف جو نفاق و شقاق و ریشہ دوانیاں جاری ہیں اُس کو بھی کم و بیش بیس سال ہو چکے ہیں اور قصبہ کی بیس بائیس سال اُدھر کی حالت اور آج کی حالت سے موازنہ کیجئے گا تو آپ کو میری بات کا یقین آجائیگا بنا اس نفاق کی صرف یہ کہ صاحب سجادہ کاظمیہ اور اُن کے ماموں زاد بھائی سے جو معاملات تھے اُن میں صاحب سبل السلام کے والد صاحب قبلہ بحیثیت بزرگ خاندانی ان کو حقوق معہودہ سے زیادہ مراعات دلانا چاہتے تھے صاحب سجادہ مدظلہ نے صاحب سبل السلام کے والد صاحب قبلہ کو اپنا عم محترم مانا اور اُن کی سفارشوں کا پاس اُس حد تک کیا جس حد تک اُن کے امکان میں تھا لیکن اُنھوں نے قصور یہ کیا کہ صرف عم محترم مانا پیر و مرشد نہیں مانا ۔ یعنی اپنے امکان سے باہر اُن کے ارشادات کی تعمیل نہ کر سکے اُسی کے بعد سے کوئی ریشہ دوانی اُن کے اور اُن کے برادران عزیز الشان و مرشد زادگان برحق کے خلاف اٹھا نہیں رہی ہے ۔ اُسی کی یہ نکبت ہے جو قصبہ پر چھائی ہوئی ہے ۔ آپ کہیں گے کہ پھر صاحب سجادہ مدظلہ کے موافقین ان کے مخالفین سے زیادہ تباہ و برباد کیوں ہیں میں کہوں گا کہ (۱) طوفان جب آتا ہے تو مخالف و موافق کو نہیں دیکھتا مخالفین کے نفاق و شقاق سے قصبہ کی فضا مکدر ہے اور اس پر نکبت کے بادل

منڈلا رہے ہیں - جب وہ نکبت نازل ہوتی ہے تو برے بھی پائمال ہوتے ہیں
اور اچھے بھی - مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مظلوم
شہید ہونے کی نکبت مسلمانان وقت پر آئی تھی جو جنگ جمل اور جنگ صفین
کی شکل میں نمودار ہوئی - جن میں سے بہت سے امر حق پر شہید ہوئے بہت
سے خطاء اجتہادی پر اور بہت سے خطاء منکر کی نذر ہوئے اور دنیاء
اسلام بہت اچھی اچھی ہستیوں سے خالی ہو گئی بتایئے کہ ان اچھی ہستیوں
کا شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں کیا قصور تھا کہ جو نکبت منزلہ
کی نذر ہوئیں اور خون حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خدیہ نہیں صرف یہی بات
تھی نا کہ نکبت جب آتی ہے تو بروں سے زیادہ اچھوں کو بھگتنا پڑتا
ہے -

(۲) بعض موافقین بھی اپنی جگہ پر اپنے آپس کے نفاق سے پاک وصاف
نہیں ہیں لہذا وہ دو قسم کے نفاق کی نکبتوں کی شکار ہوتے ہیں - صاحب
سجادہ مدظلہ اس بارہ میں کچھ بھی متہم نہیں کئے جاسکتے - اُن کی سجادہ
نشینی کو اس وقت تیس سال ہوتے ہیں - جس وقت سجادہ نشین ہوئے
اُس وقت وہ نہایت کم عمر تھے اور اُن کے منتسبین حاضرین میں اُنکے
والد صاحب قدس سرہ کے ہمعمروں کی تعداد کثیر تھی اور دادا صاحب
قدس سرہ سے زیادہ معمر بھی موجود تھے انھوں نے ان سب کی صدارت
کی اور داد مشیخت دی - اور سب انھیں کے فیض سے اپنے اپنے مقاصد
میں کامیاب ہو کر یکے بعد دیگرے دنیا سے گئے - انھیں میں سے جناب مولانا مولوی
امجد علی صاحب محدث اور جناب مولوی فرید الدین خانصاحب محدث ایسے
علمار جلیل القدر بھی تھے اُس وقت سے لے کر اس وقت تک براہل قصبہ

ہر منتسب خاندان ہر عزیز ہر بزرگ ہر خورد ہر مرید ہر شاگرد ہر خواجہ تاش ہر ملنے والے کے ساتھ امخون نے اپنی زندگی ایک طرز درویش سے گذاری ہے۔ میں ہر شخص سے یہ نہیں کہتا کہ ان کے فضل وکمال کا جیسا میں معترف ہوں وہ بھی معترف ہو جائے مگر خدا کے لئے کوئی اُن کی وضعداری اور یک رنگی کی حسن معاشرت کو تو نظرانداز نہ کرے۔ دور کیوں جایئے فصل الخطاب پارٹی کا کوئی فرد باوجود ان کے ساتھ اس کمال پرخاش کے اگر اب بھی ان کے سامنے آجاتا ہے تو وہ ویسے ہی خندہ پیشانی سے اُس سے مخاطب ہوتے ہیں جیسے کہ ان ریشہ دوانیوں سے بیشتر ہوتے تھے یہ اگر الاستقامۃ فوق الکرامۃ نہیں تو اور کیا چیز ہے۔ ان کے منتسب اگر مخالفین کے نفاق کی لائی ہوئی عام نکبت کی زد سے نہیں بچ پائے اور تباہ ہوگئے تو حضرت شاہ میر محمد قلندر قدس سرہ کی اولاد کے خادموں کے گھر بھی آج تباہ ہیں اور اس تباہی کو ان کی طرف منسوب کرنا نہایت بے ادبی اور بے انصافی ہوگا برادران! جو نکبت نفاق کی لائی ہوئی ہوتی ہے اُسے کوئی نہیں روک سکتا۔ جب صحابہ کرام نہ روک سکے جیسا کہ ابھی بیان ہوا تو اولیاء اللہ پر کوئی اس کا الزام کیوں دے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ وہ معظم ہستی جس کی قدمبوسی اُس کے نانا صاحب اور دادا صاحب سے زیادہ معمر ہستیاں کرتی رہیں آج ہماری اولاد کے برابر چھوکردں کی زبان سے مطعون کرائی جائے اور ہمارے ہی بزرگ اس کا باعث ہوں۔ بجز اس کے کیا کہا جائے کہ بنی اُمیہ بھی حضرت علیؑ اور حضرات اہلبیت کے بنی عم تھے کہ انھیں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایسی مقدس ہستی بھی گذری ہے

اور انھیں میں مروان اور ابن زیاد اور یزید بھی ہوئے ہیں۔ جس کا جیسا برتاؤ ہمارے حضرات کے ساتھ ہے ویسی ہی شخصیت کی مثال اس پر صادق آتی ہے۔

ع۔ خدا شرّے برانگیزد کہ خیر ما دران باشد

ہم جملہ مخالفین اور اُن کی مخالفتوں اور پروپیگنڈوں کے نہایت درجہ متشکر ہیں کہ ان کی مخالفتوں سے ہمارے مقاصد کو دو خاص فائدے پہنچے

(۱) احسن الانتخاب کے خلاف جتنا جتنا لٹریچر شایع ہوتا جاتا ہے۔ اُتنی اُتنی اُس کی اشاعت الحمد للہ کہ بڑھتی جاتی ہے۔ جتنی جلدیں طبع ہوئی تھیں اُن میں کی بہت قلیل تعداد باقی رہ گئی ہے مگر فرمائشوں کا سلسلہ اس طرح کا ہے کہ یقیناً ہم کو دوبارہ کتاب طبع کرانا پڑے گی۔ بالفاظ دیگر احسن الانتخاب کی مخالفتیں اُس کے نشر اور مقبولیت علمہ کا باعث ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔ اللھم زد فزد۔

(۲) گو ہمارے حضرات مرجعیت کے شایق نہیں لیکن فصل الخطاب جن جن مواضعات میں جاہلوں کے سنانے کے لئے بھیجی گئی اور جن جن مواضعات کے رہنے والے مریدین سے یہ کہلوایا گیا کہ تم فسخ بیعت کرکے اپنا اپنا شجرہ واپس کردو۔ وہاں سب کہیں سے جوق درجوق تعداد اہل ارادت کی بعون اللہ وقوتہ ٹوٹ پڑی اور لوگ کثرت سے داخل سلسلہ ہوئے اور اس طرح پر انھوں نے امر حق کی ہدایت پائی۔ فالحمد للہ علی ذلک۔ اور بالفضلہ زور شور سے سلسلہ اس کا جاری رہے۔ اللھم زد فزد۔

آئندہ کی خبر

ضلع اعظم گڈھ سے جناب مولوی عبدالصمد صاحب سب انسپکٹر پنشنر (از اولاد حضرت شاہ فتح قلندر قدس سرہ) حضرت وارث الانبیاء مدظلہ کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں۔ "ہم لوگوں کا بجز حضور کوئی فریادرس نہیں ہے نہ دوسرے کی ضرورت ہے۔ لکھنؤ محمود نگر سے مولوی عبدالقوی صاحب کے ذریعہ سے مصطفیٰ حسن صاحب کاکوروی وغیرہ کی تحریر حکیم (شاہ) محمد یوسف (صاحب) کے یہاں آتی ہے۔ خود (شاہ) محمد یوسف (صاحب) عرصہ سے ایک کتاب لکھ رہے ہیں الخ۔"

لیجئے ناظرین! یہ ریشہ دوانیاں آئندہ کے لئے ہو رہی ہیں۔ مزید اتہامات کے منتظر رہیے۔ جناب حکیم شاہ محمد یوسف صاحب ہمارے مرشدزادے ہیں۔ اُن کے کئی عزیز مثل جناب مولوی عبدالصمد صاحب اور جناب شاہ محمد یٰسین صاحب حضرت وارث الانبیاء مدظلہ کے مرید اور مخلص بھی ہیں۔ یعنی وہ ہمارے اور ہمارے حضرات کے لئے واجب التعظیم ہیں اور ہمارے حضرات اُن کے لئے۔ یہ نفاق و شقاق و افتراق کی شاخیں خاندان کاظمیہ میں پھیلانے کے بعد اب ہمارے پیرزادگان میں بھی پھیلائی جاتی ہیں۔ میں نے جناب حکیم شاہ محمد یوسف صاحب مدظلہ کا مضمون پڑھا نہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ جیسی غلط نمائیوں کی تفصیل ان اوراق میں بیان کر چکا ہوں ویسی ہی غلط نمائیاں ان سے بھی کی گئی ہیں اور وہ غلط فہمی میں مبتلا کر دیئے گئے ہیں اگر ان کا مضمون میرے مطالعہ میں آیا ہوتا تو میں ان کی غلط فہمیاں ان پر بکمال ادب واضح کر دیتا۔

اور اب جو کتاب ان کی شائع ہوگی وہ میرے لئے واجب التعظیم ضرور ہوگی لیکن واجب التعمیل ہونے یا نہ ہونے کا حال اُسے پڑھنے کے بعد ہی عرض کیا جا سکیگا۔

اِختتام

ناظرین! میں نہ کوئی مولوی ہوں نہ منشی نہ خانقاہ نشین ہوں نہ صوفی۔ نہ منطقی ہوں نہ فلسفی۔ نہ عالم ہوں نہ فاضل۔ نہ ولی ہوں نہ کامل۔ نہ مفتی ہوں نہ قاضی۔ نہ محدث ہوں نہ مفسر۔ نہ فقیہہ ہوں نہ متکلم نہ ادیب ہوں نہ شاعر۔ البتہ ایک دیوانہ ہوں بکار خویش ہشیار۔ ایک جلا ہوا دل ہوں جو خاکستر ہو چکا ہے مگر جسے جلانے والی آگ کے شعلے الآن کما کان ہیں۔ ایک تشنہ کام طالب علم ہوں جس کی پیاس نہ بجھی ہے نہ کبھی بجھنے کی امید ہے اور خدا کرے نہ بجھے ؎

نکتہ چینی مرے الفاظ کی بے سود ہے قیس
میں تو دیوانہ ہوں شاعر نہیں اُستاد نہیں

میں نے جو یہ چند اجزا سیاہ کئے ہیں تو روشنائی و قلم سے نہیں بلکہ دل کی آگ سے سیاہ کئے ہیں۔ ان کو حروف و الفاظ نہ سمجھئے بلکہ آتشبازی کے انار کے پھول سمجھئے۔ وہ پھول نہیں جو دم کی دم میں اپنی نمود دکھا کر فنا ہو جائیں۔ بلکہ وہ پھول جو کسی کے خرمن پر۔ کسی کے جھونپڑے پر کسی کے انبار پر۔ کسی کے سرمایہ پر۔ کسی کے آشیانہ پر گر کر ہر جگہ آگ لگائیں اور ہر گھر کو پھونک کر تماشا دکھائیں۔ یہ آگ حب اہلبیت

اور جب محبین اہل بیت کی آگ ہے۔ اہل بیت و محبین اہل بیت جہاں
بے حد فیاض ہیں وہاں بے حد غیور بھی ہیں۔ خداوندا یہ چنگاریاں کسی غیر
کے دل کو نہ جلائیں۔ کسی مخالف کے خرمن کو نہ سلگائیں۔ کسی بوم کے آشیانے
پر نہ پڑیں۔ بلکہ اگر محبت اہل بیت ہمیں خاکستر کر دیں تو اپنوں کے قلوب
کو اور اگر شعلے بھڑکا کر روشن کر دیں تو اپنوں کے قلوب کو ؎ مولف

اے سوز جگر غیر کے دلکو نہ جلانا ؎ مجھکو ہمہ تن پھونک خود اس آگ میں جل جا

ناظرین! مجھ دیوانہ کا التماس یہ ہے کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے دیوانگی
میں لکھا ہے میرے حضرات پر جو لایعنی اتہامات لگائے گئے ہیں ان سے میرا
دل کوہ آتش فشاں ہو رہا ہے۔ یہ اوراق نہ کہیں پر سقم عبارت سے خالی
ہیں نہ سہو کتابت سے سقم عبارت کا گنہگار بھی خود میں ہوں اور سہو کتابت
کا بھی۔ کیونکہ کاتب نے صرف لکھدیا ہے تصحیح میں نے ہی کی ہے۔ آخر میں
صحت نامہ بھی انشاء اللہ شامل کر دوں گا لیکن مخالفین کی طرح آپ حضرات
یہ نہ سمجھ لیں کہ صحت نامہ شامل کر دینے سے سہو کتابت اور سقم عبارت
کا عذر مدفوع ہو گیا۔ ہو سکتا ہے کہ جا بجا میرا استدلال بھی کمزور ہو گیا ہو
میری یہ تحریر دیوانگی کی تحریر ہے نہ وحی ہے نہ الہام ؎ (غالب)

فریاد کی کوئی لے نہیں ہے ؎ نالہ پابند نے نہیں ہے

مگر اہل علم و حکمت کا دستور ہے کہ بے ادبوں سے ادب حاصل
کر لیتے ہیں۔ دیوانہ کی بڑ میں علمی نکات پا لیتے ہیں۔ میری ہزیان سرائی
میں جو مخلصین مفید مطلب مضمون پائیں وہ میرے لئے دعا کریں کہ
میرے دل کی یہ آگ کبھی نہ بجھے اس کے شعلے کبھی مدھم نہ ہوں
اور میرا وجود موہوم اسی آگ پر قربان ہو جائے۔

غزل

ای جان من ای جان من حب علیؓ ایمان من
حب علیؓ ایمان من حب علیؓ ایمان من

ہدی علی قرآن من حب علیؓ ایمان من
موسیٰ علی فرقان من حب علیؓ ایمان من

سرو و گل و ریحان من حب علیؓ ایمان من
باغ من و بستان من حب علیؓ ایمان من

دید من و عرفان من حب علیؓ ایمان من
آں حجت و برہان من حب علیؓ ایمان من

خضرؑ من و دریائے من الیاسؑ و ہم صحرائے من
نوح من و طوفان من حب علیؓ ایمان من

تلوین من تمکین من تشویش من تسکین من
برتر ز ہر امکان من حب علیؓ ایمان من

کفر من و ہم دین من آن من و ہم این من
این من و ہم آن من حب علیؓ ایمان من

آن شہسوار لافتیٰ آن تاجدار ہل اتیٰ
آن شاہ و آن سلطان من حب علیؓ ایمان من

ای قیس بوبکرؓ و عمرؓ ہر درجہ پاک از منظر
ایقان شان ایقان من حب علیؓ ایمان من

احقر العباد محمد عاصم قیس کاکوروی

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

نہایت حسرت کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ اس رسالہ کی طباعت ہی کے دوران میں حسب ذیل محترم ہستیوں کی جنکا تعلق اس کتاب سے ہے، وفات ہوئی۔

(۱) سب سے پہلے جناب شمس العلماء مولانا مولوی محمد عبد الحمید صاحب فرنگی محلی نے جن کا ذکر صفحہ ۶۳ سطر ۱۲ میں ہے۔ شوال ۱۳۵۳ھ میں وفات پائی اللہ تعالیٰ اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

(۲) انکے بعد اخومی محترمی نواب حسین نواز جنگ بہادر نے جنکا ذکر صفحہ ۱۲۴ سطر ۱۳ میں ہے۔ ۹ صفر ۱۳۵۴ھ کو انتقال کیا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔

(۳) انکے بعد حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب پھلواری نے جنکی تحریرات صفحات ۱۶۰ تا ۲۰۷ میں ہیں ۲۷ صفر ۱۳۵۴ھ کو وصال فرمایا۔ انار اللہ برہانہ۔

(۴) انکے بعد خود حضرت وارث الانبیاء والمرسلین سلالۃ الخلفاء الراشدین حضرت مولانا و مرشدنا شاہ محمد حبیب حیدر قلندر نے ۱۰ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ کی درمیانی شب میں رحلت فرمائی اور ۱۰ ربیع الاول کو اپنی نزہتگاہ علیین میں آرام فرما ہوئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

اس چوتھے حادثہ روح فرسا نے مخلصین کے قلوب پر جو قیامت ڈھائی اسکا تو پوچھنا ہی کیا مخالفین کو بھی جسقدر ملول و اندوہناک کیا اسکا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ اخبار حقیقت کے بیان کے مطابق صاحب سبل السلام کے بھتیجوں کی سعی سے مدرسہ دیوبند میں قرآنخوانی اور فاتحہ خوانی ہوئی اور اسمیں تقریباً چودہ سو طلباء نے شرکت کی۔ یہ دلیل کافی و وافی اس امر کی ہے کہ الفضل ما شهدت به الاعداء۔

اس غموم اور حسرتناک فضا میں رواقعہ یہ ہے کہ میرا دل اس کتاب و اسکے مباحث میں سابق کا ایسا منہمک نہیں رہا اور اسوقت میرا دل نہیں چاہتا کہ اسے شائع کروں۔ مگر اول تو کتاب بالکل طبع ہو چکی اور جو کچھ اسمیں صرف ہونا تھا صرف ہو چکا صرف ٹائیٹل کی طباعت و جزو بندی باقی تھی دوسرے بہت سے برادران طریقت جو عرصہ سے اسکا زیر طبع ہونا سن چکے ہیں صرف اسکے مطالعہ کیلئے متقاضی ہیں بلکہ حالات اصلی سے واقف ہونے اور اس معاملے میں سکون قلب حاصل کرنے کیلئے انکو اسکے مطالعہ کی حقیقی ضرورت ہے تیسرے مخالفین نے خود ہی اس معظم ہستی کے فاتحہ چہلم کے اندر ہی اس قصہ کی چھیڑ نئے سرے سے نجم مورخہ ۱۰ ربیع الثانی سنہ حال میں کر دی ہے اور ہم مغموموں کے زخموں پر نمک پاشی کو داخل ثواب اور مستحسن بلکہ فرض عین سمجھنے کا ثبوت دے دیا ہے۔ لہٰذا با دل ناخواستہ اشاعت کیجاتی ہے اللہ تعالیٰ قلوب اور نیتوں سے واقف ہے وہی اسے قبول فرمائے و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

قیس کاکوری
یکم ربیع الآخر ۱۳۵۴ھ